

میں نے محبت کو "من و تو" سے مشابہ کیا ہے۔ اگر کہیں لکھنے میں غلطی ہو گئی ہو تو معافی کی طلبگار ہوں کیونکہ غلطیاں انسانوں سے ہوتی ہیں اور انسان اپنی ان غلطیوں سے سیکھ کر آگے بڑھتا ہے۔

قصہ "من و تو" کیسے بتائیں تجھ کو
یہ کہانی بھی نہیں کہ سنائیں تجھ کو
تجھ پہ گزرا ہی نہیں عشقِ جنوں کا عالم
عشق عبارت بھی نہیں کہ لکھ کر دیکھائیں تجھ کو
(سمیرا)

اور وہ جو محبت ہے نہ وہ دور کھڑی اسے "وادیِ دل" میں داخل ہوتا دیکھ
رہی تھی۔

سفید روش پر قدم رکھتے ہی آسمان سے چاندی جیسی زرفشاں برسنے لگی تھی
۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی آگے بڑھتی جا رہی تھی اس کی آنکھوں میں
حیرت صاف واضح تھی اسنے سر اٹھا کر دیکھا پہاڑوں سے آبشار بہتا ہوا
زمین پر ٹہرے پانی میں مل کر ہل چل مچا رہا تھا۔ اسکے دائیں بائیں پانی ہی
پانی تھا اور درمیان میں شیشے جیسی بہت چوڑی اور بہت لمبی روش تھی
جس پر وہ ننگے پاؤں چل رہی تھی۔ پھر اسنے دیکھا اسکے ارد گرد بہت ساری

لڑکیاں ہیں، خوبصورت لباسوں میں ملبوس، سنہرے رنگ اور نگوں سے
لبریز زیور اور کانچ کی چوڑیاں کھنکھاتیں وہ اسکی ہم جولیاں اپنی اوڑھنیاں
سنجھالتے اسکے ارد گرد جمع ہو رہی تھیں۔ بے ساختہ اسکی نظر پانی میں نظر
آتے اپنے عکس پر پڑی دھنک رنگ شرارے میں سنہری چولی اور لال رنگ
کی زرتار اوڑھنی اوڑھے وہ اس وادی کی شہزادی لگ رہی تھی۔ اسے اپنی
پیشانی پر کچھ محسوس ہوا اسنے اپنے ہاتھ پیشانی پر رکھنے کے لیے اوپر اٹھائے
تو چوڑیوں کی کھنک گونج اٹھی، حیرانگی سے اسنے اپنے ہاتھوں میں رنگین
چوڑیاں دیکھیں اور اپنی پیشانی پر مانگ میں ڈالے ٹیکے کو چھوا۔۔۔ وہ حیران
تھی۔۔۔ بے یقین تھی۔ پھر اس پر پھولوں کی بارش شروع ہو گئی وہ ہم
جولیاں اس پر پھول برساتے ہوئے خوش آمدید کے ترانے گا رہی تھیں۔

وادی دل میں خوش آمدید۔۔۔

وادی دل میں خوش آمدید۔۔۔

ہر طرف سے مرجبا (خوش آمدید) کی سریلی آوازیں سماعتوں میں سرسرا نے لگیں۔ اسنے جھک کر دیکھا ہرے رنگ کے لہنگے میں ملبوس وہ ہم جولی اسے پازیب پہنا کے اسکے سامنے کھڑی ہوئی اور اسکا ہاتھ پکڑ کر آگے لے جا رہی ہے اور اسکی پازیب کی چھن چھن سے پوری وادی گونج اٹھی ہے۔ اسکی ہم جولیاں اسکے ساتھ کھلکھلاتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھیں۔ وہ بھی خوشی سے ہنسنے لگی اور اسکی ہنسی کی جھنکار سن کر بہت دور کھڑی "محبت" اسے مہویت سے دیکھنے لگی۔

خوشی کا عکس "آگینے" کے لبوں سے ہوتے ہوئے رخساروں سے جھلکنے لگا، ہنسی قہقہوں میں بدل گئی اور وہ قہقہے لگاتی اپنی ہم جولیوں کے سنگ آگے بڑھتی جا رہی تھی۔۔۔۔۔ ہنسی۔۔۔۔۔ خوشی۔۔۔۔۔ قہقہے۔۔۔۔۔ آسمان پر اڑتی زرتار اوڑھنیاں۔۔۔۔۔ وہ سب اسکے گرد دائرہ بنانے لگیں اور وہ درمیان میں اپنی ایڑھیوں کے بل گول گول گھوم کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔۔۔۔۔

پانی میں تیرتی مچھلیاں بار بار اپنا منہ پانی سے باہر نکال کر اس پاگل سی لڑکی
کو دیکھتے اور پھر اسکی خوشی میں شریک ہو کر پانی اچھالتے ہوئے پانی میں
غوطہ زن ہو جاتیں۔۔

آسمان پر اڑتے پرندے بھی اسے حیرانی سے دیکھتے پھر اسکے لبوں پر رقص
کرتی مسکراہٹ دیکھ کر وہ بھی اپنے پروں کو پھلائے جھومنے میں مصروف
ہو جاتے۔۔

اسنے ذرا رک کر ہنستے ہوئے سانس بحال کی آسمان سے گرتی چاندی رنگ کی
زرفشاں کو اپنی ہتھلی میں پکڑنے کے لیے ہاتھ آگے کیے مگر وہ ہاتھوں سے
پھسل جاتی جیسے چنکائی لگی چیز سے پانی پھسل جاتا ہے۔۔ اسنے بہت
کوشش کی مگر ناکام رہی تو خود پر کھلکھلانے لگی اسکی ہم جویاں بھی اس پر
ہنسنے لگیں وہ دوبارہ ایڑیوں کے بل گھومنے لگی۔۔ وادی دل میں ابھی تک
خوش آمدید کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔۔۔

اور وہ جو محبت ہے نہ اسے مہویت سے تگنے کے بعد
مسکرا نے لگی۔ ابھی "من و تو" کا ایک سایہ اس وادی میں داخل ہوا تھا
۔۔۔ اور محبت کو اب دوسرے سائے کے داخل ہونے کا انتظار تھا.....

*

*

اگر مگر اور کاش میں ہوں
میں خود اپنی تلاش میں ہوں

سب کے درمیان میں بیٹھا وہ شخص "زر جان شاہ" ہاتھ میں جوس کا گلاس
لیے آہستہ آہستہ پی رہا تھا۔ سفید رنگت، بھورے بال، ساڑھے چھ فٹ
قد، مغرور نقوش اور نیلی آنکھیں (کسی سمندر کی طرح وسیع) جن میں ذہانت
کی چمک تھی اسکی شخصیت مقابل کو تحیر کرنے کا ہنر رکھتی تھی۔ وہ ان
سب کے درمیان سب سے منفرد لگ رہا تھا شاید اس لیے کہ وہ ان
سب کے درمیان بھی ان جیسا نہیں بن پایا تھا۔

میوزک کانوں کے پردے پھاڑنے کی حد تک تیز تھا۔ اور پھر ایک
جھٹکے سے میوزک بند ہو گیا

"کیا ہوا یار، سارا مزا خراب کر دیا، میوزک آن کرو، ابے ڈی جے کدھر مر گیا ہے" لڑکے اور لڑکیوں کی جھنجھلائی آوازیں آنے لگیں

اور تبھی دور کہیں سے ہلکی ہلکی " کامیابی کی طرف " آنے کی صدا بلند ہوئی وہ صدا جسکا مالک خود کامیابی کی طرف بلاتا ہے۔ وہ صدا جو انسان کی دنیا اور دین دونوں سنوار دیتی ہے۔ یہ صدا سن کر صرف اللہ کے نیک بندے ہی لبیک کہتے ہوئے کامیابی کی طرف بڑھتے ہیں۔ اور کچھ لوگ اس صدا کو سن کر اپنے کان لپیٹ لیتے ہیں، وہ لوگ مصروف ہوتے ہی دنیا کی رنگینوں میں یا پھر اپنی میٹھی نیند میں، بد نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جنہیں رب کی صدا پر لبیک کہنے کا وقت نہیں ملتا، بے سکونی سائے کی طرح ان کے قریب رہتی ہے۔

میوزک پھر اے آن ہو گیا تھا سب لوگ پھر سے بے ہنگم ناچ میں مصروف ہو گئے تھے۔ اور ان سب کے درمیان بیٹھا زرجان جو آن تک

اپنی بے چینی کی وجہ نہ جان پایا تھا وہ جب بھی بے چین ہوتا تو کیسی
ہنگامے والی جگہ کا رخ کرتا تاکہ اسکی بے چینی میں چھپی وحشت کم ہو جائے

--

*

*

"آگینے" فرحت بیگم کی آواز پر وہ کسمسائی، مندی مندی آنکھیں آہستہ سے
کھولنے لگی، سامنے سفید دوپٹے کے ہالے میں اسے اپنی ماں کا چہرہ نظر آیا

کلمہ پڑھ کر وہ اٹھ بیٹھی تو وہ خواب دیکھ رہی تھی کتنا حسین خواب تھا بیان
کرنے کے لیے لفظ نہیں تھے۔

"امی! تھوڑی دیر اور سونے دیتیں آپ کو پتہ ہے میں کتنا حسین خواب دیکھ
رہی تھی" منہ بسورتے ہوئے اسنے ٹائم دیکھا اور آخر میں قدرے اشتیاق
سے فرحت بیگم کو دیکھنے لگی

"نہیں! مجھے نہیں پتہ تم کیسا خواب دیکھ رہی تھی، اگر اچھا خواب تھا تو رب کا شکر ادا کرو جو راتوں میں جب ہم زندگی اور موت کے درمیان ہوتے ہیں تب بھی ہمیں ایک اور جہان دیکھاتا ہے اور اگر بُرا خواب تھا تو بھی اپنے رب کا شکر ادا کرو کہ وہ صرف ایک خواب تھا اور کچھ بھی نہیں" فرحت بیگم کی بات اس کے سر سے اوپر گزر گئی اپنی ماں کی ایسی مشکل باتیں اُسے کم کم ہی سمجھ آتی تھیں۔۔

"میں تھوڑی دیر اور سو جاؤں پھر میں خود اٹھ جاؤں گی" آگینے نے کبیل اوڑھتے ہوئے معصوم سی شکل بنا کر کہا

"سو جاؤ میں نے کب سونے سے روکا ہے مگر تہجد کا وقت نکلتا جا رہا ہے اور اگر آج تم نے اپنی تہجد کی نماز چھوڑ دی تو پھر کبھی وقت پلٹ کر نہیں آئے گا اور نہ ہی تم اپنی یہ نماز دوبارہ پڑھ پاؤ گی" فرحت بیگم نے آرام سے کہا اور پھر قرآن پاک پڑھنے بیٹھ گئیں۔

آگینے نے سر کبھل سے باہر نکالا اسکی ماں اُسے کسی چیز سے منع نہیں کرتی
تھیں مگر انکے کہے گئے الفاظ سیدھا دل میں جا لگتے

تھوڑی دیر بعد وہ نماز کا وضو کر کے آئی اور جائے نماز بچھا کر تہجد کی نیت
باندھ لی۔ فرحت بیگم نے اسکے معصوم چہرے کو دیکھا پلکوں کی باڑ پر ابھی
بھی پانی کے ننھے قطرے چمک رہے تھے۔ بے ساختہ وہ اپنی بیٹی کے حق
میں دعائیں مانگنے لگیں۔۔۔۔۔

"شاہ ویلا" پر اس وقت خاموشی کا راج تھا۔ رہتے ہی کتنے لوگ تھے یہاں
زیادشاہ، عائشے شاہ اور زرجان شاہ۔۔۔ گھر میں داخل ہو کر وہ بغیر دیکھے بتا
سکتا تھا کہ زیادشاہ اور عائشے شاہ دونوں فجر کی نماز ادا کرنے کے لیے اُٹھے
ہونگے۔ وہ آستہ روی سے اپنے روم کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"شہزادے صاحب آج آپ کی محفل جلدی ختم ہو گئی۔۔۔ خیریت...؟" وہ
اپنے روم کے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھتے رکھتے رک گیا، زیادشاہ کا

اشارہ اسکے کلب سے جلدی آجانے کی طرف تھا۔ ٹھنڈی سانس چھوڑ کر وہ
پچھے مڑا

"آپ سوئے نہیں؟؟؟؟؟" اسے پتہ تھا وہ غلط وقت پر غلط سوال کر رہا
ہے۔ سامنے کھڑے اسکے باپ کے پاس ہر سوال کا جواب ہوگا

"یہ وقت سونے کا نہیں بلکہ بیدار ہو کر اپنے رب کا شکر ادا کرنے کا وقت
ہے" زیاد شاہ نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا

"ہممم" کہتے ساتھ ہی اسنے اپنے روم کا ڈور کھول دیا

"زر جان نماز پڑھ کر سونا" زیاد شاہ نے اسے اندر جاتے دیکھ کر تاکید کی جس
پر وہ کبھی کبھی عمل کرتا تھا

"اوکے ڈیڈ!" روم میں داخل ہونے سے پہلے اسنے جواب دیا

تھوڑی دیر بعد زیاد شاہ فجر کی نماز ادا کر کے آئے کو ریڈور سے گزرتے ہوئے انہوں نے زرجان کے روم میں جھانکا۔ وہ بیڈ پر آڑھا ترچھا سویا ہوا تھا اور پیر ابھی تک شوز میں مقید تھے۔ وہ جاگ رہا تھا یا سو رہا تھا زیاد شاہ یہ اندازہ لگانے سے قاصر تھے کیونکہ زرجان کو اپنے ایکسپریشن سنبھالنے پر عبور حاصل تھا۔

"یہ لڑکا پتہ نہیں کب سدھرے گا" منہ میں بڑبڑاتے ہوئے انہوں نے دروازہ بند کر دیا کیونکہ انہیں پتہ تھا وہ فجر کی نماز بغیر ادا کیے سویا ہے۔

آگینے کو ابھی تک سمجھ نہیں آیا تھا اس نو دس سالہ بچے کی نیلی آنکھیں اداس کیوں ہیں....؟؟؟

وہ بہت خوبصورت ڈرائنگ روم تھا صوفے پر بیٹھے اسکے بابا اپنے بہت ہی اچھے فرینڈ کی کسی بات پر مسکرا رہے تھے۔ (اور اس دوست کو بچانے کی خاطر انہوں نے اپنی جان کی پرواہ تک نہیں کی)

تصویر میں اسکی ماں بھی ایک بہت ہی حسین عورت کے ساتھ بیٹھی اور دونوں تصویر بنانے والے کی طرف دیکھ رہی ہیں۔ جبکہ وہ نیچے کارپٹ پر بیٹھی کھلونوں سے کھیلنے میں مصروف ہے کیونکہ اس وقت وہ صرف چار سال کی تھی۔ اور سنگل صوفے پر اکیلا بیٹھا وہ کانچ جیسی نیلی آنکھوں والا لڑکا اسے کھیلتے ہوئے دیکھ رہا ہے۔ اسکی آنکھوں میں دنیا بھر کی اداسی ہے جیسے وہ پوری دنیا سے خفا ہو۔ بہت دیر تک وہ اس تصویر کو تکتی رہی۔ اپنے بابا کی مسکراہٹ، اپنی ماں کی موہنی صورت اور اس لڑکے کی اداس آنکھوں کو دیکھ کر اسنے وہ تصویر پھر سے اپنے پسندیدہ پرس میں بہت احتیاط سے رکھ دی۔ اور یونی جانے کی تیاری کرنے لگے۔ اور تھوڑی دیر بعد فرحت بیگم اسے ناشتے کے لیے بلا رہی تھیں۔

وہ بہت گہری نیند میں تھا جب موبائل پر ہوتی بپ نے اسکی نیند میں خلل پیدا کیا۔ بیدار ہو کر اس نے دیکھا زرنش کی چھ مسڈ کال تھیں وہ موبائل رکھنے لگا تھا، مگر پھر سے موبائل پر زرنش کا لنگ جگمگانے لگا

"کہاں ہو زرجان تمہیں پتہ بھی ہے کہ آج تمہاری بائیک ریسنگ ہے پھر بھی تم غائب ہو"

زرجان کی آواز سن کر زرنش فوراً بول اٹھی

"اوہ نوووو! بھول گیا، 15 منٹ میں پہنچتا ہوں"

وہ جلدی جلدی تیار ہوا، چابی ہاتھ میں گھوماتا وہ سیڑھیاں اترنے لگا،

سامنے عائشہ شاہ اسے آتا دیکھ کر مسکرا نے لگیں

"زرجان! ناشتہ کرتے جاو"

"مجھے کہیں جلدی پہنچنا ہے ابھی ناشتہ کرنے کا ٹائم نہیں ہے" جلدی جلدی
جواب دے کر وہ پورچ کی طرف چلا گیا

عاشہ شاہ کھڑی اسے دور جاتا دیکھ رہی تھی، وہ اپنے بیٹے سے بات کرنے
کے لیے ترس گئی تھیں، مگر زرجان کو فرصت ہی نہیں ملتی تھی نہ خود کو
سمجھنے کی نہ دوسروں کو سمجھنے کی۔۔۔۔۔

* *
"میرا کزن آگیا ہے، اب تم ہارنے کے لیے تیار ہو جاو۔۔۔۔۔!!!"
دور سے ہی زرجان کی بائیک نظر آتے دیکھ کر زرنش نے آبرو اچکائے اور
سامنے کھڑے لڑکے کو دیکھ کر فخر سے کہا

میدان میں بہت رش تھا۔ اکثر یونیورسٹیز کے بہت سارے اسٹوڈنٹس
بائیک ریسنگ دیکھنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ ہر طرف گہما گہمی تھی۔
زرجان نے جیسی ہی بائیک روکی، زرنش بھاگتے ہوئے اسکے پاس گئی۔

ہیلمٹ اتار کر زرجان نے ارد گرد نظریں دوڑائیں،

"اوہ مائی گارڈ۔۔۔۔!! تم تو "ہارٹ ایشو" ہو" سامنے کھڑے لڑکے نے
زرجان کو دیکھ کر کہا

زرجان کو اسکی singing کی وجہ سے اسکے فینز نے "ہارٹ ایشو" کا نام دیا
ہوا تھا

"ہائے مجھے عفان مرزا کہتے ہیں۔ آپ سنگنگ کے ساتھ ریسنگ بھی کرتے
ہیں امیزنگ....!!" اس نے اپنا نام بتا کر قدرِ اشیاق سے ہاتھ ملاتے ہوئے
پوچھا

"کیوں؟ کیا سنگنگ کرنے والا انسان ریسنگ نہیں کر سکتا" زرجان سے
سوال کے جواب کے بدلے میں ایک اور سوال کر ڈالا

"نہیں!! میرا مطلب یہ نہیں تھا" عفان نے کھجل ہو کر جواب دیا

اور اتنے میں ریسنگ اسٹارٹ ہونے کا اعلان ہوا۔ ہر کوئی اپنی پوزیشن
سنجھال چکا تھا

"ویسے ماننا پڑے گا زرنش تمہارا کزن بہت قشنگ (خوبصورت) ہے"
زرنش کی فرینڈ نے آنکھ دبا کر کہا

"صرف قشنگ نہیں وہ ایک جانا مانا سنگر بھی ہے، اُف۔۔۔! اسے real
میدیکھ کر تو دل ہی نہیں بھر رہا" زرنش کی دوسری فرینڈ نے بھی بیچ میں لقمہ
دیا جسکی نظریں زرجان سے ہٹ ہی نہیں رہی تھیں

"نظر نہ لگا دینا میرے کزن کو" زرنش نے تن کر کہا

"زرنش کیا تم اپنے کزن کو ہم سے ملوا سکتی ہو" پہلی فرینڈ نے نہال ہوتے ہوئے کہا

"وہ بہت کم لوگوں سے بات کرتا ہے" زرنش نے مڑ کر اپنی فرینڈ کو کہا اور زرجان کی بائیک پر نظریں مرکوز کر دی (زرجان روڈ نہیں تھا اور نہ ہی اس میں غرور کوٹ کوٹ کر بھرا تھا، لیکن وہ اکیلا رہنا پسند کرتا تھا)

تقریباً 20 منٹ بعد ریسنگ اپنے اختتام پر پہنچی۔

And the winner is

Mr Zarjan shah

ہر طرف سے تالیوں کی آواز گونج اٹھی۔ زرجان۔۔۔ زرجان کے ساتھ کچھ لوگ ہارٹ ایشو کا نعرہ بھی لگا رہے تھے۔ زرنش خوشی کے مارے اچھلنے لگی جیسے زرجان نہیں وہ جیت گئی ہو۔

"مجھے پتہ تھا تم ہی ورنہ کی ٹرافی جیتو گے" زرنش بھاگ کر زرجان کے پاس آئی اور پھولے ہوئے سانس کو بحال کر کے کہا

"میں نے یہ ریسنگ صرف تمہاری وجہ سے کی ہے، اور تمہارے زور دینے پر جیت بھی گیا، اب تو خوش ہیں میڈم۔۔۔" زرجان نے اسے اتنا خوش دیکھ کر کہا

"تھینک یو زرجان تم نے میری بات مان لی اور نہ صرف میری بات کا بھرم رکھا بلکہ جیت کر بھی دکھایا، اس لیے تھینکس ونس اگین۔ اب اس بوئے کو پتہ لگے گا کہ ہار کر کیسا محسوس ہوتا ہے" زرنش نے عفان کی طرف دیکھ کر نخوت سے کہا اور زرجان بھی عفان مرزا کو دیکھنے لگا

زرنش اس دفعہ ریسنگ میں حصہ لینے کے لیے اپنا نام لکھوانے لگی تو عفان مرزا نے اسکا بہت مزاق اڑایا اور ساتھ میں یہ لڑکیوں کے لیے ریسنگ میں کوئی جگہ نہیں ہے کہہ کر حصہ بھی نہیں لینے دیا۔ اس لیے زرنش نے زرجان

کو ریسنگ کے لیے بہت مشکل سے راضی کیا کیونکہ اسے پتہ تھا زرجان کو
ریسنگ میں ہرانا ممکن نہ سہی پر بہت مشکل ضرور ہے.. زرنش مسکراتے
ہوئے سوچنے لگی

ہر سال عفان مرزا یہ ٹرافی ون کرتا تھا پر اس سال پر گیا۔ وہ بہت اداس سا
اپنی بائیک سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

"Hi boy !

یہ لویہ تمھاری ہے"

زرجان نے ٹرافی عفان کی طرف اچھالی جیسے عفان نے مہارت سے پکڑ لی
جبکہ زرنش، زرجان کی اس حرکت پر حیرانگی سے اسے دیکھنے لگی

مگر یہ ٹرافی تم نے جیت لی ہے" عفان نے حیران ہوتے ہوئے کہا

"میں نے صرف اپنی کزن کے کہنے پر یہ ریسنگ کی تھی کسی کو ہرا کر اداس کرنے کے لیے نہیں، یہ ٹرافی میری طرف سے تحفہ سمجھ کر رکھ لو" زرجان نے مسکرا کر کہا

"تھینکس" عفان اسکی شخصیت سے امپریس ہوا

"No need boy

ALLways be happy"

زرجان نے مسکرا کر کہا اور نظریں ناراض کھڑی زرنش پر ڈالیں

"چلیں زرنش؟؟" زرجان کے کہنے پر زرنش نے منہ پھلا کر دیکھا

"میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤں گی" زرنش نے ناراضگی سے کہا

"اس میں ناراض ہونے والی کیا بات ہے اور ویسے بھی تم نے مجھے
win کرنے کا کہا تھا۔ یہ نہیں کہا تھا کہ میں ٹرائی بھی اپنے پاس رکھوں گا"
زرجان نے اسے یاد دلایا

"زرجان تم بہت چالاک بنتے جا رہے ہو۔۔۔" زرنش نے مصنوعی ناراضگی
سے جتایا۔ وہ شخص واقعی میں سب سے منفرد تھا

_____*

ہاتھ میں جوس کا گلاس پکڑے وہ آہستہ آہستہ پی رہی تھی۔ دو جوان
بچوں کی ماں ہونے کے باوجود وہ ابھی تک بھی بہت خوبصورت اور پروقار
نظر آتی تھیں اور خوبصورتی تو "نیلم" کو وارثت میں ملی تھی۔ نیلم کی نیلی
آنکھیں ٹی وی پر مرکوز تھیں اور لبوں پر مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔
تھوڑی دیر پہلے اسکی زرجان سے بات ہوئی تھی۔ زرجان کو نیلم نے کھانے
پر بلایا تھا "وقاص درانی" کی وجہ سے وہ کم کم ہی آتا تھا۔ حالانکہ وقاص درانی
اسے دوستوں کی طرح ٹریٹ کرتے تھے لیکن پھر بھی زرجان ادھر آنے
سے جھجھکتا تھا۔

وہ ڈنر پر ہر چیز زرجان کی پسند کی بنانا چاہتی ہے۔ پر اسے یاد نہیں کہ زرجان نے کبھی اپنی پسند کا کھانا فرمائش کر کے بنوایا ہو

"اوووووو نو!! میں نے تو زرجان کے لیے ہمیشہ خود سے ڈشز چوائیس کی ہیں جنہیں وہ بہت رغبت سے کھاتا ہے۔ آج بھی اسکے لیے کچھ اچھا سا بنواتی ہوں" نیلم خود سے ہی بڑبڑا کر بات کرنے لگیں

امی! عباس ماموں آئے ہیں۔۔۔" آگینے نے کچن میں آکر خوشی سے اطلاع دی

کچن میں کام کرتی فرحت بیگم کے ہاتھ تھم گئے اور وہ اپنے ماضی میں چلی گئیں (فرحت بیگم کی پیدائش کے دو سال بعد انکی والدہ بیماری کی وجہ سے چل بسی۔ کچھ عرصے بعد فرحت کے والد نے ایک بیوہ عورت سے شادی کر لی جنکا پہلے سے ایک بیٹا عباس تھا۔ بچپن میں عباس کی والدہ نے اس

پر بہت ظلم کیے۔ بچپن تو جیسے تیسے گزر گیا اور ان سالوں میں اسکے والد اور عباس کی والدہ بھی دارِ فانی سے کوچ کر گئیں۔ جوانی کی دیلیز پر قدم رکھتے ہی اسے عباس کی بیوی مہرین کے اشاروں پر چلنا پڑا۔ مہرین گھر کا سارا کام اس سے کرواتا، اگر کبھی غلطی سے بھی غلط کام ہو جاتا تو مہرین اسکے ساتھ بہت برا سلوک کرتی۔ آج تک مہرین کے دیئے ہوئے زخموں سے درد کی ٹیسیں اٹھتی تھیں

* *

عجب کرب میں گزری جہاں گزری
اگرچہ چاہنے والوں کے درمیاں گزری
تمام عمر جلاتے رہے چراغِ امید
تمام عمر امیدوں کے درمیان گزری

شام کا سرمئی اندھیرا ہر سو پھیلا ہوا تھا۔ پرندے چہچہاتے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ سورج بھی اپنی شعاعوں کو سرمئی ہوتا دیکھ کر ڈوبنے لگا

اور رات سر اٹھاتی پورے آسمان پر چادر کی طرح پھیلنے لگی۔ دور افق پر
ایک ننھے تارے نے آسمان سے سر نکال کر اداس کھڑی عائشہ شاہ کو دیکھا

-

"عائشہ آپ نے میری فائل کہاں رکھ دی۔۔۔؟؟؟" زیاد شاہ نے کمرے
میں داخل ہو کر کھڑکی کے پاس کھڑی عائشہ شاہ کو مخاطب کیا

"جی! آپ کی فائل میں نے اسٹڈی ٹیبل والی دراز میں رکھ دی ہے۔ میں
ابھی لے کر آتی ہوں" عائشہ شاہ زیاد کی آواز سن کر چونکی اور پھر بہت جلد
خود کو سنبھال کر جواب دیا

"عائشہ....!" زیاد شاہ نے انکی اداس آنکھوں میں جھانک کر پکارا

"جی" عائشہ شاہ جاتے جاتے رگ گئیں

"کیا ہوا۔۔۔! آپ بہت اداس نظر آرہی ہیں" زیادشاہ نے عائشے کا رخ اپنی طرف کر کے کندھوں سے پکڑ کر کہا

"کچھ نہیں" عائشے شاہ نے نفی میں سر ہلا کر جواب دیا

"کیا زرجان کی وجہ سے پریشان ہیں۔۔۔؟؟؟"

"نہیں! ایسی کوئی بات نہیں اور زرجان تو میرا بہت پیارا بیٹا ہے اسکے رویہ سے مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی" عائشے شاہ نے تفصیلاً جواب دیا اور مسکرا دیں۔

"تمہیں پتہ ہے نیلم جب تم اداس ہوتی ہو تو۔۔۔۔۔۔۔" اس سے پہلے کے زیادشاہ جملہ مکمل کرتے انھوں نے لب بھینچ لیے۔ وہ عائشے کا نام لے رہے تھے پتہ نہیں کیسے نیلم کا نام لبوں سے ادا ہو گیا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ چلو فرحت بیگم نے اسے ساتھ آنے کا کہا اور ڈرائیونگ روم کی طرف بڑھ گئیں

"اسلام علیکم۔! بھائی صاحب "عباس جو ڈرائیونگ روم کا جائزہ لے رہے تھے فرحت کے سلام کرنے پر کھڑے ہو گئے

"وعلیکم السلام! فرحت خوش رہو ؟؟؟؟" عباس نے فرحت بیگم کے سر پر ہارکھا

"کیسی ہو فرحت؟ معاف کرنا تمہارا اور اپنی پیاری بچی کا خیال رکھنا بھول گیا۔ اور پھر اس بیماری نے کسی چیز کا نہیں چھوڑا" عباس نے صوفے پر بیٹھ کر بات مکمل کی اور آخر میں کھانسنے لگے

"بھائی صاحب آپ فکر نہ کریں، ہم دونوں ٹھیک ہیں۔ کرم اللہ پاک کا خیر و عافیت سے رہے رہی ہیں" فرحت بیگم نے بات مکمل کر کے عباس کو دیکھا جو اپنی عمر سے کافی بوڑھے اور لاغر لگ رہے تھے۔ اب اگر وہ اتنے سال بعد گھر آئے تھے

"اور بھائی صاحب کیسے آنا ہوا؟؟"

آگینے جاو چائے وغیرہ لے کر آو" فرحت بیگم نے عباس سے پوچھا اور ساتھ بیٹھی آگینے کو بھی کام کہہ دیا اور آگینے اثبات میں سر ہلاتی اٹھ گئی

"فرحت کیا میں اپنی بہن اور بھانجی سے ملنے نہیں آسکتا؟؟" عباس نے ناراضگی سے کہا

اتنے سالوں بعد آرہے ہیں اگر آپ آج ملنے آئیں ہیں تو اس میں میرا حیران ہونا بنتا ہے " فرحت بیگم آخر میں طنزیہ انداز میں کہا

"فرحت میں جانتا ہوں کہ ماضی میں مجھ سے بہت غلطیاں ہوئی ہیں۔ میں نے کبھی تمہیں ایک بھائی کا سہارا نہیں دیا اور مہرین نے جو کچھ تمہارے ساتھ کیا اسکے لیے بھی شرمندہ ہوں "عباس نے شرمندگی سے کہا

فرحت بیگم نے بے تاثر نگاہوں سے اپنے بھائی کو دیکھا اور ذہن میں ماضی پھر کسی فلم کی طرح چلنے لگا۔ وہ دن کیسے بھولا جاسکتا ہے۔۔۔

(جب سارا دن گھر کے کاموں میں الجھتی رہی اور رات بھر پیر کی تیاری کرتی رہی اس وقت اسی عمر محض 17 سال تھی اور وہ انٹر کی طلبہ تھی۔

کچھ خواب تھے جنہیں تعبیر دینی تھی،

کچھ بننا تھا،

کچھ کرنے کی لگن،

اور یہی لگن تھی جو اسے تھکنے نہیں دیتی تھی۔ صبح اسکا پیر تھا مگر مہرین نے پہلے کام کرنے اور ناشتہ بنانے کا کہا۔۔ حالانکہ وہ کل سے بھوکی

تھی مگر یہاں فکر کسے تھی۔ کام ختم کر کے وہ پیپر دینے چلی گئی۔ بھوک کی وجہ سے اسے پیپر کے دوران بھی بار بار چکر آرہے تھے مگر وہ ہمت نہیں ہاری۔

چھٹی کے بعد اسکی طبیعت زیادہ خراب ہونے لگی اور وہ چکر اکر زمین پر ڈھے گئی۔ تب سرزیر احمد نے اسکی مدد کی۔ جو متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے 27 سالہ خوشکل نوجوان تھے۔ وہ اسے اسپتال لے کر گئے اور نقاہت کی وجہ سے ڈرپ لگانی پڑی۔ تین گھنٹے بعد اسے ہوش آیا۔

جب سرزیر اسے گھر چھوڑنے گئے تو مہرین نے بین کرتے ہوئے ارد گرد کی ساری عوام اکھٹی کر لی کیا کیا تہمتیں لگائی اسکے کردار پر، تب اس نے دور کھڑے تماشہ دیکھتے عباس سے مدد مانگی مگر وہ بیوی کا غلام تھا، جو بیوی نے کہا وہی صحیح اور اس طرح اس دن ا کے کردار پر کیچڑ اچھال کر گھر سے بے دخل کر دیا گیا تھا

سرسیر احمد نے اسکی رضامندی سے اسی دن نکاح کر لیا اور اسے اپنے ساتھ لے گئے۔ تب زندگی کچھ آسان ہوئی مگر شاید اسکی ہاتھ کی لکیروں میں

خوشی نہیں لکھی تھی۔ محض 24 سال کی عمر میں وہ بیوہ ہو گئیں۔۔۔ تب ایک دفعہ پھر انہوں نے اپنے بھائی سے مدد مانگی مگر مہرین کے سرد رویے نے اسے بہت کچھ جتا دیا اوپر سے زبیر احمد کے دوست کی وجہ سے مہرین پھر سے اسکے کردار کی دھجیاں اڑانے لگی۔۔۔

اور پھر خاموشی سے فرحت بیگم ننھی آکینے کو لے کر الگ گھر میں رہنے لگیں اور اپنی بیٹی کے چہرے میں انہوں نے جینا سیکھا اور وہ اپنی بیٹی کی پرورش میں سارے غم بھولنے کی کوشش کرنے لگیں۔۔۔

مگر زندگی کے سود و زیاں بہت آسانی سے بھلائے جاتے ہیں کیا؟ اپنے غم پر خوشی کی پیوند زدہ چاد اوڑھ کر زندگی کے تسلسل کو برقرار رکھا جاتا ہے۔ پر کبھی کبھی جب پیوند ادھڑتا ہے تو غم پھر سے جھانکنے لگتے ہیں۔۔۔ اور زندگی ایسی کا نام ہے۔۔۔ اور فرحت بیگم بھی ایسی زندگی گزار رہی تھیں۔۔۔

"امی! چائے کا کپ اٹھا لیں" آگینے کی آواز پر وہ چونک گئیں اور چائے کا کپ پکڑ لیا

"ارے میری پیاری بچی تو بہت اچھی چائے بناتی ہے" عباس بھائی نے چائے کا سپ لے کر مسکراتے ہوئے کہا

فرحت نے بے ساختہ عباس کو دیکھا جو آگینے سے باتیں کرنے میں مصروف تھے۔ اگر اسکا بھائی سچ میں بدل گیا تھا اور انکے لیے فکر مند رہنے لگا تھا تو وہ کیوں ناشکری کر رہی تھی اسے بھی معاف کر دینا چاہیے تھا۔

اور انسان میں یہ خامی بھی اسے بہت بڑی مشکل میں ڈال دیتی ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کا رویہ دیکھ کر بہت جلد ان پر پھر سے بھروسہ کرنے لگتا ہے۔۔۔!!!

*

*

"یاریہ بارش جتنی حسین ہوتی ہے، اتنی ہی بُری بھی ہوتی ہے" آگینے نے
گڑھوں میں جمع شدہ پانی دیکھ کر اپنا اظہار خیال پیش کیا

"ایک بات بتاؤ تمہارے پاس لفظوں کا کال پڑ گیا ہے یا پھر لفظ تمہارے
منہ سے ادا ہونے میں شرماتے ہیں" آگینے نے صبا کو دیکھتے ہوئے کہا جو پتہ
نہیں کون سی سوچوں میں گم تھی

"بی بی! ہوش میں تو ہو؟؟؟؟؟"

"ہاں ہاں! کیا ہوا؟؟؟؟؟" صبا نے چونک کر کہا

"تمہاری منگنی طے ہو گئی" آگینے نے جل کر کہا

"ہائیں میری منگنی کب طے ہوئی اور مجھے کسی نے بتایا بھی نہیں" صبا نے
حیران ہوتے ہوئے کہا اور ہاتھ گردن تک لے جا کر دوپٹہ زرا ساسائڈ پر

کر کے کانوں سے ہینڈ فری نکالا۔ آگینے نے شاک کے عالم میں اسے دیکھا وہ
پچھلے پندرہ منٹ سے صباء سے باتیں کر رہی تھی مگر صباء کا جواب ندارد
کیونکہ اس نے تو کچھ بھی نہیں سنا

"تت۔ تم نے کب سے ہینڈ فری کانوں میں لگایا ہوا ہے اور میں کب سے
پاگلوں کی طرح تم سے بات کیے جا رہی ہوں اور شاباش ہے، تمہیں میری
باتیں تو سنائی نہیں دیں مگر اپنی منگنی کی بات سن کر کانوں سے ہینڈ فری بھی
نکل گیا واہ" آگینے نے تپ کر کہا

"ہائے۔۔۔ کیا بتاؤں میں تو زرجان کا song سن رہی تھی۔ قسم سے کیا
درد بھری آواز ہے بندے کی۔ اسکی آواز تو لوگوں کو اپنے سحر میں جکڑ لیتی
ہے" صباء نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا جبکہ آگینے نے گھور کر اسے دیکھا

"یار آبی یہ بندہ واقعی کمال ہے میں تو اسکی singing پر پہلے سے فدا ہوں اور جب سے اسکی بائیک ریسنگ دیکھی ہے، میں تو اسکی بہت بڑی فین بن گئی ہوں۔ اتنی سی عمر میں اتنی ساری شہرت کمالی"

صبا ایک دفعہ پھر شروع ہو چکی تھی کچھ دن پہلے وہ بھی اپنی یونیورسٹی کے کلاس فیلوز کے ساتھ بائیک ریسنگ دیکھنے گئی تھی جبکہ آگینے نے گھر رہنے پر ہی ترجیح دی

"سنبھل کے بی بی! اگر ابھی اس گڑھے میں گر جاتی تو تمہاری شہرت میں بھی چار عدد چاند لگ جانے کے اندیشے تھے" آگینے نے اسے پکڑ کر کہا صبا اتنا گنداپانی دیکھ کر دور ہو گئی

"اف۔۔۔۔۔ یہ بارش بھی نہ" صبا نے ناک سکیڑ کر کہا

"تھوڑی دیر پہلے میں بھی اس بارش کا حسن اور اس کے نقصانات بیان کر رہی تھی" آگینے نے مسکراہٹ دبا کر کہا

"آبی! میں کہہ رہی تھی کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اسے پہلے کے صباء اپنی بات مکمل کرتی، ایک کارانکے پیچھے سے آتے ہوئے گزری اور گندے پانی کی بوچھاڑ سے دونوں کے کپڑے خراب ہو گئے۔

"یو ایڈیٹ! نظر نہیں آتا کیا؟ یا پھر اپنی آنکھیں ڈونٹ کر دی ہیں۔ کم از کم سڑکوں پر تو اپنے اس ہوائی جہاز (کار) کو انسانوں کی طرح چلایا کرو یا پھر اپنے امیر باپ سے کہو وہ تمہیں ایک الگ سڑک بنا کر دے جہاں تم اپنی مرضی سے اپنا ہوائی جہاز اڑا سکو۔۔۔۔۔ پتہ نہیں جب مینز بٹ رہے تھے تب یہ امیروں کی اولاد کہاں تھی۔۔۔؟" انتہائی غصے میں جو بھی منہ میں آیا، آگینے بولتی گئی اور ساتھ میں اپنے کپڑے بھی جھاڑتی رہی یہ دیکھے بنا کہ کار آہستہ روی سے پیچھے آئی اور کار میں بیٹھے دو نفوس اب اسکے سامنے کھڑے ہیں

"دیکھا زرجان تم نے ایسے ہی کار رو کو اکڑاؤم ویسٹ کر دیا۔ یہ کیڑے
مکوڑوں جیسے لوگ معافی مانگنے کے قابل نہیں ہیں۔ بلکہ جتنے معصوم یہ دیکھتے
ہیں اتنے ہی چالاک ہوتے ہیں اور اسکا ثبوت تو یہ محترمہ (آگینے کی طرف
اشارہ) اپنی زبان کے جوہر دیکھا کر دے چکی ہے " زرنش نے نخوت سے کہا
۔ جبکہ زرنش کی آواز سن کو آگینے نے کرنٹ کھا کر سر اوپر کیا
بلیک کلر کی پینٹ شرٹ پر بلیک جیکٹ پہنے وہ شخص لوگوں کو ایک لمحے
کے لیے ساکن کرنے کی خاصیت رکھتا تھا۔ آگینے بت بنی اسے دیکھ رہی
تھی
"معاف کیجیے گا وہ میری فرینڈ کچھ زیادہ بول گئی " صبا نے سامنے کھڑے
زرجان اور اسکے ساتھ کھڑی بلیو جینز پر سلولیس شرٹ پہنے اسٹائلش
ماڈل زرنش کو دیکھ کر کہا

"کچھ زیادہ نہیں بلکہ بہت زیادہ۔۔۔۔" زرنش نے چبا کر کہا۔ زرجان اور
اسے ایک کنٹریکٹ سائین کرنا تھا اس لیے زرنش فل اسپید میں کار چلا رہی

تھی، جلدی میں اس نے دیکھا ہی نہیں کہ سامنے گڑھا ہے اس لیے کیچڑ
اچھل گئی۔ زرجان نے کار کو ریورس کرنے کا کہا اور ساتھ میں یہ بھی کہ
غلطی ہونے پر معافی مانگ لینی چاہیے۔

"آئی ایم سوری" آگینے نے شرمندگی سے کہا۔ حالاں کہ معافی تو ان دونوں کو
مانگنی چاہیے تھی۔ مگر صباء کی تنبیہ کرتی نگاہوں کو دیکھ کر اس نے خود
معافی مانگ لی۔

"چلو زرنش" زرجان نے ایک سرد نگاہ آگینے پر ڈالی اور کار میں بیٹھ گیا۔
زرنش آگینے کو بھی دوچار سنانا چاہتی تھی مگر زرجان کے کہنے پر کار میں بیٹھ
گئی۔

کچھ لمحوں میں بلیک ریگرا انکی نظروں سے اوجھل ہو گئی اور صبا نے سکھ کی
سانس لی جبکہ آگینے ابھی تک اپنے احساس کو سمجھنے کی ناکام کوشش کر رہی
تھی۔

*

*

"بہاروں پھول برسائے"

"قندیل درانی آئی ہے"

گھر میں داخل ہو کر اس نے سر سے گانا شروع کر دیا۔ سامنے لاونج میں
بیٹھی نیلم سرتا پا سلگ گئیں

"کم از کم آتے ہوئے انفارم تو کر دیتی۔ ہاسٹل سے معلوم کرنے پر پتہ چلا
کے میڈم صاحبہ گھر کے لئے روانہ ہو چکی ہیں" نیلم نے تپ کر کہا

"پہلے سوچا تھا انفارم کر دوں پھر خیال آیا میرے لیے یہاں کون سا کوئی
پھول برسانے کھڑا ہوگا اس لئے بغیر اطلاع دیئے آگئی۔ اگر آپ کو بُرا لگ
رہا ہے تو میں واپس چلی جاتی ہوں اطلاع دے کر پھر آؤں گی مگر یہاں آکر
بھی آپ کا ایسا منہ دیکھنے کو ملے گا اس لیے جانا کینسل۔ رجو میرے لیے جو س

لے کو آو اتنی دور سے آئی ہو کسی کو پانی تک پوچھنے کی فرصت نہیں!۔۔۔"

قندیل نے اپنی زبان کے جوہر دیکھائے

"دل کرتا ہے تمہاری یہ سو گز لمبی زبان کاٹ ڈالوں" نیلم نے سلگ کر کہا

اپنی معصوم بیٹی پر ایسا ظلم کرتے ہوئے آپ کے ہاتھ نہیں کانپیں گے
----- آپ کے پتھر جیسے دل میں ذرا بھی رحم پیدا نہیں ہوگا -----
کیا آپ اتنی ظالم ماں بن کر دیکھانا چاہتی ہیں؟؟؟؟؟" قندیل رنجیدہ ہوتے
ہوئے کہا اور مصنوعی آنسو نکلانے کی بھی کوشش کی مگر محسوس نکلے نہیں

نیلم نے غصے سے اسے دیکھا قندیل کی زبان قینچی سے بھی زیادہ تیز چلتی تھی
- جواباً قندیل نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں اور رجو کا لایا ٹھنڈا ٹھار
جوس پینے لگی۔ نیلم نے تاسف سے اسے دیکھا اور نظریں ٹی وی پر مرکوز
کردیں۔

"وڈ کہاں ہیں؟" جوس کا گلاس رکھ کر قندیل قندیل نے پوچھا
شوٹنگ کے سلسلے میں دبئی گئے ہیں "ٹی وی پر نظریں جمائے نیلم نے
جواب دیا۔ وقاص درانی ایک مشہور پروڈیوسر تھے

"حد ہے۔۔ میں یہاں اتنے دنوں بعد آئی ہوں اور آپ ٹی وی دیکھنے میں
مصروف ہیں۔ کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے، میں آپ کی سگی بیٹی نہیں ہوں؟
"قنچی کی طرح چلتی زبان نے پھر سے اپنے جوہر دیکھانا شروع کیے

"کاش ایسا ہوتا۔۔۔۔۔" نیلم نے سرد آہ بھری اور خونخوار نظروں سے
قندیل کو دیکھ کر کہا

"اگر تم میری سگی بیٹی نہ ہوتی تو میں کب کی تمہاری یہ دور دراز تک پھیلی
زبان کاٹ چکی ہوتی"

"واو۔۔۔۔۔" مام کتنا مزہ آتا۔ میں آپکی سوتیلی بیٹی ہوتی۔ آپ سارا دن مجھ پر
حکم چلاتیں۔ گھر کا سارا کام میں کرتی۔ مجھے صرف ایک وقت کا کھانا ملتا

جسے میں صبر و شکر سے کھا لیتی۔ یہاں تک کے اپنے پرانے کپڑے مجھے پہننے کے لیے دیتیں۔۔۔ اف!! ظالم ماں بلکہ سوتیلی ظالم ماں۔۔۔ مجھ۔۔۔ معصوم پر اتنے ظلم۔۔۔ اور میں۔۔۔ میں آپ سے چھپ چھپ کر آنسو بہاتی پھر وقت اپنی چال چلتا ایک شہزادہ آتا اور مجھے آپ کے چنگل سے چھڑا کر لے جاتا۔۔۔ ہائے۔۔۔ کتنا روشک سین ہوتا "سگی بیٹی نے اپنی خواہش کا اظہار کیا

"زہر لگتی ہو مجھے۔۔۔۔۔ تم جب ایسی باتیں کرتی ہو "نیلیم چبا چبا کر کہا

"اچھا ااااا۔۔۔! مجھے تو آپ حسین لگتی ہیں۔" آنکھ مار کر اس نے نیلیم کے غصے کو ہوا دی۔ اس سے پہلے کے نیلیم کی ہائی ہیل اڑ کر اسکو پیار کرتی وہ بیگ اٹھا کر اپنے روم کی طرف بھاگی۔ لبوں پر شرارتی مسکراہٹ سجائے وہ اپنے روم میں داخل ہو گئی۔

باشعور انسان دونوں ماں بیٹی کے تعلق دیکھتا تو عیش عیش کر اٹھے

*

*

دھیرے دھیرے سورج کی سنہری شعاعیں ہر چیز پر اپنا سنہرا پن چھوڑ رہی تھیں۔ چرند پرند چہچہاتے ہوئے اپنے رزق کی تلاش میں نکل رہے تھے۔ دن کا اجالا ہر سو پھیل رہا تھا۔ آگینے کب سے اس منظر میں کھوئی ہوئی تھی یہاں تک کے اسے فرحت بیگم کی آواز بھی نہ سنائی دی

"آگینے....! بیٹا کہاں کھوئی ہوئی ہو؟" فرحت بیگم نے اسے گم صم دیکھ کر پوچھا

"کہیں نہیں امی" آگینے نے نفی میں سر ہلا کر کہا

"پھر میری پیاری بیٹی اتنی اداس کیوں ہے؟" فرحت بیگم نے پیار سے دیکھتے ہوئے کہا

"بابا کی یاد آرہی ہے" آگینے نے نم آنکھوں سے کہا

"تمہارے بابا بہت پرسکون جگہ پر ہیں اس لیے بار بار رو کر تم اپنے بابا کے ساتھ مجھے بھی تکلیف دیتی ہو" فرحت بیگم نے اسے کی نم آنکھوں کو دیکھ کر کہا

"سوری امی۔۔۔۔۔ میں نے آپ کو بھی پریشان کر دیا" آنسو پونچھ کر آگینے نے شرمندگی سے کہا

"کبھی کبھی ہمیں اپنی قیمتی متاع کھونے کے بعد بھی، زندگی کے تسلسل کو برقرار رکھنے کے لیے جینا پڑتا ہے اور یہ زندگی کا اصول ہے" فرحت بیگم نے اسے سمجھایا

"پر اس تسلسل کو برقرار رکھنے کے بعد بھی انسان خالی ہاتھ کیوں رہے جاتا ہے؟" آگینے نے سوال کیا

"اتنے مشکل سوال کہاں سے سیکھ لیے آبی؟" فرحت بیگم نے حیرانی سے کہا

"کہیں سے نہیں، خود بخود آگئے۔ امی بتائیں نہ انسان خالی ہاتھ کیوں رہے جاتا ہے؟" آگینے نے اپنا سوال پھر دہرایا

"کس نے کہا کہ زندگی کے تسلسل کو برقرار رکھنے کے بعد بھی انسان خالی ہاتھ رہ جاتا ہے۔ یہ ہاتھ دیکھ رہی ہو (فرحت بیگم نے اپنے دونوں ہاتھ آگے کر دیئے) ان ہاتھوں نے بھی ساری زندگی، زندگی کے تسلسل کو برقرار رکھا ہے۔ پر میرے یہ ہاتھ خالی نہیں ہیں۔ کیوں کہ ان ہاتھوں کو دو اور ہاتھ بھی تھامے ہوئے ہیں اور وہ ہاتھ میری زندگی کا کل اثاثہ ہیں میرے جینے کی وجہ۔ میری بے رنگ زندگی کے کنوس میں ان دو ہاتھوں نے رنگ بھرا ہوا ہے" فرحت بیگم نے اپنے ہاتھوں میں آگینے کے ہاتھ پکڑ کر بات مکمل کی۔

"خوش رہو۔۔۔ میری دعا ہے جس طرح آج تم نے میری اتنی عزت کی ہے۔ مجھے احترام کا مقام دیا ہے۔ زندگی میں تمہیں بھی ایسا احترام حاصل ہو" فرحت بیگم نے اسے گلے لگا کر دل میں دعا دی۔۔۔

اور کچھ دعائیں بہت جلد قبولیت کا درجہ رکھتی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔

"اوہ مائی گاڈ! آبی تمہیں معلوم ہے ہماری یونی میں سنگنگ کنسرٹ ہونے والا ہے؟"

وانیہ نے دھڑ سے زمین پر بیگ رکھا اور گھاس پر چوکر پی مار کر بیٹھ گئی۔

"سچی؟؟؟" صباء نے خوشی اور حیرانگی کے ملے جلے تاثرات سے پوچھا

"تو۔۔۔۔۔ یہ کہ وہ "ہارٹ ایشو" مسٹر "زرجان شاہ" بھی آئے گا۔ اور جج کے فرائض انجام دے گا" وانیہ نے ایسے بتایا جیسے اسنے کوئی معرکہ سر کر لیا ہو

"کاش مجھے بھی سنگنگ آتی تو میں اپنی سنگنگ سے زرجان کو امپریس کر دیتی
 --ہااااااااااے! اور اس دن تو آبی کی وجہ سے میں اسے ٹھیک سے دیکھ
 بھی نہیں سکی تھی...."

صبا اس وقت کوئی دُکھی فلمی ہیروئن لگ رہی تھی اور ابھی تک اسے ملال تھا کہ آبی نے زرجان کی کزن کو اتنا سنا ڈالا اور وہ بھی تب جب زرجان بھی اپنی کزن کے ساتھ تھا

"اگر تمہیں اس دن کا ملال ابھی بھی ہے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔
کیچڑ اچھلنے پر کسی بھی بندے کا پارہ ہائی ہو سکتا ہے" آگینے نے منہ بنا کر
کہا اور وانیہ کے ہاتھ سے چنوں کا پیکٹ لے کر ٹونگنے لگی۔۔۔ صبا نے کھا
جانے والے انداز میں دیکھا

"اب اپنے دیدوں کو بڑا بڑا کر کے مجھے ڈراؤ تو نہ۔۔۔ ویسے تم اپنا بے سراگانا
گا کر لوگوں کے دل جیتنا چاہتی ہو تو یہ ممکن نہیں" آگینے نے تھوڑی دیر پہلے
صبا کی کہی بات کا جواب دیا۔ صبا کو تو تلوں لگی سر پر بجھی
"تصیح کر لیں میڈم! لوگوں کا نہیں۔ صرف اور صرف زرجان کا" صباء
نے چبا چبا کر کھا

"میرا مطلب بھی وہی ہے اس، دل کے مریض کا دل جیتنا چاہتی ہو" آگینے
نے معصومیت سے کہا

"تم نے پھر زرجان کو ہارٹ ایشو کے بجائے دل کا مریض کہا" صبا کا دکھ سے برا حال تھا اور وانیہ تو شائد بے ہوش ہوتے بچی۔

"اب بندہ سچ بھی نہیں بول سکتا" آگینے نے تاسف سے کہا جبکہ صبا اور وانیہ ایسا سچ سن کر اسے دبوچنے کے لیے لپکیں مگر تب تک آگینے دور بھاگ چکی تھی۔ اور وہ دونوں اسے پکڑنے کے لیے اسکے پیچھے پیچھے تھیں۔۔

*

*

"من و تو"

آگینے کی نظر ان دو لفظوں پر ٹھہری ہوئی تھی۔ یہ ڈائری بہت پرانی تھی۔ ساری خالی تھی صرف شروع کے پیج پر یہ لفظ بہت خوبصورتی سے لکھے گئے تھے۔ وہ بچپن سے اس ڈائری کو دیکھتی آئی ہے۔ فرحت بیگم اس ڈائری کو بہت سنبھال کر رکھتی ہیں۔ گر اس میں وہ کچھ لکھتی ہی نہیں

"امی! آپ اس ڈائری میں کچھ بھی نہیں لکھتیں۔۔ کیوں؟؟؟؟ اور اسے اتنا سنبھال کر رکھتی ہیں حالانکہ یہ تو بالکل خالی ہے" آخر کار آج آگینے بول پڑی

"کس نے کہا یہ خالی ہے؟ غور سے دیکھو اس میں بہت کچھ لکھا ہے۔"
فرحت بیگم نے ان لفظو ہاتھ پھیر کر کہا

"ہائیں! میں نے غور سے دیکھا ہے ان دو لفظوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں لکھا ہوا" آگینے نے باقاعدہ ڈائری اپنے ہاتھ میں پکڑی اور فرحت بیگم کو کھول کر دیکھائی

"جس طرح خاموشی بھی بامعنی اور کچھ لفظوں کو بیان کرتی ہے۔ ایسی طرح کچھ تحریروں کو مکمل بیان کرنے کے لیے چند لفظ ہوتے ہیں۔ یہ چند لفظ پوری تحریر بیان کر دیتے ہیں۔ میرے لکھے گئے یہ دو لفظ بھی ایک تحریر کی مکمل عکاسی کرتے ہیں۔ اس لیے ان دو لفظوں کے بعد مجھے کچھ لکھنے کی

ضرورت محسوس نہیں ہوئی " فرحت بیگم نے پیار سے ان لفظوں پر دوبارہ
ہاتھ پھیر کر کہا

فرحت بیگم نے آگینے کو دیکھا جو حیران نظروں سے ڈائری کو دیکھ رہی تھی

" سمجھ آیا؟؟؟ " فرحت بیگم نے آگینے سے پوچھا اور آگینے نے نفی میں سر ہلایا

" من و تو کا مطلب کیا ہے آبی؟؟؟! "

" میں اور تم " آگینے نے فر سے جواب دیا

" میں اور تم " سے مراد کون لوگ ہیں؟؟؟ "

"میں اور تم یعنی دو لوگ جو ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں" آگینے
نے سوچ سمجھ کو جواب دیا

"اچھا تمہارا مطلب ہے boy & girl" فرحت بیگم نے اسے دیکھتے ہوئے کہا
جواباً آگینے نے اثبات میں سر ہلایا

"من و تو" کے لفظ کو ضروری نہیں کہ صرف مرد اور عورت کی محبت سے
مشروط کیا جائے بلکہ من و تو کا مطلب ہے "محبت" اور یہ محبت اپنے اندر
بہت وسعت رکھتی ہے۔ ہزاروں محبتیں چھپیں ہیں ان دو لفظوں
میں!!!!

"من و تو" ہماری محبت اپنے رب سے کیونکہ ہماری اپنے رب سے محبت
بھی صرف اور صرف "میں اور تم" پر مشتمل ہے۔

"من و تو" ایک ایسی محبت جو محبوب کو عرشوں پر اپنے رب سے ملوائے

"من و تو" تسبیح کے دو دانے جہاں تیسرے دانے کی گنجائش نہیں

اور اسکے بعد آتی ہیں "من و تو" پر مشتمل دنیاوی محبتیں

اور اگر ان محبتوں کو صرف ایک لفظ میں بیان کیا جائے تو۔۔۔ "من و تو" ایک "پاکیزہ محبت"

"اب سمجھ آیا۔۔۔؟؟" فرحت بیگم نے آگینے سے پوچھا جو ابھی تک اپنی ماں کی باتوں کے سحر میں تھی۔ آگینے نے اثبات میں سر ہلایا

"ہاں۔۔۔!" "من و تو" کا مطلب بہت ساری مقدس محبتیں ہیں "آگینے نے پرجوش ہو کر کہا

"ہاں۔۔۔۔۔" ایسا ہی سمجھ لو "فرحت بیگم نے مسکرا کر کہا

"اوہ نوو! میں ابھی بھی بہت کنفیوژ ہوں !!!" آگینے نے الجھ کر کہا

"وہ کیوں؟" فرحت بیگم نے ڈائری بند کر دی

"آپ نے کہا "من و تو" میں بہت ساری محبتیں چھپی ہیں۔۔۔۔۔ کون کون سی یہ بھی بتا دیں نہ؟؟" آگینے بے التجائیہ لہجے میں کہا

"آگینے" فرحت بیگم نے بہت پیار سے، اسے پکارا

"جی امی!" آگینے نے سرانگی گود میں رکھ دیا

"تم من و تو کی صرف ایک محبت کو اپنا لو باقی محبتیں خود بہ خود مل جائیں گی" فرحت بیگم اسکے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں

"کون سی؟" آگینے نے سوال کیا

"صرف اور صرف اپنے رب کی محبت اپنا لو۔ دنیا میں جتنی خوشیاں
، جتنی تکلیفیں ملیں۔ مگر تم نے کبھی اپنے اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہونا بلکہ
اپنے رب کی محبت کو "من و تو" پر مشتمل کر دو۔ زندگی میں ہر وقت اپنے
اللہ کو یاد رکھو اور پھر ساتویں آسمان پر اپنا عرش سجائے بیٹھا رب تمہیں ہر
محبت سے نوازتا جائے گا۔ یہ مقام شکر ہے اور شکر ادا کرنا لازم ہے"
فرحت بیگم کی سحر زدہ آواز اسکی روح میں اتر گئی۔ اسنے بے ساختہ پیار سے
اپنی ماں کو دیکھا

"اللہ نے اسے ماں جیسی دولت سے نوازا تھا۔ جو آہستہ آہستہ اسے
صراطِ مستقیم پر چلنا سیکھا رہی تھی۔ یہ بھی مقام شکر تھا اور شکر ادا کرنا
لازم تھا"

"کم از کم آج تو اماں بی بی بن کر آنے کی زحمت نہ کرتی" صباء نے آگینے کو
گلے ملتے ہوئے منہ بنا کر کہا۔

آگینے نے ٹخنوں سے ذرا اوپر آتا خوبصورت گھیردار فراک زیب تن کیا ہوا
تھا، ہم رنگ دوپٹہ سر پر اڑھے اور کندھوں پر براؤن چادر لیے وہ بہت پیاری
اور پُر وقار لگ رہی تھی۔

"اپنی تقریر اپنے پاس رکھوں۔ میں یہاں صرف تمہارے کہنے پر آئی ہوں ورنہ
مجھے کوئی شوق نہیں تھا یہاں آکر بے سرے گانوں سے فیضیاب ہونے کا"
آگینے نے چبا کر کہا اور ہاتھ میں پکڑا چنوں کا پیکیٹ کھول کر مزے سے
کھانے لگی

"اللہ! تم میں تو سچ میں کوئی بدروح مقید ہے۔ تبھی تو تم اتنے سُریلے
گانوں کو بے سُر کہتی ہو" صبا کو آگینے پر بہت تاسف ہوا۔

کنسرٹ شروع ہوا تو وہ دونوں وانیہ کو ڈھونڈ کر ایک ساتھ بیٹھ گئیں۔ صبا
اور آگینے بچپن کی دوست تھیں جبکہ وانیہ سے انکی دوستی یونی میں ہوئی تھی
"وہ دیکھو آبی! زرجان شاہ" وانیہ نے آگینے کو کہنی مار کر کہا

"کہاں کھو گئی میڈم؟" صبا کی آواز اسے ہوش کی دنیا میں لے آئی

"ہاں" آگینے نے صبا اور وانیہ کو دیکھا۔ دونوں اسے ہی گھور رہی تھیں

"میں نے تو صرف دیکھنے کا کہا تھا۔ تم تو ووو اسے دیکھتے ہی ارد گرد سے بیگانہ ہو گئی" وانیہ نے چڑاتے ہوئے کہا

"مان لو آبی! وہ بہت ہینڈسم اور ڈیشنگ ہے۔ تبھی تو تمہاری نظریں بھی نہیں ہٹ رہی تھیں اور میں تو اسے دیکھ کر ہی آنکھیں جھپکانا بھول جاتی ہوں ہااااااااااے۔" صبا میڈم کیوں پیچھے رہتی

"فٹے منہ تم دونوں کا۔۔۔۔۔ اب یہ ڈرامے بند کروں" آگینے نے تپ کر
دونوں کو سنا ڈالا۔

*

*

"ارے فرحت ان سب چیزوں کی کیا ضرورت تھی۔ ہم مہمان تھوڑی
ہیں۔ ہم تو تمہارے اپنے ہیں اور اپنوں کو مہمانوں کا درجہ دینا اچھی بات
نہیں ہے۔" مہرین نے خفگی سے اتنے سارے لوازمات کو دیکھ کر کہا جو
فرحت بیگم انکے سامنے رکھ رہی تھیں۔

"بھابھی! یہ سب تو میں خوشی سے کر رہی ہوں۔" فرحت بیگم نے مسکرا
کر جواب دیا۔ عباس آج فرحت کے گھر پوری فیملی کے ساتھ آیا ہوا تھا۔
فرحت بیگم کو انکے رویے اور اخلاق سے معلوم ہو گیا تھا کہ دونوں بدل گئے
ہیں۔ ماضی میں مہرین نے جو بھی اسکے ساتھ کیا تھا اسکی معافی مانگ لی تھی
اور فرحت بیگم نے دل سے معاف کر دیا تھا۔

"ماشاء اللہ شایان تو بہت بڑا ہو گیا ہے" فرحت بیگم نے پیار سے شایان کو دیکھ کر کہا اور شایان مسکرا دیا

"پھوپھو! آگینے کہاں ہے؟" آگینے کی ہم عمر شمرہ نے پوچھا

"وہ یونی گئی ہوئی ہے۔ آج تو انکی یونیورسٹی میں کوئی کنسرٹ ہے اس لیے دیر کر رہی ہے"

"اچھا" شمرہ نے اداسی سے کہا وہ آج اپنی کزن اور پیاری سی بہن سے ملنے کے لیے بے تاب تھی۔

*

*

کنسرٹ اپنے اختتام پر پہنچ چکا تھا۔ جتنے والوں کے چہرے پر خوشی رقص کر رہی تھی جبکہ ہارنے والے اداس نظر آرہے تھے۔ زندگی میں ہارنے اور جیتنے کے لمحے ہی ہمیں بہت کچھ سیکھا دیتے ہیں اور زندگی ہارنے اور جیتنے کے دونوں پہیوں پر ہی تو چل رہی ہے۔

آخر میں سب نے زرجان سے ریکویسٹ کی کی وہ اپنا کوئی ایک گانا سنا دے
- ہر سو خاموشی چھا گئی تھی اسٹیج کے درمیان بیٹھا زرجان اپنا گٹار ہاتھ میں
پکڑے چاروں طرف اپنی آواز کا سحر چھوڑ رہا تھا

اورے پیاسن، اورے پیاسن

اورے پیاسن، اورے پیاسن

محبت کیسے خواب لائی

دلِ برباد میں

عشق کے عذاب لائی

حالِ دل ہو کیسے بیاں

زندگی کے سکوں میں

عجب کرب کی رات لائی

اورے پیاسن، اورے پیاسن

اورے پیا سن ، اورے پیا

(سمیرا)

یہ زرجان کا پہلا سونگ تھا جو اسے شہرت کی بلندیوں تک لے گیا۔ ہر کوئی اسکی آواز کے سحر میں جکڑا ہوا تھا۔ اسکی آواز میں عجیب درد تھا جو محسوس ہونے لگتا۔ گانا ختم ہوا تو ہال میں ہر طرف تالیوں کی آواز گونج رہی تھی۔ آہٹنے کو احساس ہوا کہ کسی نے اسکے چادر کا کونا پکڑا ہوا ہے اور یہ یقیناً صبا ہوگی کیوں وہ ہمیشہ اسکی چادر کا کونا پکڑتی تھی۔ اسنے صباء کو دیکھا جو چادر کے کونے سے آنسو پونچھنے کے ساتھ ساتھ ناک پونچھنے کا فریضہ بھی انجام دے رہی تھی۔ آہٹنے نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا اور اپنی چادر کھینچ لی۔

"ظالم لڑکی! کم از کم اتنا تو خیال کر لو سامنے والا کس سچویشن میں کھڑا ہے"

صباء نے اچانک چادر چھیننے پر کہا اور دوبارہ اسکی چادر پکڑ کر آنکھوں کے ساتھ ساتھ ناک بھی صاف کر ڈالی

"استغفر اللہ! کتنی گندی ہو تم! ٹشو پیپر نہیں ملے کیا؟"

"میرے پاس جتنے تھے سب ختم ہو گئے اور وانیہ نے تو اپنا ایک بھی ٹشو پیپر نہیں دیا اس لیے میں نے چادر سے کام چلا لیا" صباء نے معصومیت سے کہا اور آگینے نے وانیہ پر نظر ڈالی جو شوشوں کرنے میں مصروف تھی۔ آگینے نے دونوں نمونیوں کو دل میں خوب سنایا۔

"اسے تم ہی پہنو" آگینے نے اپنی چادر صباء کو دی اور اسکے بیگ سے گولڈن کلر میں ہلکے ہلکے کام سے میزن مہرون شال کندھوں پر اچھی طرح اوڑھ لی۔

*

*

کنسرٹ کب کا ختم ہو چکا تھا۔ مگر صباء اور وانیہ ابھی تک وہیں جمعی ہوئی تھیں۔ دونوں کو "زرجان عرف دل کے مریض" کا آٹوگراف چاہیے تھا۔ مگر اسکے گرد پہلے ہی لڑکے لڑکیوں کا ٹولہ موجود تھا۔ صباء اور وانیہ کو آج

آٹو گراف ملنا مشکل ہی نہیں نہ ممکن نظر آ رہا تھا۔ آخر تنگ آکر آگینے نے جانے کی دھمکی دی اور اس پر رد عمل بھی کیا کیونکہ اسے معلوم تھا اگر وہ ایسا نہ کرے تو دونوں کا رات بھر ملنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔

کھلے آسمان تلے آکر اسے شام کی خوبصورتی کا اندازہ ہو رہا تھا۔ سورج ڈوبنے کی وجہ سے نارنجی بادل اب سرمئی لبادہ اوڑھ رہے تھے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا رقص کر رہی تھی۔ دوبار وہ اسنے شال کو کندھوں پر صحیح کیا لیکن ہوانے پھر سرزش کی اسنے جھنجھلا کر پھر سے شال کو اچھی طرح اوڑھا۔ صباء کی شال اسے سنبھالی ہی نہیں جا رہی تھی اوپر سے اس پر کام بھی کیا گیا تھا اس لیے ہوا سے بار بار پھسل جاتی تھی۔

"ہزار دفعہ کہا ہے صباء! میری چادر کا کونا نہ پکڑا کرو مگر تم ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتی ہو" آگینے نے جھنجھلا کر مڑتے ہوئے سنایا۔ کیوں کے اسکی شال کو کسی نے پکڑ لیا تھا۔ آگینے کو یقین تھا کہ وہ صباء ہوگی

وہ جو اپنی ہم جولیوں کے سنگ روش کے دائیں بائیں کناروں پر جلتے دیے رکھ رہی تھی۔ وادی دل کے دروازے پر ہونے والی دستک کی آواز سن کر اسکے دیا رکھتے ہاتھ تھم گئے۔ اسنے ایک نظر اپنی ہم جولیوں پر ڈالی وہ سب ہنستی مسکراتی، خوشی سے، آہستہ آہستہ دیا رکھتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھیں جیسے یہ دستک اسکے علاہ کسی نے نہیں سنی۔ اسنے اپنے ہاتھ میں پکڑا دیا روش پر رکھا اور اپنا لہنگا سنبھالتی وادی دل کا دروازہ کھولنے کے لیے بڑھ گئی۔ وہ بہت دور پہنچ چکی تھی اسنے ایک نظر اپنی ہم جولیوں پر ڈالی انکے چہروں پر خوشی رقص کر رہی تھی۔ اسنے مسکرا کر سب کو دیکھا اور پھر اپنا لہنگا سنبھالتی دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے مگر وہ جتنا آگے بڑھ رہی تھی دروازہ اتنا دور ہوتا چلا جا رہا تھا۔ وہ جتنی آسانی سے اس دروازے سے اندر آئی تھی اب اتنا ہی مشکل واپس دروازے تک پہنچنا لگ رہا تھا۔ آخر تھک کر وہ لڑکھڑائی اور روش کے درمیان منہ کے بل گر گئی۔

اور وہ جو محبت ہے نہ، وہ ابھی بھی بہت دور کھڑی تھی۔ من و تو کا
ایک سایہ دستک دے رہا تھا اور دوسرا جلتے دیوں کی روش کے درمیان
گھٹنوں میں سر دیے بیٹھا تھا۔ وادی دل میں آنا آسان تھوڑی ہے۔ محبت
یہ سوچ کر مسکرا کر دی اور آسمان سے گرتی زرفشاں کو دیکھنے
لگی۔۔۔۔۔

یہ خواب نہیں حقیقت ہے۔ یہی سچ ہے وہ دوبارہ اس کے سامنے کھڑا ہے۔
زندگی میں پہلی بار وہ اسے اتنے قریب سے دیکھ رہی تھی اسکی نیلی آنکھوں
میں اب بھی اداسی تھی اور وہ اداسی کی وجہ ڈھونڈنے لگی

"اگر میرا ایکسرا ہو گیا ہے تو مہربانی کر کے اپنی یہ شال میری گھڑی سے
چھڑوا دیں۔" زرجان نے اپنا ہاتھ آگینے کی طرف بڑھایا جبکہ آگینے اسکی بات
پر تپ گئی

"آپ خود بھی اپنے ہاتھوں کو زحمت دے کر چھڑوا سکتے ہیں" آگینے نے
حساب برابر کیا

"محترمہ جب آپ میرا ایکسرا کرنے میں مصروف تھیں، میں اسے
چھڑوانے کی کوشش ہی کر رہا تھا مگر ایک ہاتھ سے نہیں چھوٹ رہا" زرجان
نے ابرو اچکا کر کہا

"آپ کا ایکسرے کون کر رہا ہے۔۔۔۔۔ ہاں؟ اور میں۔۔۔۔۔" زرجان کی
سردنگاہیں دیکھ کر آگینے اپنی بات مکمل نہ کر پائی

"اسے جلدی چھڑاو، مجھے دیر ہو رہی ہے" زیاد شاہ نے کال کر کے اسے گھر
جلدی آنے کا کہا تھا

"آگینے گھڑی میں اٹکا شال کا کونا چھڑانے لگی۔ گھڑی اتنی اسٹائلش تھی کہ
کوئی بھی چیز آسانی سے اٹک سکتی تھی (اللہ اللہ! انسان کو اتنی اسٹائلش چیز

آبگینے کا بریسلٹ گھڑی سے اٹک گیا (اللہ اللہ! وہ منہ میں بڑبڑائی) اور بریسلٹ چھڑوانے لگی۔ مگر کافی کوشش کے بعد بھی نہ نکلا۔ جیسے بریسلٹ نے قسم کھائی ہوئی ہو۔۔۔ نہ آبی نہ! میں نہیں نکلتا۔

"ایک منٹ!" زرجان نے اسے کہا اور ہاتھ بڑھا کر اسکے بریسلٹ کا ہک کھال دیا۔ اب بریسلٹ واچ کے ساتھ لٹک رہا تھا۔ زرجان کو جلد زیادشاہ کے پاس پہنچنا تھا اس لیے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا آگے چل دیا اور پیچھے آگینے منہ کھولے حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی جو اسکا نیو بریسلٹ لٹکا کر آرام سے چل دیا۔

"السلام علیکم! امی" آگینے نے آتے ہی سلام کیا اور ڈرائنگ روم میں بیٹھے مہمانوں کو دیکھ کر اس کے چہرے پر خوشی پھیل گئی۔

"ثمرہ!" اسنے خوشی سے ثمرہ کو گلے ملتے ہوئے کہا

"جی جی! سوئیے" ثمرہ شوخ ہوئی۔

ماموں ممانی اور شایان بھائی سے مل کر اسے بہت خوشی ہو رہی تھی۔ اور شایان وہ تو آگینے کو دیکھ کر چونک گیا تھا۔ پھوپھو کی بیٹی اتنی حسین نکلے گی

اسے آج پتہ چلا تھا۔۔۔!

"اچھا اب اچھلنا کو دنا بند کرو۔ جاو چینج کر لو پھر سب مل کر کھانا کھاتے ہیں

"فرحت بیگم نے آگینے کو بچوں کی طرح خوش ہوتے دیکھ کر کہا۔ وہ

اثبات میں سر ہلاتی جلدی اپنے روم کی طرف بڑھ گئی۔ اپنوں کے رویے

جب بہتر ہو تو بہت سکون اور خوشی دیتے ہیں۔

سچ میں۔۔۔۔۔؟

"Any problem Dad?"

زر جان نے پریشان بیٹھے زیاد شاہ کو دیکھ کر پوچھا

زیادشاہ نے سراو پر اٹھا کر اسے دیکھا

"اگر تمہیں اپنے باپ کی پریشانیوں سے کوئی مطلب ہوتا تو مجھے بار بار اس طرح سرپکڑ کر بیٹھنے کی ضرورت پیش نہ آتی!" زیادشاہ نے کھڑے ہوتے کہا

"کیا مطلب؟" زرجان نہ سمجھی سے بولا
جواباً زیادشاہ نے ایک پیپر اسکے سامنے لہرایا جہاں زرجان کی تصویر پر کراس لگایا گیا تھا اور بڑے بڑے حرفوں میں SOON لکھا ہوا تھا

"ہو سکتا ہے کہ یہ سب کسی نے محض مجھے ڈرانے کے لیے کیا ہو!" زرجان نے آرام سے کہا

"شہزادے صاحب! اگر یہ پہلی دفعہ ہوتا تو میں بھی یہی سمجھتا۔ یہ صرف ڈرانے کے لیے نہیں ہے اس ہر بہت دفعہ عمل بھی کیا گیا ہے۔ اللہ کا شکر ہے تم ہر بار ان لوگوں سے بچ جاتے ہو مگر زرجان یہ لوگ جو بھی ہیں مجھے

اب ان سے ڈر لگنے لگا ہے اس لیے میں نے تمہارے لے سکیورٹی اور گارڈز کا انتظام کر دیا ہے۔ اب تم انکے بغیر گھر سے نہیں نکلو گے! "زیاد شاہ نے حکمانہ انداز میں کہا۔ اس عمر میں اپنے جوان جہان بیٹے کو کھونے کی ہمت وہ نہیں کر سکتے اور اس ڈر و خوف نے انہیں اور بوڑھا بنا دیا ہے "وید! میں کوئی چھوٹا بچہ نہیں ہو۔ یہ لوگ جو بھی ہیں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے" زرجان نظریں کاغذ پر مرکوز کیے بولا

"تم میری بات مان کیوں نہیں لیتے انسان کو اپنے دشمن کو ہلکا نہیں لینا چاہیے خاص کر تب، جب وہ چھپا ہوا ہو کیونکہ چھپا ہوا دشمن کبھی بھی وار کر سکتا ہے اور انسان کو وہ اچانک دیا جانے والا وار بہت گہرا زخم دے سکتا ہے" زیاد شاہ نے سمجھایا مگر زرجان اپنے باپ کی بات مان لے نہ ممکن

"میرے خیال میں آپ بہت تھک چکے ہیں۔ آپ کو آرام کی ضرورت ہے" زرجان کی بات انہیں سلگا گئی

"میرے بیٹے کی جان خطرے میں ہے اور میں آرام کروں؟" زیاد شاہ نے
غصے سے زرجان کو دیکھ کر کہا

"نہ آپ میری بات مانیں گے اور نہ میں آپ کی بات مانو گا نتیجہ۔۔۔۔۔ صفر
!" زرجان نے اکتا کر کہا اور روم سے باہر چلا گیا جاتے ہوئے دروازہ کو پیٹنا
(زور سے بند کرنا) ضروری سمجھا

"یہ لڑکا پوری دنیا کی بات مان لے گا سوائے اپنے باپ کے!" زیاد شاہ نے
غصہ ضبط کرتے ہوئے سوچا اور فون پر کال ملائی

"ہیلو! ڈی ایس پی؟۔۔۔ جب تک حیدر نہیں آجاتا تب تک میرے بیٹے کی
سکیورٹی آپکے ذمے ہے۔ اور ہاں زرجان کو اس بات کا پتہ نہیں لگنا چاہیے
۔ شکریہ!" کال منقطع کر کے انہوں نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگالی۔

یہ دشمن صرف ایک شخص ہو سکتا ہے جس سے زیادہ شاہ کا ماضی جڑا تھا۔
اور اسکا سوچ کر زیادہ شاہ کی کنپٹی کی رگ غصے سے پھڑک اٹھی۔۔۔۔!

*

*

نین سجن دے عشق کتاباں
تے میں پڑھد ازرا نہ تھکاں
اک اک نظر وچ لفظ ہزاراں
تے ہر لفظ دے مطلب لکھاں

وہ جو اپنی کتابوں میں سردیے بیٹھی تھی۔ اپنے موبائل پر موصول ہونے
والا ٹیکسٹ پڑھ کر اسکے لبوں پر مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔ سامنے لیپ
ٹاپ پر کام کرتی نیلم کی نظر قندیل پر پڑی

"خیریت یہ آپ ہی آپ مسکرایا جا رہا ہے؟" نیلم پوچھے بنا نہ رہے سکی۔

"افلورس مام! خیریت ہی ہے مگر رر رر رر! بہت جلد آپ کو اپنے داماد کی خیریت معلوم کرنی پڑے گی" قندیل درانی نے جتنی معصومیت سے کہا معصومیت بھی عیش عیش کر اٹھی۔

"کیا حیدر کو کچھ کہا تم نے؟" نیلم نے گھور کر کہا۔ حیدر، وقاص درانی کے بڑے بھائی وقار درانی کا بیٹا تھا۔ وقار درانی امریکہ میں سیٹل تھے۔ حیدر کا چھوٹا بھائی والد کے ساتھ بزنس سنبھالتا تھا جبکہ حیدر پولیس آفیسر تھا۔ وقاص اور وقار کے والد دنوں بھائیوں میں رشتہ مضبوط کرنا چاہتے تھے اس لیے قندیل اور حیدر کا نکاح بچپن میں کر دیا گیا تھا۔

"میں معصوم ایک پولیس آفیسر کو بھلا کیا کہے سکتی ہوں" ہائے ری معصومیت۔

"دیکھو تم بچے کو تنگ نہیں کرو گی!" نیلم نے اسے کال ملاتے دیکھ کر کہا

"ارے میری پیاری مام! میں آپ کے بچے کو کیسے تنگ کر سکتی ہوں؟ وہ تو
آوٹ کنٹری ہے۔ میں تو بس اسکی خیر و عافیت معلوم کروں گی" قندیل
درانی پر عیش عیش کر کے، اب معصومیت بے ہوش ہو چکی تھی۔ قندیل
فون کان سے لگا کر بالکونی میں چلی گئی

"پتہ نہیں یہ لڑکی کب سدھرے گی۔ فتنی نہ ہو تو!" نیلم منہ میں بڑبڑانے
لگی

"زرنش! زرجان نے ابھی تک شادی کی کوئی بات نہیں کی؟" صبحی نے
موبائل میں غرق زرنش کو جھنجھوڑ کر کہا

"نہیں مام!" زرنش نے کندھے اچکائے

"کیا مطلب ہے؟ آخر کب تک وہ تمہیں اس طرح گھماتا رہے گا؟ بھئی!
شادی کرے بیوی بنائے پھر جہاں مرضی گھماتا پھرے۔" صبو حی نے
رعونت سے کہا

"مام! پہلے اس بات کی تصحیح کر لیں وہ مجھے لے کر کہیں گھومنے نہیں جاتا بلکہ
مجھے ہی اسے ایگری کرنا پڑتا ہے گھومنے کے لیے، اگر میں ایسا نہ کروں تو وہ
ہفتوں مجھے یاد نہیں کرتا!" زرجان کا رویہ زرنش کی سمجھ سے باہر تھا وہ
صرف اسے کزن کی حیثیت دیتا تھا اور کچھ بھی نہیں!

"میں بات کرتی ہوں نیلم سے، ویسے وہ کہیں اور انٹرسٹڈ تو نہیں؟" بے
ساختہ ایسی سوچ آنے پر وہ پریشان ہو گئیں۔ اتنی دولت اور جائیداد کا اکلوتا
وارث انہیں چراغ لے کر ڈھونڈنے پر بھی نہیں ملے گا

"نہیں! مام وہ کہیں انٹرسٹڈ نہیں ہے"

"بس ایک دفعہ تمھاری زرجان سے شادی ہو جائے۔ پھر تمہیں ایسے گن سکھاؤں گی کہ وہ تمھارے عشق میں پاگل ہو جائے گا" صبوچی نے زرنش کی تھوڑی کو پیار سے پکڑ کر کہا اور زرنش بھی مسکرا نے لگی

* * *

وہ تینوں اس وقت شہر کے بہترین ریسٹورنٹ میں بیٹھی تھیں۔ وانیہ کی اگلے ہفتے انکلیجمنٹ تھی اس خوشی میں اس نے دونوں کو ٹریٹ دی تھی۔ وانیہ کے فادر مشہور بزنس مین تھے۔ اور وانیہ انکی اکلوتی اولاد تھی اسکے لیے مہنگے ریسٹورنٹ میں ٹریٹ دینا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔

"میں تو کبھی خوابوں میں بھی اتنے مہنگے ریسٹورنٹ میں نہیں آئی" صباء نے ایکسائٹڈ ہو کر کہا

"خوابوں میں بھی شاید تمھاری ہٹلر ماں تم پر نظر رکھے ہوئے ہوتی ہے اس لیے تم ایسی جگہوں پر جانے سے قاصر ہو" آگینے نے جلادینے والی

مسکراہٹ منہ پر سجا کر کہا اور صباء سچ میں سلگ گئی کیونکہ صباء کی ماں سچ میں ہٹلر کی جڑوا بہن تھی۔

وہ تینوں کھانے سے بھرپور انصاف کر رہی تھیں۔ تبھی آبگینے کی نظر سامنے آکر بیٹھنے والے تین نفوس پر ٹہر گئیں۔ اور اسکا منہ میں جاتا چمچ رک گیا

زرجان کو معلوم تھا ارد گرد کی بہت سی نظریں اسے دیکھنے میں مصروف ہیں۔ اب وہ ان نظروں کا عادی ہو چکا تھا۔ بے ساختہ اسکی نظر اپنے سے کچھ فاصلے پر بیٹھی تین لڑکیوں پر پڑی جن میں سے ایک لڑکی چمچ ہاتھ میں پکڑے منہ کھولے اسے دیکھنے میں مصروف تھی۔ دو دفعہ پہلے بھی وہ اسے مل چکا تھا وہ لڑکی سچ میں دماغ سے خالی تھی۔

"آہم آہم! ہماری آبی تو لگتا ہے بیٹھے بیٹھے ہوش و خرد سے بیگانہ ہو چکی ہے!"
"وانیہ نے کہہ کر قہقہہ لگایا اور صباء نے بھی اسکا مکمل ساتھ دیا۔"

"یار مانا کہ شہرت حاصل کرنے کے بعد بندہ پبلک پر اپرٹی بن جاتا ہے اور لوگ اسے جیسے چاہے گھور سکتے ہیں۔ مگر جس طرح تم زرجان شاہ کو تکے جا رہی تھی اُس بچارے نے تو تمہیں ایک دفعہ دیکھ کر دوبارہ دیکھنے سے توبہ کر لی ہوگی" صباء نے اسے چڑایا مطلب وہ بھی اسے اس طرح دیکھتے ہوئے، دیکھ چکا تھا۔

"اللہ اللہ! وہ شخص تو مجھے سائیکو سمجھے گا" وہ منہ میں بڑبڑائی اور دوبارہ کھانا شروع کر دیا

"فرحت یہ لڑکا کون تھا؟" مہوش (صباء کی ماں) نے پوچھا

"میرے بھائی کا بیٹا ہے شایان!" فرحت بیگم نے چائے کپ مہوش کو دیا

"کہیں دیکھا دیکھا لگ رہا ہے" مہوش نے سوچتے ہوئے کہا

"کہاں؟" فرحت بیگم نے صوفے پر بیٹھ کر سوالیہ نظروں سے پوچھا

"یاد نہیں آ رہا کہاں دیکھا ہے!" مہوش نے چائے کا سپ لے کر کہا

"اچھا! چھوڑو ان باتوں کو بچہ ہے کہیں نظر آ گیا ہوگا!" فرحت بیگم نے کہا
اور مہوش بھی سر جھٹک کر فرحت کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گئی۔
مہوش فرحت کی نہ صرف پڑوسی تھی بلکہ سالوں ایک ساتھ رہنے کی وجہ سے
دونوں میں بہنوں جیسا پیار تھا۔

"میرا موبائل تو ٹیبل پر رہ گیا ہے" صبا نے پریشانی سے کہا

"کوئی چیز سنبھالی بھی جاتی ہو تم سے یا نہیں؟ آگینے نے زچ ہو کر کہا

"تم دونوں رکومیں لے کر آتی ہوں" صبا نے آگینے کو گھورا اور اندر چلی گئی

"میں مام! کی کال سن کر آتی ہوں!" زرنش نے قندیل اور زرجان سے کہا

اور وائبریٹ کرتا موبائل اٹھایا، شاید اسے دھیان نہیں رہا اس لیے اپنے بائیں ہاتھ میں جوس کا گلاس پکڑے جلدی جلدی باہر کی طرف بڑھی اور تبھی اسکی ٹکر اندر کی طرف دوڑتی صباء سے ہوئی۔ سارا جوس اسکے کپڑے خراب گیا۔ گلاس کے ساتھ اسکا موبائل بھی زمین بوس ہو چکا تھا۔ انتہائی غصے میں زرنش نے ٹکرانے والی لڑکی کو ایک ہاتھ جڑ دیا۔ صبا حیرانی سے اپنے گال پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔ سب لوگ اس تماشے کو دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔

"یو ایڈیٹ! نظر نہیں آتا کیا؟ میری ڈریس خراب کر دی اور میرا اتنا مہنگا موبائل بھی توڑ دیا۔ پتہ نہیں کون سا شوق تم جیسی غریب عوام کو چرٹھ جاتا ہے جو شوخی کے لیے ان مہنگے ریسٹورنٹ میں آجاتے ہو۔ نہ مینرز ہیں اور نہ چلنے پھرنے کے آداب! غربت تو تم لوگوں کے منہ سے ٹپکتی ہے

۔ تبھی اپنے منہ کا ذائقہ چینیج کرنے یہاں کا رخ کرتے ہو۔۔۔۔۔ ہونہہ "
 زرنش نے نخوت سے کہا اسکا غصہ ساتویں آسمان پر تھا۔ صباء زور و قطار
 رونے میں مصروف تھی۔ یہاں امیر سے امیر تر لوگ موجود تھے سب اس
 شلواری قمیص میں سو گز لمبا دوپٹہ اوڑھے لڑکی کو، حقیر نظروں سے دیکھ رہے
 تھے۔

" مینیجر کہاں ہے؟ ریسٹورنٹ میں بھیک مانگنے والے لوگوں کو بھی آنے کی
 چھٹی دی ہوئی ہے تبھی تو یہاں دندناتے پھر رہے ہیں " زرنش نے ایک اور
 چوٹ کی۔ جبکہ دور کھڑے عفان مرزا کا دل کیا اس امیر زادی کو ایک ہاتھ
 جڑ دے اور وہ اسے سمجھانے کے لیے آگے بڑھا

"قندیل جاو زرنش کو لے کر آو" بات اتنی بڑی نہیں تھی جتنی زرنش
 نے بڑھا دی۔ اسلیے زرجان نے قندیل سے کہا

"اب کھڑے کھڑے رو کیا رہی ہو؟ دفعہ ہو جاو یہاں سے اور آئندہ ہم جیسوں کی برابری کرنے کے لیے کسی مہنگے ریسٹورنٹ میں آنے سے پہلے ہزار دفعہ سوچنا ورنہ اس سے بھی زیادہ بے عزتی ہوگی۔" زرنش یہ کہتے مڑی لیکن کسی نے جھٹکے سے اسکا ہاتھ کھینچ کر اپنے روبرو کیا اور تبھی یک زناٹے دار تھپڑ کی آواز پورے ریسٹورنٹ میں گونجی۔ عفان کے آگے بڑھتے قدم رک گئے۔ قندیل نے داد دیتی نظروں سے اسے دیکھا۔ جبکہ زرجان اسکی اتنی ہمت دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"اوہ! آئی ایم سوری! زیادہ زور سے تو نہیں لگی؟ اب کیا کریں ہم جیسے غریبوں کے پاس مینرز کی بہت کمی ہوتی ہے اور ہمارے پاس پیسہ بھی نہیں ہوتا۔ اگر پیسہ ہوتا تو مینرز بھی خرید لیتے۔ اس لیے بغیر مینرز کے ہی زندگی گزار دیتے ہیں۔ ویسے ہم جتنے غریب صحیح کسی کا ادھار نہیں رکھتے۔ اسی وقت واپس کر دیتے ہیں" آگینے نے زرنش کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا

"کیسا لگا آپ کو اپنا ادھار؟ آپ کو تو خوش ہونا چاہیے ایک غریب نے آپ کو آپکا ادھار بہت جلد و آپس کر دیا" آگینے کا اشارہ تھپڑ کی طرف تھا۔

"یو" زرنش نے آگینے کو تھپڑ مارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا جسے آگینے نے پھرتی سے پکڑ لیا۔

"چچ چچ چچ! ابھی اتنا سمجھایا مگر آپ ہیں کہ سمجھ ہی نہیں رہیں۔ ہم جیسے غریبوں پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے۔۔۔۔۔ تم! بھی ہزار دفعہ سوچنا ورنہ اس سے بھی زیادہ بے عزتی ہوگی" آگینے نے زرنش کی کہی بات اسے لوٹائی اور تم پر زور دے کر کہا

"یہ تھپڑ تمہیں بہت مہنگا پڑے گا۔ یاد رکھنا۔۔۔۔۔!" زرنش نے انگلی اٹھا کر وارن کیا اسے پہلے کے وہ اور کچھ کہتے۔ زرجان اور قندیل آگئے اور ریسٹورنٹ کے منیجر اور کچھ لوگوں کی وجہ سے معاملہ ختم ہو گیا۔ آگینے صبا

کا موبائل اٹھا لائی اور اسکا ہاتھ پکڑ کر باہر بڑھ گئی۔ مگر زرنش نے اسے سبق سکھانے کا طے کر کیا تھا۔

"بی بی جی! یہ چھوٹے صاحب کے کپڑوں سے نکلا ہے" بانو (ملازمہ) نے بریسلٹ عائشہ شاہ کو دیا۔

زرجان کی شہرت کی وجہ سے بہت ساری لڑکیاں بھی اسکی فینز تھیں۔ شاید غلطی سے کسی کا آگیا ہو مگر زرجان کی جیکٹ سے بریسلٹ نکلنا بہت عجیب بات تھی۔ عائشہ شاہ نے بریسلٹ کو غور سے دیکھا۔ بریسلٹ مہنگا نہیں تھا مگر ڈیزائن بہت خوبصورت تھا۔

سیڑھیاں اترتے زرجان کی نظر عائشہ شاہ کے ہاتھ میں پکڑے بریسلٹ پر پڑی۔ اور ساتھ میں بریسلٹ والی بھی اسکے ذہن میں آگئی جتنی معصوم وہ دکھتی تھی اتنی ہی تیز طرار تھی۔ زرجان نے سر کو جھٹکا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ بہت کم ہی گھر میں ٹکلتا تھا۔ عائشہ شاہ کو ہمیشہ اس سے یہی شکایت

رہی تھی مگر یہ شکایت کبھی لبوں پر نہیں آئی۔ شاید اسلیے کہ زرجان پر عاشے
شاہ سے زیادہ نیلم کا حق تھا۔

"کھانا لگاؤں بیٹا؟" عاشے شاہ نے بریسلٹ ٹیبل پر رکھ دیا۔ پتہ نہیں کیوں
آج عاشے شاہ کو امید تھی کہ وہ نہ نہیں کرے گا وہ ممتا بھری آس لگائے
اسے دیکھ رہی تھی۔

زرجان نے اثبات میں سر ہلایا اور ٹیبل سے بریسلٹ اٹھا لیا۔ عاشے شاہ کی
رگ رگ میں خوشی دوڑ گئی۔ اس نے بے ساختہ اللہ کا شکر ادا کیا۔

"یہ بریسلٹ زرنش کا ہے؟" عاشے شاہ زرنش سے دو تین دفعہ مل چکی تھی

۔

"جی" زرجان نے صاف جھوٹ بولا۔ کیوں؟ اسے خود بھی نہیں معلوم
تھا

"اچھا! بہت پیارا ہے" عائشہ شاہ کو بریسلٹ کافی پسند آیا تھا۔

"عائشہ! کھانا لگاؤ جلدی۔ لنچ کے بعد مجھے ضروری منگ کے لیے جانا ہے"

زیاد شاہ نے اندر آتے ہوئے کہا

"جی ابھی لگاتی ہوں" عائشہ شاہ کو خوشی ہوئی آج کتنے دنوں بعد پوری فیملی
ایک ساتھ لنچ کرے گی

"ارے شہزادے صاحب! آج آپ اس وقت بھی گھر پر نظر آرہے ہیں۔
خیریت؟" زیاد شاہ نے اپنا مخصوص جملا ادا کیا جو وہ اکثر زرجان کو سناتے
رہتے تھے۔

"میرے باپ کو بھی چین نہیں ہے گھر نہ نظر آوں تب بھی انکو پر اہلم ہوتی ہے اور نظر آجاؤں تو اپنے منہ سے پھول جھاڑے بغیر نہیں رہے سکتے"

زرجان منہ میں بڑبڑایا

"برخودار! تمہارا باپ ابھی بھی تمہارے سامنے بیٹھا ہے" زیاد شاہ نے نظریں لیپ ٹاپ پر جمائے کہا۔ کیونکہ انہوں نے زرجان کی بڑبڑاہٹ سن لی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ نظریں اٹھا کر اسکے ہاتھ میں بریسلٹ دیکھتے زرجان نے، نہ محسوس انداز میں بریسلٹ اپنی پوکٹ میں چھپایا۔ اگر زیاد شاہ کی نظر پڑ جاتی تو انکے منہ سے دوبارہ پھول جھڑنے لگتے۔

*

*

"کیا تم نے ایسا کیا؟" فرحت بیگم نے خفگی سے آگینے کو دیکھا

"امی اس نے سب لوگوں کے سامنے صباء کی اتنی انسلٹ کی مجھ سے رہا
نہیں گیا اس لیے میں نے بھی"

"اُسے تھپڑ مار کر حساب برابر کر لیا!" فرحت نے اسکا جملہ مکمل کیا۔ آگینے
نے شرمندگی سے گردن جھکالی

"میں نے تمہیں یہ سب تو نہیں دکھایا آبی؟!" فرحت بیگم نے تاسف سے
کہا

"I am really sorry ammi!"

آگینے واقعی میں بہت شرمندہ تھی

"سوری مجھے نہیں اس لڑکی سے کہنا چاہیے۔ بھلے اس لڑکی نے صباء کو جو
کچھ کہا۔ تمہیں اسکا جواب صبر و تحمل سے دینا چاہیے تھا۔ تاکہ اس لڑکی کو
اپنے کیے پر شرمندگی ہو مگر تم نے اس لڑکی کے ساتھ کیا پھر اس میں اور تم

میں کوئی فرق نہیں۔ میں نہیں چاہتی کوئی بھی میری پرورش پر انگلی اٹھائے
۔ آئندہ تم ایسا کوئی کام نہیں کرو گی جس سے مجھے اپنی پرورش پر تاسف ہو
۔"

"امی! میں آئندہ ایسا کوئی کام نہیں کروں گی پر اس اور اس لڑکی سے بھی
معافی مانگ لوں گی" آگینے نے سرانگی گود میں گھسایا

"آبی جس طرح انسان دوست خود بناتا ہے اسی طرح اپنے کسی عمل سے وہ
دشمن کا بھی خود انتخاب کرتا ہے۔ اور وہ دشمن انسان کے لیے بہت
خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ وہ دشمن صحیح موقع کی طاق میں ہوتا ہے اور
جب یہ موقع اسے ملتا ہے تو وہ اچانک وار کرتا ہے۔ یہ وار انسان کو بہت
زخمی کر دیتا ہے۔ پھر بھی اگر اس دشمن کو تسکین نہ ملے تو وہ زخموں پر آئی
کھرنڈ کو کھرچ دیتا ہے اور انسان اس درد سے کراہ اٹھتا ہے" فرحت فرحت
بیگم اسکے بالوں میں ہاتھ پھیر کر سمجھانے لگیں

"امی" آگینے نے گود میں منہ دیے فرحت کو پکارا

"جی امی کی جان!" فرحت بیگم نے پیار سے اسکے چہرہ سیدھا کیا

"آپ نے اتنی مشکل باتیں کہاں سے سیکھی ہیں؟"

"وقت اور حالات بہت بڑے استاد ہوتے ہیں وہ انسان کو بہت کچھ سکھا دیتے ہیں" فرحت بیگم نے اسکی پیشانی سے بال ہٹائے

"مطلب مجھے اتنی مشکل باتیں سیکھنے کے لیے وقت اور حالات کا سامنا کرنا پڑے گا" آگینے نے دماغ پر زور دے کر کہا

"آبی! ہزار دفعہ کہا ہے کہ سوچ سمجھ کر بات کیا کرو" فرحت بیگم اندر تک دہل گئیں۔ اللہ نہ کرے اسکی بیٹی پر ایسا وقت آئے بے ساختہ ہی انھوں نے اپنی بیٹی کے اچھے نصیب کی دعا مانگی۔

"اوہ نو! مطلب میں نے پھر کچھ غلط بول دیا" آگینے نے خود کو ڈپٹنے لگی

*

*

"اب تو اپنا موڈ ٹھیک کرو زرنش!" صبحی نے بیزار بیٹھی زرنش سے کہا

"کاش مجھے ایک بار وہ لڑکی مل جائے اسکی ایسی حالت کروں گی کہ سکی
روح تک کانپ جائے گی" زرنش نے نفرت زدہ لہجے کہا

"جب ملے تو جو مرضی کر لینا مگر ابھی تو موڈ صحیح کرو" صبحی نے اسے پیار
سے پچکارا

"زرنش! غلطی تمہاری بھی تھی میرے خیال میں اب یہ بات بھول جاؤ تو
بہتر ہوگا!" نعیم بیگ نے رسائیت سے کہا

"تم تو چپ ہی رہو کام کی بات تو تمہارے منہ سے نکلتی نہیں۔ بڑے آئے مشہورہ دینے والے ہونہہ!" صبو حی نے نخوت سے کہا۔ شوہر کی قدر تو اسنے کبھی نہیں کی۔ نعیم بیگ کی تو بولتی بند ہو گئی۔

"بڑی دیر کردی مہرباں آتے آتے!" دور سے ہی اسے حیدر کی آواز سنائی دی۔ بلیک گاگلز اتار کر اسنے حیدر کو دیکھا۔ فل یونیفارم میں ملبوس حیدر مسکراتا اسے گلے ملنے کے کے آ رہا تھا

"کینے انسان! کب سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں" زرجان نے اسے زور سے بھینچا۔ حیدر کراہ کر رہے گیا

"میری جان! محبوب کے انتظار میں بھی الگ ہی مزہ ہوتا ہے" حیدر نے آنکھ دبا کر کہا

"اور اگر محبوب تم جیسا ہو تو مزہ بھی سزا بن جاتا ہے" وہ دونوں کار میں بیٹھ چکے تھے۔ اور زرجان اسے شاہ ویلا لے کر جا رہا تھا۔ جہاں زیاد شاہ کو حیدر سے پتہ نہیں کون سا امپورٹنٹ کام تھا۔

*

*

"فرحت مجھے تو تم دونوں کی فکر کھائے جاتی ہے۔ کلیجہ منہ کو آجاتا ہے جب سوچتی ہوں تم دونوں اکیلی یہاں رہتی ہو۔ زیر کے جانے کے بعد تو ہم نے بھی خبر نہ لی۔ پتہ نہیں کیسے تم نے اتنے سال تنہا آبی کے ساتھ خود کو بھی سنبھالا ہوگا۔ ہائے! مجھے تو اب خود سے نفرت ہونے لگی ہے"

مصنوعی آنسو نکال کر مہرین نے دکھی لہجے میں کہا

"کوئی بات نہیں بھابھی! آپ کو شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ ہمیں ستر ماؤں سے بھی زیادہ چاہتا ہے اور ہماری حفاظت بھی خود کرتا ہے۔ آپ زیادہ پریشان نہ ہوں!" مہرین کا اتنا پریشان ہونا فرحت کو خوش کن سے زیادہ عجیب لگنے لگا تھا

"فرحت میں چاہتی ہوں تم دونوں بھی ہمارے ساتھ رہو۔ آخر کب تک تم اکیلے آگینے کی حفاظت کرتی رہو گی؟ اب یہ ذمہ داری اسکا ماما اور شایان خود اٹھائیں گے آخر کو وہ مجھے ثمرہ جتنی عزیز ہے!" مہرین تو لگتا تھا آج منہ بھر شہد کھا کر بیٹھی تھی

"جانتی ہوں بھابھی! آگینے آپ کو بھی بیت پیاری ہے۔ لیکن یہ گھر چھوڑنا بھی ممکن نہیں"

"صحیح کہا اپنے گھر کو چھوڑنا آسان نہیں ہوتا میں سمجھ سکتی ہوں"

"اچھا بھابھی میں آپ کو بعد میں فون کروں گی۔ گھر کے کام ختم کر لوں"

فرحت بیگم نے کہا اور اللہ حافظ کہ کر فون رکھ دیا۔ اور پھر کاموں میں مصروف ہو گئیں مگر انہیں پتہ نہیں چل رہا تھا کہ انکے دل میں کون سا خوف کنڈلی مارے بیٹھا ہے۔

*

*

"کیا دیکھ رہی ہو آبی! "فرحت بیگم نے اسکے کندھوں پر شال ڈالتے ہوئے کہا۔ نائٹ ڈریس پر سویٹر پہنے وہ مجسمہ بنی کھڑی تھی۔ سردیوں کی آمد تھی۔ ہلکی ہلکی ٹھنڈک کی وجہ سے فرحت بیگم نے اسے شال بھی لپیٹ دی۔ اپنے لیے اپنی ماں کو اتنا فکر مند ہوتا دیکھ کر آگینے مسکرا دی۔

"امی رات کتنی حسین ہے نہ؟!" رات کا آنگن چاندی کا لبادہ اوڑھے اپنے حسن کی دلفریبی چھوڑ رہا تھا۔ آگینے نے رات کے سحرزدہ ماحول میں کھو کر کہا

"ہاں! رات بہت حسین ہے۔ اب اندر آؤ ٹھنڈ لگ جائے گی اور تم نے ابھی تک تہجد نہیں پڑھی؟" فرحت بیگم نے سوالیہ نظریں آگینے پر مرکوز کیں۔

"ہاں وہ ٹھنڈ بہت تھی نہ اور پھر پانی بھی بہت ٹھنڈا تھا اس لیے" اسنے بات مکمل کرنے سے پہلے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

"باہر تمہیں ٹھنڈ نہیں لگ رہی تھی؟ اور ابھی تم نے کیا کہا تھا آبی! کہ رات بہت حسین ہے۔ یہی کہا تھا نہ؟"

ابھی تو وہ نماز کا پوچھ رہی تھیں اور پھر رات کا کیوں پوچھنے لگیں؟ آگینے الجھ کر فرحت بیگم کی بات پر اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں آبی! صرف ایک رات نہیں بلکہ انسان کی ہر رات حسین ہوتی ہے۔ رات کو خوبصورت یا بد صورت انسان خود اپنے اعمال سے بناتا ہے۔ کچھ انسان رات کی تاریکی میں گناہوں کی دلدل میں لتھڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ صرف چند لمحوں کی لذت کے لیے وہ اپنی حسین راتوں کو بد صورت اور بدبودار بنا رہے ہوتے ہیں۔ اسکے برعکس کچھ لوگ تاریک راتوں کو اپنے اعمال سے روشن کر رہے ہوتے ہیں۔ اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے وہ اپنے اشکوں سے گناہوں کو دھو کر اپنی رات کو خوبصورت اور خوشبودار بنا رہے ہوتے ہیں۔ راتوں میں اپنے رب سے ہم کلام ہو کر وہ نیک لوگ ارد گرد سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ انکی ہر رات

حسین سے حسین تر ہوتی جلی جاتی ہے۔ اب یہ تم پر ڈسپینڈ کرتا ہے کے تم
اپنی رات کو کتنا حسین اور روشن بناتی ہو! "فرحت بیگم نے بات مکمل کر
کے سوالیہ نظروں سے دوبارہ آگینے کو دیکھا

"میں بھی اپنی ہر رات کو حسین بناؤں گی!" آگینے نے شرمندگی سے جھکا سر
اٹھا کر عزم سے کہا۔ اسکے دل اور دماغ کو ابھی تک فرحت بیگم کی باتوں
نے جکڑا ہوا تھا۔

"مجھے فخر ہوگا جب تمہاری عبادتوں میں یہ ٹھنڈ جیسی جھوٹی موٹی چیزیں کوئی
خلل پیدا نہیں کریں گی۔ اندر چلو!" آگینے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر
فرحت بیگم کے پیچھے روم میں داخل ہوئی۔

"امی! اپنے رب سے ہم کلام ہونے کا آسان طریقہ کون سا ہے؟" آگینے
نے بچوں جیسے اشتیاق سے پوچھا

"تہجد۔۔۔۔۔ یہ عرش اور فرش والے کے درمیان مکالمہ ہے۔ یہ نصیب والوں کی معراج ہے۔ یعنی "تہجد" زمین پہ رہنے والے اس کے بندے اور عرش پہ موجود اس بندے کے رب کے درمیان ہمکلامی کا بہترین اور سب سے آسان طریقہ ہے۔ اور جنہیں یہ راہ مل جائے وہی نصیب والے ہیں۔ سب سے افضل ہماری راتوں میں پڑھی گئی "تہجد" کی نماز ہے جو ہماری تاریک راتوں کو روشن بناتی ہے۔ "فرحت بیگم نے فرط جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔ آگینے ہر ایک لفظ اپنے دل میں مقید کر چکی تھی۔

آگینے نے ٹھنڈے پانی سے وضو کیا اور تہجد کی نیت باندھ لی۔ فرحت بیگم اسے جو سمجھانا چاہتیں تھی آگینے نہ صرف سمجھ گئی تھی بلکہ اس پر عمل بھی کر دیا تھا۔ نیک اور صالحہ اولاد بھی بہت بڑی نعمت ہوتی ہے۔ فرحت بیگم کو آگینے کی والدہ ہونے پر فخر محسوس ہوا۔ آگینے نماز تہجد پڑھنے میں مصروف تھی۔ فرحت بیگم نے اپنی نماز آگینے کی جائے نماز کے ساتھ بچھائی اور شکرانے کے نفل ادا کرنے لگیں۔ دونوں نفوس اپنے اصل "من و تو" کے عشق میں سجدہ ریز تھیں۔

*

*

اور کچھ لوگ ان راتوں کو غفلت میں گزارتے ہیں۔ جتنا شور اس کلب میں تھا اتنی ہی ویرانی اسکے اندر پھیلی تھی۔ اس ویرانی، وحشت اور ازیت نے اسکے مندل زخموں کو پھر سے کھرچ کر نئے سرے سے درد میں مبتلا کر دیا تھا۔ ان مندل زخموں سے ایک دفعہ پھر خون رسنے لگا تھا اور درد سے وہ کراہ کر رہے گیا۔ یہی درد اسکی بے چینی کا سبب بنتا تھا۔ اسکے ارد گرد بہت سے لوگ اس شور میں انجوائے کر رہے تھے۔ مگر وہ یہاں انجوائے کرنے نہیں آیا تھا۔ اپنے اندر پیدا ہوتی ویرانی کو ختم کرنے کے لیے یہاں کا رخ کیا تھا۔ اس نے ایک نظر اپنے ہاتھ پر ڈالی ابھی بھی کانچ کے ٹکڑے اسکے ہاتھ میں چبھے ہوئے تھے۔ اور ہاتھ سے نکلتا خون آہستہ آہستہ ٹیبل پر جم رہا تھا۔

دفن ہیں مجھ میں میری کتنی رونقیں مت پوچھ
اُجڑ اُجڑ کے جو بستا رہا، وہ شہر ہوں میں

*

*

زیادشاہ کانچ ٹوٹنے کی آواز سن کر اسٹڈی روم سے باہر نکل آئے تھے۔
پورچ سے انہوں نے زرجان کی بائیک کی آواز سنی۔ وہ سیڑھیاں چڑھ کر
زرجان کے روم میں داخل ہوئے۔ انہوں نے پورے کمرے میں نظریں
دوڑائیں۔ کمرے کی حالت نارمل تھی۔ وہ مڑ کر جانے لگے جب سائیڈ پر
لگے شیشے پر نظر پڑی۔ دیوار پر لگا شیشہ ٹوٹا ہوا تھا اور اسکی کرسیاں زمین پر
بکھری ہوئی تھیں۔ شیشے پر لگا خون صاف ظاہر کر رہا تھا کہ زرجان اپنا ہاتھ
زخمی کر چکا ہے۔

"جمیل شیخ" تمہاری دشمنی مجھ سے تھی۔ میرے بیٹے کو ہماری دشمنی کی
سزا دے کر تم نے بہت غلط کیا ہے۔ بس ایک دفعہ تم مجھے مل جاؤ۔ زیاد
شاہ خود تمہیں زندہ زمین میں دفن کر دے گا۔ "ٹوٹے شیشے میں نظر آتے اپنے
ہزاروں عکس پر نظریں گاڑھے، زیادشاہ خود کلامی کر رہے تھے، یا شاید تصور
میں اپنے دشمن سے مخاطب تھے۔

"مکینے انسان! میں تیری بیوی نہیں ہوں جو تیری خدمت کرتا پھروں"
زرجان کے ہاتھ کی ڈریسنگ کرتے ہوئے حیدر نے تپ کر کہا۔

"تجھ جیسی بیوی ہونے سے اچھا ہے بندہ خود خوشی کر لے" زرجان نے
اسے چڑایا۔ اس سے پہلے کے حیدر اپنے منہ سے پھول جھڑتا قندیل آگئی۔

"حیدر تمہارے ہوتے ہوئے میرے بھائی کو چوٹ کیسے لگی" قندیل نے
زرجان کا زخمی ہاتھ دیکھ کر غصے سے کہا

"تم دونوں بھائی بہن نے، مل کر میرا جینا حرام کیا ہوا ہے!" حیدر نے
ڈریسنگ مکمل کر کے دونوں کو باری باری گھورا

"جاؤ! اے سی پی۔۔۔! اپنا کام کرو۔ مجھ پر یا میری بہن پر غصہ کرنے سے کچھ نہیں ہوگا" زرجان نے اس کے غصے سے ہوتے لال پیلے چہرے کو دیکھ کر آرام سے کہا۔

"مرجا مراثی تو وو۔۔۔ آئندہ اگر کوئی کام ہو تو خبردار جو میرے گھر آیا یا پھر مجھ سے مدد مانگنے کی کوشش کی ورنہ تجھے گولیوں سے بھون کر رکھ دوں گا" غصے میں حیدر کو سمجھ نہیں آیا کہ کیا بولے اس لیے جو بھی منہ میں آیا بولتا گیا۔

"حیدر اتنا غصہ بھی صحت کے لیے اچھا نہیں ہوتا" قندیل نے بڑی بی بن کر کہا

"تم تو اپنا منہ بند رکھو زرجان کی چمچی ہونہہ! آتے ہی مجھ پر برس پڑی۔ اپنے بھائی سے پوچھو اپنی شکل شیشے میں دیکھ کر ڈر گیا اور بچارے شیشے کو زخمی کر دیا۔ یہ بھی بھول گیا اپنا ہاتھ ہے۔ بچارے شیشے پر تو ظلم ہوا ساتھ اپنے

ہاتھ کا بھی قیمہ بنا دیا۔ "حیدر نے کچھ اس انداز میں کہا کہ زرجان اور قندیل
کی ہنسی چھوٹ گئی۔ حیدر بڑبڑاتا ہوا اٹھ گیا اسے ڈی ایس پی سے ملنا تھا۔

*

*

میری مٹی میں اگائی گئی وحشت کیوں کر
کیوں یہ جنگل سا میری ذات کے اندر رکھا

دھیرے دھیرے رات کی سیاہی ہر طرف پھیل رہی تھی۔ ایک ہاتھ میں
کافی کا کپ پکڑے زرجان کھڑکی کے پاس کھڑا تھا۔ ٹھنڈے ہوا کے
جھونکے زرجان سے ٹکراتے ہوئے کمرے میں داخل ہو کر ٹھنڈک پیدا کر
رہے تھے۔

"زرجان شاہ! دروازہ کھول کر زیاد شاہ غصے سے اسکا نام لیتے ہوئے کمرے
میں داخل ہوئے۔

"yes dad!"

زرجان نے مڑ کر سوالیہ نظروں سے زیادشاہ کو دیکھا۔

"آخر کون سی کمی رہے گئی ہے تمہاری پرورش میں ہر روز کوئی نہ کوئی ایشو
کھڑا کر دیتے ہو" زیادشاہ نے غصے سے کہا

"Come on dad leave This topic !

"میری پرورش میں ہر جگہ بہت کمی ہے اگر میرا بچپن آجائے اور پھر بھی
آپ میری پرورش کریں گے۔ شاید تب بھی میری یہ کمی پوری نہیں ہوگی"
زرجان نے بے زاری سے کہا۔ اسکی کہی بات کتنی تلخ تھی یہ صرف زیاد
شاہ کو معلوم تھا۔

"زر" زیادشاہ نے بہت پیار سے اسے پکارا۔ وہ ہوہو زیادشاہ کی جوانی کا
عکس تھا۔ صرف نیلی آنکھیں تھیں جو اسے نیلم سے ملی تھیں۔ اور ان
آنکھوں نے اسے اور بھی زیادہ وجہی بنا دیا تھا۔ زیادشاہ نے پیار سے اسکے

ایک ایک نقش کو دیکھا۔ اس وقت وہ چھوٹا بچہ لگ رہا تھا جو خفا خفا سا اپنی نارضگی کا اظہار اپنے عمل سے کر رہا ہو۔

"ہاں" زخمی ہاتھ سے ریموٹ اٹھا کر اسنے چینل سرچنگ کرتے ہوئے ہاں کہنے پر اکتفا کیا۔

"کیوں خود کو تکلیف دیتے ہو؟ کیوں خود پر رحم نہیں آتا تمہیں؟ کیوں خود کو ازیت کی گہری کھائی میں بار بار دھکیل دیتے ہو؟ کیوں تم اپنے ماضی کو بار بار یاد کر کے خود کو تکلیف دیتے ہو؟" بہت سارے کیوں تھے مگر انکا جواب یا حل کسی کے پاس نہ تھا

"کیوں کے مجھے خود سے نفرت ہے۔ گھن آتی ہے اپنے وجود سے۔ دل کرتا ہے خود کو آگ میں تڑپتا دیکھوں پھر شاید سکون حاصل مل جائے"

"زرجان بھول جاو بیٹا جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا۔ اپنا ماضی یاد رکھو گے تو اپنے حال میں کبھی بھی سکون سے نہیں رہے پاؤ گے" زیاد شاہ نے اسکا زخمی ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر کہا۔ زرجان نے انکی بات سن کر بے تاثر نظروں سے زیاد شاہ کو دیکھا اور پھر ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

"اگر زندگی دوبارہ ملی تو شاید میں یہ سب بھول جاؤ گا۔ اس زندگی میں تو اپنا ماضی میں نہیں بھول سکتا اور زندگی کبھی دوبارہ نہیں ملتی۔ میرے لیے اپنے بچپن کو بھولانا نہ ممکن ہے"

"خدا کے کیے زرا! بس کرو اپنی زندگی کو اس طرح برباد کرنا بند کرو!" زیاد شاہ کا صبر چٹخ گیا تھا۔

"اگر آپ مجھے یہ سب سمجھانے آئے ہیں تو اسکا کوئی فائدہ نہیں ہیں۔ بائی دی وے! میری وجہ سے کون سا ایشو کھڑا ہوا ہے؟" زرجان نے سوالیہ نظروں سے زیاد شاہ کو دیکھا۔

زیادشاہ نے اخبار اسکے سامنے رکھا جو زرجان کے روم میں پہلے سے موجود تھا۔ شاید آج کا اخبار اس نے نہیں پڑھا اس لیے وہ اپنے متعلق شائع ہونے والی خبر سے، بے خبر تھا۔

"مشہور سنگر اسٹار" ہارٹ ایشو "مسٹر زرجان شاہ نے صبح نشے کی حالت میں دو لڑکوں پر بغیر کسی وجہ کے وار کر کے دونوں کو زخمی کر دیا" پہلے صفحے پر ہی اسے اپنی شہرت میں چار چاند لگے نظر آ گئے

"پہلی بات میں نشہ نہیں کرتا دوسری بات یہ دونوں لڑکے اوباش قسم کے تھے۔ اس لیے میں نے دونوں کو سبق سکھا دیا" زرجان نے نارمل انداز میں کہا۔ اسنے ایک نظر اپنی کافی پر ڈالی جو ٹھنڈی ہو چکی تھی۔

"تمہارا ہاتھ زخمی تھا پھر بھی تم نے دونوں لڑکوں کی حالت بگاڑ دی۔ تم کبھی نہیں سدھرو گے!" زیادشاہ نے تاسف سے کہا

"شاید" زرجان نے اخبار فولڈ کیا۔

"پہلے ہی تمہارے دشمنوں میں کمی نہیں ہے اور جب سے تم نے یہ مراثیوں والی واہیات فیلڈ اپنائی ہے دشمنوں میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔ تمہیں اپنے بزنس میں زیادہ دھیان دینے کی ضرورت ہے۔ اب تم کوئی بھی نیو کنٹریکٹ سائن نہیں کرو گے!" زیادہ شاہ نے حکم دیا۔

"مجھ سے آپکا بزنس نہیں سنبھالا جاتا" وہ زرجان ہی کیا جو اپنے باپ کی بات مان لے۔ زیادہ شاہ نے گہری نظروں سے اسے دیکھا اسکا بیٹا ایک بھٹکا ہوا مسافر تھا۔ اپنے بیٹے کو اسکی منزل تک پہنچانے کے لیے جو بھی کرنا پڑا وہ کریں گے۔ زیادہ شاہ کے جانے کے بعد اسکے چہرے کے نارمل زاویے بدل گئے۔ دکھ، درد، وحشت، ازیت کیا کیا نہیں تھا جو زرجان کے چہرے پر رقم تھا۔ اپنا ماضی بھولنا اسکے لیے بہت مشکل تھا۔ اپنا بچپن برباد ہونے کے بعد اسے بھولنا نہ ممکن تھا۔ وہ کتنی ازیت میں ہے، یہ پتہ لگانا بہت مشکل تھا کیونکہ زرجان شاہ خود کو نارمل رکھنے میں ماہر تھا۔

”ہائے آبی! یہ جان بھی دوسرے امیروں کی طرح ڈرنک کرنے لگا ہے۔“
صبا نے تاسف سے کہا

”تمہاری کون سی جان پیدا ہو گئی جسکے لیے تم اتنی پریشان ہو رہی ہو؟“
آگینے نے حیرانی سے کہا

”میں تو زرجان کی بات کر رہی ہوں۔ میں نے اسکا نک نیم جان رکھ دیا ہے۔“ صبا نے شرماتے ہوئے کہا۔ آگینے نے عجیب سی نظروں سے اسے دیکھا اور اخبار پکڑ کر پہلا صفحہ پڑھنے لگی۔ وہ شخص نشے کا عادی ہے یہ پڑھتے ہی اسکے چہرے پر ایک سایہ لہرایا، بہت جلد آگینے نے خود کو نارمل کیا اور اخبار فولڈ کر کے رکھ دی۔

"تم کیوں ان مشہور لوگوں کے پیچھے پڑ گئی ہو۔ جبکہ تمہارا نصیب تمہاری پھوپھی کے لاڈلے سپوت پیو خان سے جڑنے کے اندیشے ہیں" اپنے سامنے رکھے چنے اٹھا کر مزے سے کھاتے ہوئے آگینے نے صبا کو چڑایا۔

"کوئی نہیں اماں کی فل سپورٹ حاصل ہے مجھے، کوئی پیو شپو نہیں آئے گا" چنوں کا پیکٹ آگینے سے چھین کر وہ خود کھانے لگی۔

"نا شکری عورت!" آگینے نے تاسف سے کہا۔ صبا آج رات اسکے روم میں گھسی ہوئی تھی۔

"نا شکری تک تو ٹھیک تھا۔ پر تم نے عورت کس کو کہا؟" صبا نے تیوریاں چڑھائیں۔

"تمہیں!" آگینے نے آرام سے کہا۔

"واقعی میں مجھے تمھاری بیوٹی سے جلن ہو رہی ہے۔ تمھاری پھوپھی کا پیو اسی بیوٹی پر لٹو ہو چکا تھا" آگینے نے آنکھ دبا کر کہا۔ صبا نے تکیہ اسے دے مارا۔ تکیہ لگتے ہی آگینے بیڈ سے نیچے گر گئی۔ نرم قالین بچھی ہونے کی وجہ سے اسے چوٹ نہیں لگی۔ زمین پر گرمی پیٹ پکڑے وہ قہقہے لگانے میں مصروف تھی۔ جبکہ صبا منہ پر ہاتھ رکھے اپنی ہنسی کو کنٹرول کر رہی تھی۔

"کیا سوچ رہے ہیں زیاد؟" عائشہ چاہ نے چائے کا کپ زیاد شاہ کو دیتے ہوئے پوچھا جو بہت دیر سے کسی سوچ میں کھوئے ہوئے تھے۔ کپ لے کر زیاد شاہ نے عائشہ شاہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے سامنے بٹھایا۔

"میں سوچ رہا ہوں کیوں نہ زرجان کی شادی کر دو" زیاد شاہ نے پر سوچ
انداز میں کہا۔

"جی بالکل! مجھے بھی یہی صحیح لگتا ہے شاید اس طرح وہ زندگی کو صحیح معنوں میں جی سکے گا"

"ہمممم! ہاتھ کیسا تھا شہزادے صاحب کا؟" زیاد شاہ نے اس کے زخمی ہاتھ کے متعلق پوچھا۔

"اب کافی بہتر ہے" عائشہ شاہ نے مختصر جواب دیا۔ زرجان کا زخمی ہاتھ دیکھ کر انہیں ایسا لگا یہ چوٹ زرجان کو نہیں بلکہ عائشہ شاہ کو لگی ہے اور اس کا درد انہیں بے چین کر گیا تھا۔ انکی ممتا ٹرپ اٹھی تھی۔ اپنی اولاد کے زخم دیکھنا کتنا مشکل ہوتا ہے یہ عائشہ شاہ سے کوئی پوچھے۔!

"ہے کہاں میراثی!"

"اسٹوڈیو گیا ہے۔ اپنے نيو Song کی تیاری کر رہا ہے شاید" عائشہ شاہ نے خفگی سے کہا

"کوئی ناراضگی ہے ہم سے؟" زیاد شاہ نے عائشہ شاہ کے خفا چہرہ کو محبت سے دیکھ کر کہا۔

"جی ہاں! میرے بیٹے کو میراثی نہ کہا کریں" عائشہ شاہ نے ناراضگی سے کہا۔

"ارے میں کیوں تمہارے بیٹے کو کچھ کہوں گا یہ لقب تو اسے حیدر نے دیا ہے" زیاد شاہ نے سارا الزام حیدر پر لگایا۔

"آپ بھی معصوم نہیں ہیں" عائشہ شاہ نے مصنوعی غصے سے کہا لیکن زیاد شاہ کی معصوم بننے کی ایکٹنگ دیکھ کر کھلکھلا دیں۔ اتنے دنوں بعد عائشہ شاہ کے چہرے پر خوشی کے رنگ بکھرے تھے۔ زیاد شاہ ان رنگوں کو دلکشی

سے دیکھنے لگے۔ بابِ زندگی میں شاید زیاد شاہ نے عائشہ شاہ کے ساتھ بھی بہت غلط کیا تھا۔ مگر اب وہ اس عمر میں اپنی غلطی کا مداوا ضرور کریں گے۔ شاید زندگی ایسا موقعہ دوبارہ دے۔ زیاد شاہ نے محبت سے عائشہ شاہ کے چہرے دیکھا اور مسکرا دیے۔

*

*

اپنے روم میں بیٹھی کب سے وہ پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی مگر بچوں کی شور کی آواز اسے بار بار ڈسٹرب کر رہی تھی۔

"تم سب پارک میں جا کر کیوں نہیں کھیلے؟" کھڑکی سے منہ باہر نکال کر بلند آواز میں کہا۔

"آبی آبی! پالک میں اینگلی انکل بیٹھے ہیں۔ اش لیے ہم شب یہاں کھیل لے ہیں" (آبی آبی! پارک میں اینگری انکل بیٹھے ہیں۔ اس لیے ہم سب یہاں کھیل رہے ہیں) صبا کے چھ سالہ بھائی جنید نے اپنی توتلی زبان میں

کہا۔ آگینے کو ہنسی آگئی۔ بچوں نے پھر سے کھیلنا شروع کر دیا اور پھر اس نے دیکھا کے لڑکوں کی ٹیم، لڑکیوں کے ساتھ چیٹنگ کر رہی ہے۔

"او ہو! چیٹر کہیں کے!" آگینے منہ ہی منہ میں بڑبڑائی اور کمرے سے باہر دوڑ لگا دی۔

"آبی! آرام سے، کہاں بھاگی جا رہی ہو؟" فرحت بیگم کی آواز پر اس نے بریک لگائی۔

"میں نیچے کرکٹ کھیلنے جا رہی ہوں" آگینے نے اچھی طرح دوپٹہ سر پر باندھا اور فرحت بیگم کو جواب دے کر باہر نکل گئی۔ اسکا فلیٹ فورٹھ فلور پر تھا۔ آج لفٹ خراب ہونے کی وجہ سے وہ سیڑھیاں پھلانگتی تھرڈ فلور پر آئی اور زور زور سے دروازہ بجانا شروع کیا۔

"کون سا طوفان آگیا ہے؟" صبا کی والدہ مہوش نے دروازہ کھول کر کڑے تیوروں سے آگینے کو دیکھا۔

"ہٹلر آئی! صبا کہاں ہے؟" آگینے نے نظریں ادھر ادھر دوڑائیں۔ وہ مہوش کو ہمیشہ ہٹلر آئی کہتی تھی۔

"صفائی کر رہی ہے اور تمہیں بھی اپنی ماں کا ہاتھ بٹانا چاہیے۔ بچاری سارا دن گھر کے کاموں میں لگی رہتی ہے" مہوش نے سنا ڈالا

"اوہاں! یاد آیا، آپ کو امی بلا رہی ہیں۔ میں نیچے آپ کو ہی بلانے آئی تھی" بات مکمل کر کے آگینے نے معصومیت سے پلکیں جھپکانا شروع کر دیں۔

"کیا سچ میں مجھے فرحت نے بلایا ہے؟" مہوش کو یقین نہیں آیا۔

"بالکل سچ! مجھے اپنے ان پیارے اور حسین ناخنوں کی قسم! "آگینے نے پہلے اثبات میں سر ہلایا پھر الٹا ہاتھ آگے کر کے اس پر اپنا سیدھا ہاتھ رکھ کر اپنے جان سے پیارے ناخنوں کی قسم کھائی۔ مہوش نے بے یقینی سے اسے دیکھا مگر فرحت نے بلایا ہے تو ضرور کوئی کام ہوگا یہ سوچ کر وہ فرحت کے پاس جانے لگیں۔

"اب ہم لڑکوں کو دیکھائیں گی! کہ ہم لڑکیاں بھی کسی سے کم نہیں "آگینے نے اتنے جوش سے کہا جیسے کسی تقریب میں خطاب کر رہی ہو۔

"خیریت! کوئی پارٹی وارٹی تو جوائن نہیں کر لی؟ اور امی کہاں گئیں؟" صبا نے حیران ہوتے پوچھا۔

"ہٹلر آنٹی کو میں نے اپنی اماں کے پاس بھیج دیا ہے "آگینے نے فخر سے بتایا۔

"ضرور اپنے ناخنوں کی قسم کھائی ہوگی" صبا آگینے کی اس عادت سے خوب واقف تھی۔ دونوں نے اس بات پر مشترکہ قہقہہ لگایا۔

"اب چلو بھی"

"کہاں؟" صباء حیران ہوئی۔

"او ہو! نیچے چلو پھر سب بتاتی ہوں" آگینے نے بات مکمل کر کے صبا کو تقریباً گھسیٹا اور نیچے جانے لگی۔

*

*

ہیلو! السلام علیکم سر! "حیدر نے نیند سے بوجھل آواز میں کہا۔ وہ رات بھر ڈیوٹی پر تھا۔ دو گھنٹے پہلے ہی آیا تھا اور تھکن کی وجہ سے صوفے پر ہی لیٹ گیا مگر فون پر ہوتی بپ نے اسکی نیند میں خلل پیدا کیا۔

"واٹ؟ سر کیا آپ کو پورا یقین ہے۔ وہ شخص اسی ایریا میں ہوگا؟" حیدر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"ٹھیک ہے سر میں ابھی اس علاقے میں جاتا ہوں" آرڈر ملنے پر حیدر کو اپنی نیند کو خیر باد کہنا پڑا۔

*

*

"کیا!!!" زرجان نے کھا جانے والی نظروں سے حیدر کو گھورا۔

"اب اس کیا کیا مطلب ہوا پینڈو انسان" حیدر نے بھی جواباً گھورا۔

"تمہیں اس کام کے لیے اور کوئی نہیں ملا تھا جو تم ایسا کام کرنے کے لیے مجھے پکڑ لائے۔ میں تمہارا ڈرائیور نہیں ہوں" زرجان نے غصے سے کہا۔ وہ اپنے نیو Song کی تیاری کر رہا تھا جب حیدر نے کال کر کے اسے جلدی بلایا اور ایک علاقے میں لے آیا۔ جہاں عام طبقے سے لے کر امیر طبقے کے سب لگ آباد تھے۔

"ایسا کام کرنے سے تمہاری عزت پر داغ آجائے گا کیا؟" حیدر نے چبا کر کہا

"ہاں بالکل! اور اگر ایک دفعہ عزت پر داغ آجائے تو کسی بھی صرف یا بلچ سے نہیں مٹتا" زرجان نے لہجے کو تھوڑا رنجیدہ بنایا۔

"دیکھ اگر تو نے یہ کام نہیں کیا تو میں تیری عزت پر اتنے داغ لگاؤں گا اتنے داغ لگاؤں گا کہ صرف یا بلچ سے نہیں اگر تو تیزاب سے بھی دھوئے گا نہ تب بھی نہیں مٹیں گے" وہ بھی ایک پولیس آفسر تھا اسکا ثبوت تو دینا تھا ناں۔

"یار تم مر کیوں نہیں جاتے؟" زرجان نے کھا جانے والی نظروں سے گھور کر کہا۔

"بیٹا تیرے چالیسویں کی بریانی ہضم کر کے مروں گا" حیدر نے مزے سے کہا۔ زرجان نے غصے سے نظریں پھیر دیں۔

"اچھا سوری! اگر میری بائیک راستے میں خراب نہ ہوتی تو میں کبھی تمہیں نہیں بلاتا" حیدر نے اسکا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہا۔ اسکی بائیک راستے میں خراب ہو گئی تھی چونکہ اسے ڈی ایس پی کے آرڈر پر ضروری عمل کرنا تھا اسلیے اسنے زرجان کو ارجنٹ کام کا کہہ کر بلالیا۔ زرجان نے غصے میں کچھ نہ کہا۔ اگر حیدر پہلے بتا دیتا کہ اسے کسی علاقے میں ارجنٹ پہنچنا ہے تو وہ ڈرائیور کو بھیج دیتا مگر وہ حیدر ہی کیا جو سیدھی بات بتا دے۔

"میراثی بعد میں جا کر اپنے مراثیوں والے کام کر لینا۔ اگر ایک دن میری مدد کر دی ہے تو اللہ تمہیں اسکا اجر ضرور دے گا" حیدر نے بڑا پن دیکھایا۔

"خدا تم جیسا دوست میرے کسی دشمن کو بھی نہ
دے۔۔۔۔۔ ہونہ۔۔۔۔۔ اس تصویر کو غور سے دیکھو اگر یہ شخص
نظر آئے تو اپنے کراٹے، باکسنگ اور جس جس چیز پر تمہیں عبور حاصل
ہے سب آزما لینا" حیدر نے موبائل آگے کر کے ایتیس، تیس سالہ شخص کی
تصویر دکھائی اور چلا گیا۔

"اور یہ چھکا" آگینے نے چلا کر کہا اور ایک زوردار شاٹ مارا۔ جسکے نتیجے میں بال دیوار کے پار، پارکنگ ایریا میں چلی گئی اور شیشہ چٹخنے کی آواز دیوار سے کچھ فاصلہ دور کھڑی صبا نے ضرور سن لی تھی۔

"مر گئے۔۔۔!" صبا نے گالوں پر ہاتھ رکھا۔

"جنید جاؤ بال کے کر آؤ" آگینے نے بیٹ کو مضبوطی سے پکڑ کر کہا اور جنید نے پارکنگ ایریا کی طرف دوڑ لگا دی۔

"اے بھاگو شب آبی آپی! آپ نے کال کا چیچہ تول دیا ہے اول وہ انکل غصے میں اِدل آ لے ہیں" (ارے بھاگو سب آبی آپی! آپ نے کار کا شیشہ توڑ دیا ہے اور وہ انکل غصے میں ادھر آرہے ہیں) جنید آتے ہی چلا کر بتانا شروع کیا۔ سب نے ادھر ادھر دوڑ لگا دی جسے جہاں جگہ ملی وہیں چھپ گیا۔

"اوہ مائی گاڈ! یہ تو جان ہے" صبا نے حیران ہو کر کہا اور آگینے نے جلدی سے اسکے منہ پر ہاتھ رکھا۔

"دفع کرو جان کو۔ یہاں ہماری جان سولی پر اٹکی ہوئی ہے اور تمہیں اس وقت جان نظر آرہا ہے۔ اگر وہ انسان تمہاری آواز سن لیتا تو لینے کے دینے پڑ جاتے" آگینے نے کھا جانے والے انداز میں کہا۔

"وہی تو کہہ رہی ہوں وہ انسان زرجان ہے" صبا نے خوش ہو کر دھیمی انداز میں کہا

"ہائیں۔۔۔۔۔ زرجان؟" آگینے کو صبا کی عقل پر شک ہوا۔ اس نے پودوں کو زرا سا کھسکا کر دیکھا جہاں کوئی بھی نہیں تھا۔

"دن میں بھی خوابوں کے جھٹکے آنے لگے ہیں کیا؟" آگینے نے پودوں کو چھوڑ کر صبا کو گھورا۔

"شاید میرا وہم ہو" صبا نے سر کھجایا۔

*

*

"آبی آبی! آج تو آپ نے تمال (کمال) کر دیا" جنید نے تعریفی انداز میں

بولا۔

"دیکھا تمھاری آبی آبی! کتنی ٹیلنڈ ہے۔ اگر میں کرکٹ ٹیم میں شامل ہو جاؤ تو ہم ہر سال جیتنے لگیں گے!" آگینے نے فخریہ انداز میں کہا اور سیڑھیاں چڑھنے لگی لیکن پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی خود سے کچھ فاصلے پر سینے پر ہاتھ باندھ کر کھڑے زرجان کو دیکھ کر اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔

"تو تم ہو وہ بہترین پلئیر جسکی وجہ سے میری کار کا شیشہ خوبصورت ڈزائن اختیار کر چکا ہے" زرجان نے سیڑھیاں نیچے اترتے ہوئے کہا۔ لفٹ خراب تھی جسکی وجہ سے وہ سیڑھیوں سے نیچے جا رہا تھا۔

"ن ن نہیں" آگینے نے بے ساختہ نفی میں گردن ہلائی۔

"آبی آبی! میں نے اشے (اسے) تی وی (ٹی وی) میں دیکھا ہے" جنید آنکھوں میں حیرانی لیے زرجان کو دیکھ رہا تھا۔

"جنید اپنا منہ بند کرو" آگینے نے سرگوشی سے جنید کو ڈپٹا۔

"میں نے سنا ہے تم جیسے خوددار انسان کسی کا ادھار نہیں رکھتے" زرجان نے آگینے کو زرنش سے ریسٹورنٹ میں کہی بات دہرائی۔

"ہاں تو۔۔!" آگینے نے اپنی ہمت بحال کی۔

"تو یہ کہ! میری کار کا جو بیڑا غرق ہوا ہے۔ اس کے لیے تم جیسے خوددار انسان کیا کرتے ہیں" زرجان نے اسے خوشمگیں نگاہوں سے گھورا۔ آگینے ابھی پہلی سیڑھی پر کھڑی تھی۔ زرجان نیچے اترتا دوسری سیڑھی پر آکر رک گیا۔ آگینے نے ایک قدم پیچھے کیا۔ وہ بھول گئی تھی کہ ابھی تک وہ سیڑھی پر کھڑی ہے۔ اس سے پہلے کے وہ گرتی زرجان نے سیدھے ہاتھ سے اسکا الٹا ہاتھ پکڑ لیا۔ آگینے کی نظر زرجان کے سفید پٹی میں مقید ہاتھ پر ٹک گئی۔

"تم نے جواب نہیں دیا۔ تم جیسے خودار لوگوں کو سزا دی جائے یا پھر چھوڑ دیا جائے" زرجان کی بات سن کر آگینے نے جلدی سے کہا "چھوڑ دیا جائے" اور زرجان نے سچ میں چھوڑ دیا۔ اور وہ جو اپنے چھوٹ جانے پر خوش ہو رہی تھی دھڑم سے نیچے گری۔

"اے جی! ہائے میں مر گئی" سیدھی بیٹھ کر آگینے نے اپنی کہنیاں سہلائیں۔
جنید منہ پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔

"تم جیسے لوگ اتنی آسانی سے نہیں مرتے!" زرجان نے آرام سے کہا اور جیبوں میں ہاتھ ڈالے باہر کی طرف جانے لگا۔

"اے گھرے تمھاری کارٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو۔ تمھارا چالان کٹے۔ تم ساری عمر جیل میں سڑتے رہو۔ تمھاری آواز پھٹے ڈھول جیسی ہو جائے" آگینے کے کہے آخری جملے پر زرجان نے مڑ کر اسے دیکھا۔ وہ کہنیاں سہلاتی

کھڑی ہو گئی۔ نم آنکھیں خفگی بھری نظروں سے نیلی آنکھوں کو دیکھ رہی
تھیں۔

*

*

اے رگِ جاں کے مکین

تو بھی ذرا غور سے سُن

دل کی دھڑکن،

تیرے قدموں کی صدا لگتی ہے...!!!

وادیِ دل میں دستک دیتا سایہ "وادیِ دل" میں داخل ہو چکا تھا۔ اور جلتے
دیوں کی روش کے درمیان اسے ایک سایہ گھٹنوں میں سر دیے بیٹھا نظر آیا

وہ جو گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی۔ کسی کی نظروں کی تپش محسوس کر کے
اس نے اپنا جھکا سر اٹھایا۔ وادیِ دل کی شہزادی نم آنکھوں میں خفگی

بھرے اندر داخل ہونے والے سائے کو دیکھ رہی تھی۔ مگر یہ خفگی بہت کم وقت کے لیے تھی۔

دور کھڑی محبت کے اشارے پر "وادیِ دل" کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

* *

وہ جیسے ہی پارکنگ ایریا میں آیا۔ کار کی بونٹ پر ہاتھ جمائے حیدر کو دیکھا۔

"یہ کیا ہوا ہے؟" حیدر نے کار کے شیشے پر لگی بہت ساری دراڑوں کی طرف اشارہ کیا۔

"تمہارے ساتھ بھلائی کرنے کا نتیجہ ہے" زرجان نے اکتا کر کہا اور کاریں بیٹھ گیا۔ حیدر کی زبان تالو سے جا لگی۔

"تم نے جس شخص کی تصویر دیکھائی۔ وہ اس فلیٹ میں نظر آیا تھا" زرجان نے فلیٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"وہاٹ! "حیدر نے اس پورے ایریا میں چھان لیا تھا مگر وہ شخص نہ ملا۔"
تم نے اُسے پکڑا نہیں؟"

"اے سی پی! میں اس فلیٹ میں اسے پکڑنے ہی گیا تھا مگر وہ سر سے سینگ
کی طرح غائب ہو گیا۔ آئی تھنک! وہ یہاں کسی سے ملنے آیا ہوگا اور اس
فلیٹ میں جتنے گھر ہیں وہ شخص ان میں سے ایک گھر کے اندر ہوگا۔ کیونکہ
میں نے اُسے فلیٹ سے باہر نکلتے نہیں دیکھا"

"ٹھیک ہے جب تک وہ یہاں ہے ہم اسکا انتظار کرتے ہیں۔ آج تو میں
اُسے پکڑ کر رہوں گا" حیدر نے اپنی مٹھیاں بھینچیں۔ زرجان نے زیادہ نہ
گریدا اور اثبات میں سر ہلایا۔

* *

"شایان بھائی! آپ کب آئے" وہ جیسے ہی گھر میں داخل ہوئی لاؤنج میں
شایان کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

"تھوڑی دیر پہلے ہی آیا ہے" شایان کے بجائے فرحت بیگم نے جواب دیا جبکہ فرحت بیگم کے ساتھ بیٹھی مہوش مسلسل شایان کو دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ اس نے اس لڑکے کو کہاں دیکھا ہے؟۔

"پر میں نے تو آپ کو آتے نہیں دیکھا؟" آگینے نے پُرسوچ انداز میں کہا۔

"وہ! جب تم سب کرکٹ کھیل رہے تھے میں تب ہی تو اندر آیا تھا شاید تم نے مجھے نہیں دیکھا" شایان نے پہلے اٹکا پھر نارمل لہجے میں جواب دیا۔

"اچھا اب بس کرو جاؤ صبا کچن میں ہے اسکی مدد کروادو" اسے پہلے کے آگینے شایان سے مزید سوال کرتی فرحت بیگم بول اٹھیں۔ آگینے اثبات میں سر ہلاتی کچن میں آگئی۔

"ویسے مجھے تم پر بہت غصہ ہے صبا! کرکٹ بیچ میں چھوڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ تمہاری وجہ سے سارا گیم خراب ہو گیا" آگینے نے کچن میں آکر صبا کو ڈپٹا۔ جواباً صبا نے اسے گھورا۔

"مل گیا مجھے مل گیا او ہو مل گیا" جنید جھومتا ہوا کچن میں داخل ہوا۔ آگینے اور صبا اسکی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"کیا مل گیا؟" آگینے نے چائے کیوں میں انڈیلی۔

"آٹو گلاف (آٹو گراف)" جنید نے دونوں کے سامنے کاغذ لہرایا۔

"کس کا آٹو گراف؟" صبا حیران ہوئی۔

"وہ جو شنکر (سنکر) نیچے تھا اسکا!"

"زرجان کا؟" آگینے آنکھیں پھاڑے جنید کو تک رہی تھی۔

"ہاں" جنید نے اثبات میں سر ہلایا اور صبا نے اس سے کاغذ جھپٹ لیا۔

"دیکھا میں نے کہا تھا ناں! میں نے زرجان کو دیکھا ہے۔" صبا نے خوش ہو کر کہا اور ساتھ میں جنید کی بھی بلائیاں لے ڈالیں۔ آگینے چائے لے کر لاونج میں آگئی اور نظریں سیدھا شایان پر ڈالیں۔ وہ اس وقت کچھ کچھ پریشان سے لگ رہا تھا۔ اسنے ٹرے ٹیبل پر رکھ دی اور جانچتی نظروں سے شایان کو گھورنے لگی۔ شایان نے کپ اٹھایا اور نارمل انداز میں فرحت بیگم سے باتیں کرنے لگا۔

*

*

زرجان اپنے روم میں بیٹھا، گٹا رہا تھا میں لیے کچھ گنگنا رہا تھا۔ جبکہ حیدر ایک مجرم کو نہ پکڑنے کے روگ میں تین کپ کافی پی چکا تھا اور اسکا روگ ابھی تک کم نہ ہو سکا تھا۔

"کینڈی! پلیز ایک کپ کافی اور بنا دو" حیدر نے قندیل سے التجائی انداز میں کہا۔

"حیدر! کس کے روگ میں اتنی کافی پی رہے ہو" قندیل نے کینہ توڑ نظروں سے گھورا اور ہنسی کا گلا دبایا۔

"دیکھو قندیل! اس وقت میں بالکل مزاق کے موڈ میں نہیں ہو۔ اتنی دیر انتظار کرنے کے بعد بھی میں ایک چھوٹے سے مجرم کو نہیں پکڑ پایا۔ حیدر درانی تف ہے تم پر نالائق انسان" حیدر نے خود کو ڈپٹا۔

"سچ میں حیدر تف ہے تم پر ایک معمولی سے مجرم کو نہیں پکڑ پائے" قندیل نے حیدر کی بات میں ہاں ملاتے ہوئے بھرپور تاسف سے کہا۔ حیدر نے کھا جانے والے انداز میں اسے گھورا۔

"اوئے مراثنی! بند کر اپنا گانا بابا" حیدر نے اپنا غصہ زرجان پر نکالا۔ مگر زرجان پر کوئی اثر نہ ہوا وہ متواتر گٹار بجا کر گنگنا نے میں مصروف رہا۔

"یا اللہ! مجھ پر رحم کر یہ دونوں بھائی، بہن مل کر مجھے پاگل بنا دیں گے" حیدر نے آنکھیں بند کر کے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور دل ہی دل میں دعا مانگی۔

اسنے آنکھیں کھولی تو اپنے ہاتھوں میں مونگ پھلیاں دیکھیں۔

"قندی یی ی ی ی ی ییل "حیدر غصے سے غرایا۔

"ہاں! اور چاہیے مونگ پھلی؟" قندیل نے اسکے ہاتھوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ حیدر نے ماتمی انداز میں نفی میں سر ہلایا اور کھڑا ہو کر جانے لگا۔

"ای سی پی! کہاں جا رہے ہو؟" زربان نے اسے جاتے دیکھ کر پوچھا۔

"جہنم میں! چلنا ہے؟" دروازے کی چوکھٹ میں کھڑے کو کر حیدر نے مڑ کر پوچھا۔

"بھلا! ہم معصوم لوگوں کا وہاں کیا کام؟" قندیل نے معصومانہ سوال کیا اور مونگ پھلی ٹونگنے لگی۔ قندیل کی بات حیدر کو تلووں لگی، سر پر بجھی اور وہ دندنا تا کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ زرجان دوبارہ سے اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

نیلم ایک فنکشن کی تیاری کے سلسلے میں آج شوپنگ کے لیے آئی ہوئی تھی۔ وہ بھی کسی زمانے کی بہترین ماڈل رہ چکی ہیں اور نیلم ابھی بھی ویسی شہرت رکھتی تھی البتہ ماڈلنگ کو اس نے خیر باد کہہ دیا تھا۔

"آج تو بڑے بڑے لوگوں کو دیکھنے کا موقع مل گیا" عائشہ شاہ کے قریب پہنچ کر نیلم نے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

"نیلیم! کیسی ہیں آپ؟" عائشہ شاہ نیلم کو دیکھ کر حیران ہوئی۔

"دیکھ نہیں رہی عائشہ شاہ میں بہت خوش ہوں۔" میرا "بیٹا میرے پاس ہے۔ میرے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات کیا ہوگی" نیلم نے میرا پر زور دے کر کہا اور ساتھ میں عائشہ شاہ کو اسکی محرومی بھی بتادی۔

"اللہ پاک! تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔ اسی طرح شاد و آباد رہو میری دعا ہمیشہ تمہارے ساتھ ہے" عائشہ شاہ نے دل سے دعا دی۔ اور بیگ اٹھانے لگی۔

"تم مجھے بددعا تو دے سکتی ہو مگر میرے لیے، دعا کے لیے کبھی ہاتھ نہیں اٹھا سکتی۔ عائشہ شاہ! اپنا یہ ڈھونگ رچانا بند کرو۔" نیلم نے زہر خند لہجے میں کہا۔

"نیلیم تم مجھے غلط _____" اس سے پہلے کے عائشے اپنی بات مکمل کرتی نیلیم نے اسکی بات کاٹ دی۔

"کچھ لوگ ہوتے ہیں جو دوسروں کی خوشیوں کو اپنا حق سمجھ کر چھین لیتے ہیں اور عائشے شاہ! تم بھی ان میں سے ایک ہو۔ میری خوشیاں چھین کر اب مجھے خوش رہنے کی دُعا دے رہی ہو۔ کمال ہو عائشے بی بی! تمہاری اس سخاوت پر تو تمہیں ایوارڈ ملنا چاہیے" نیلیم یکلخت بھرک اٹھی۔

"میں نے کسی کی خوشیاں نہیں چھینی اور تمہاری مہربانی ہوگی نیلیم کے مجھے ان خود غرض لوگوں میں شامل نہ کرو۔ بلکہ دنیا میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اپنے ہی ہاتھوں خود کو برباد کرتے ہیں اور اسکا الزام دوسروں کے سر ڈال دیتے ہیں۔ محض اپنے سکون کے لیے کیونکہ وہ لوگ چین سے نہیں رہ سکتے۔ ضمیر انہیں ہر وقت کچوکے لگاتا ہے اور پھر وہ خود کو بری الذمہ کرنے اور اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کے لیے وہ لوگ اپنی زندگی میں ایسا شخص ڈھونڈتے ہیں جس کے سر وہ اپنی بربادی کا الزام ڈال سکیں اور

وقت فقن سکون حاصل کرتے رہیں۔ تمہیں پتہ ہے نیلم! تم ان لوگوں میں شمار ہوتی ہو جس نے محض وقتی سکون حاصل کرنے کے لیے، اپنی بربادی کا الزام مجھ پر ڈال دیا ہے مگر یاد رکھنا یہ ضمیر زیادہ دن تک تمہاری ان بے تکی دلائلوں سے مطمئن نہیں ہوگا ایک نہ ایک دن تمہیں بھی اپنی غلطیوں کا احساس ہو جائے گا! "عائشہ شاہ نے آئینہ دیکھایا۔

"تم ان پڑھ جاہل گنوار! تم مجھے بتاؤ گی۔ میں نے اپنی غلطیوں کی وجہ سے خود کو برباد کر ڈالا" نیلم کا غصہ ساتویں آسمان پر تھا اسنے ارد گرد سے بے نیاز ہو کر عائشہ شاہ کو بے ربط سنا ڈالا۔

نیلم کیوں نہ شکری بن رہی ہو، کہاں ہوئی ہے زندگی برباد۔ خود کو دیکھو ہر طرح سے خوشحال ہو پھر بھی لوگوں کو ازیت دے کر دلی سکون حاصل کرنا تمہیں اچھا لگتا ہے کیا؟ اور جو کچھ بھی تمہارے ساتھ ہوا وہ تمہاری اور زیادہ کی غلطیوں کا نتیجہ تھا "عائشہ شاہ نے صاف گوئی سے کہا۔ اس سے پہلے کے نیلم بدلے میں سلگتا ہوا کوئی جواب دیتی قندیل آگئی۔

"مام! یہ پبلک پلیس ہے یہاں آپ لوگوں سے اس طرح لڑ جھگڑ نہیں سکتیں
"قندیل نے سُرخ چہرہ لیے نیلم سے کہا۔

"یہ مت بھولو عائشہ شاہ کہ ماضی میں تم سے کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ میری
اور زیادہ شاہ کی زندگی خراب کرنے میں تمہارا بھی ہاتھ تھا۔ خود کو بری الذمہ
کر کے تم کہیں نہیں بھاگ سکتی!" نیلم نے بیگ اٹھا کر جاتی عائشہ شاہ
سے کہا۔

"جب ماضی کی کتاب کھولی جائے تو اس میں دوسروں کے کردار کُ پڑھنے
کے بجائے اپنا کردار پڑھا جائے تو انسان کو معلوم ہوگا، ماضی میں انسان
کے ساتھ جو کچھ بھی بُرا ہوتا ہے۔ کہیں نہ کہیں اس میں انسان کی اپنی بھی
غلطی ہوتی ہے" عائشہ شاہ نے بغیر نیلم کو دیکھے اپنی بات مکمل کی اور باہر کی
طرف بڑھ گئیں۔ نیلم کی نظروں نے دور تلک عائشہ کا پیچھا کیا۔

*

*

"مجھے سمجھ نہیں آ رہا میں کیسے سب کو بتاؤں گی کہ میری منگنی کینسل ہو گئی ہے" ٹشو سے ناک صاف کر کے وانیہ نے روہان سے لہجے میں کہا۔

"اپنے منہ سے، اس منہ سے تم نے شوخیاں ماری تھی۔۔۔ ویسے کیا ضرورت تھی اتنی شوخیاں مارنے کی؟ چچ، چچ" صباء نے ہنسی ضبط کر کے وانیہ کو چڑایا۔ وانیہ نے اسے گھورا اور دھپ رسید کی۔

"اف" کندھے سہلا کر صباء نے وانیہ کو چڑھایا اور آگینے کے موبائل میں گیم کھیلنے لگی۔ وانیہ پھر سے اپنے منگنی شدہ نہ ہونے کے روگ میں چنے منے

آنسو بہانے لگی۔ جبکہ جنید کھانے کا انتظار کرتے ہوئے وال پر لگی نیو پینٹنگز دیکھنے لگا اکثر لوگ اسی کام میں مصروف تھے۔ ان پینٹنگز نے ریسٹورنٹ کو مزید خوبصورتی بخش دی تھی۔

*

*

"آآآ آگینے!" وہ سب ریسٹورنٹ سے باہر نکل آئے تھے۔ جب صبا نے لنگت زدہ آوازیں کہا۔

"کیا ہوا صبا؟" آگینے نے اسکی ہوائیاں اڑی دیکھ کر پوچھا۔

"م۔ مجھے لگتا ہے تمہارا موبائل میں اندر بھول آئی ہوں" صبا نے شرمندگی سے کہا۔

"پتہ نہیں صبا تمہاری یہ بھولنے کی عادت کب جائے گی" آگینے نے تاسف سے کہا۔

"سوری" صباء نے معصومیت سے معافی مانگی۔

"اب روکو سب یہاں! میں موبائل لے کر آتی ہوں" ابگینے نے کہا اور دوبارہ ریسٹورنٹ کے اندر چلی گئی۔

*

*

"اوہ مائی گاڈ! یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں" قندیل نے حیرت سے کہا۔ حیدر اور زرجان اسکی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ لوگ ابھی اس ریسٹورنٹ میں آئے تھے۔ قندیل حیدر اور زرجان کو پکڑ کر وال پر لگی پینٹنگز دیکھانے لے گئی اور اپنا پرس اور موبائل ٹیبل پر رکھ دیا۔

"اپنی شکل آئینے میں دیکھ لی کیا؟" حیدر کہاں چپ رہے سکتا تھا۔

"نہیں اے سی پی! ایک لڑکی دن دھاڑے تمھاری بیوی کا موبائل چوری کر رہی ہے اور تمہیں معلوم نہیں" قندیل نے صدمے سے چور لہجے میں کہا۔

"کون لڑکی؟ کیا ہوا؟" زرجان اسکی بات پر حیران ہوا۔

"بھائی وہ لڑکی۔ وہ دیکھیں۔ اوہ نو! میرا موبائل اپنے پرس میں رکھ دیا"
قندیل نے کہتے ساتھ ہی دوڑ لگا دی۔

"excuse me ! Give me my mobile "

قندیل نے آگینے کے سامنے آکر کہا۔

"کیا؟" آگینے اپنی سامنے آکر کھڑی لڑکی کو عجیب نظروں سے دیکھنے لگی۔

"میرا موبائل دیں" قندیل نے لہجے کو ہلکا کرخت بنایا۔

"آئی تھنک! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میرے پاس آپکا موبائل کہاں سے
آئے گا؟" آگینے نے سوال نما جواب دیا۔

"نظروں کے سامنے چوری کر کے ٹکر جانے والے لوگوں کو داد دینی پڑے گی" زرجان کی آواز سن کر اسنے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

"چ۔ چوری؟" آگینے الجھ کر رہے گئی۔

"جی محترمہ! "چوری" جو آپ نے کی ہے "زرجان نے خشمگیں نگاہوں سے گھورا۔

"دیکھیں آپ کو سچ میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں کیوں آپ کا موبائل چوری کروں گی" آگینے نے رعونت سے کہا۔

"اسکا مطلب میں جھوٹ بول رہا ہوں؟" زرجان نے چبا کر کہا۔

"افلورس" آگینے نے یقین سی کہا اسکے برعکس حیدر اور قندیل دونوں کی لڑائی انجوائے کر رہے تھے۔

"قندیل! اس "چورنی" کا پرس چیک کرو" وہ جو دونوں کی لڑائی دلچسپی سے دیکھ رہی تھی زرجان کی بات پر ہڑبڑائی اور "ہاں" کہہ کر آگینے سے اسکا پرس لینے لگی۔

"جب میں نے چوری والا کوئی کام ہی نہیں کیا ہے تو میں کیوں اپنے پرس کی تلاشی لینے دوں" آگینے نے اپنے پرس پر گرفت مضبوط کی۔

"جب تم نے ایسا کوئی کام ہی نہیں کیا تو ڈر کیوں رہی ہو؟" زرجان نے آبرو اچکائے اور قندیل کو پرس چیک کرنے کا اشارہ کیا۔ قندیل نے آگے بڑھ کر آگینے کا پرس کھولا اور اس میں سے اپنا موبائل نکالا۔

"یہ موبائل میرا ہے" نے غصیلی آوازیں کہا۔ زرجان کو اسکی، اس قدر
ڈھٹائی ناگور گزری۔

"چلو قندیل! " زرجان نے آگے قدم بڑھائے۔

"ارے! میرا موبائل لے کر کہاں جا رہے ہو" آگینے کو لگا انہیں غلط فہمی
ہوئی لوگی۔

"تمہارا موبائل؟ پہلے تم نے کہا کہ تم نے کوئی موبائل چوری نہیں کیا ہے
اب، جب تمہارے پرس سے موبائل برآمد ہوا ہے تو وہ تمہارا ہو گیا
----- واہ-----" زرجان اسکی چالاک پر عیش عیش کر اٹھا۔

"آپ دونوں کو کوئی غلط فہمی-----"

"انف! کب سے تمہارا جھوٹ سن رہا ہوں۔ تم جیسے معصوم لوگ کتنے چالاک ہوتے ہو مجھے اچھی طرح معلوم ہے" زرجان کی غصیلی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

"میں جھوٹ نہیں بول رہی یہ میرا موبائل ہے۔ اس ٹیبل پر تھوڑی دیر پہلے ہم بیٹھے تھے اور میری فرینڈ ٹیبل پر ہی میرا موبائل رکھ کر آگئی" آگینے نے قدرِ آہستگی سے وضاحت دی۔

"کیا یہ موبائل تمہارا ہے؟" زرجان نے قندیل کے موبائل کی اسکرین روشن کر کے آگینے کو دیکھائی۔ جہاں قندیل کی ہنستی مسکراتی پک وال پر لگی ہوئی تھی۔ آگینے شذر رہے گئی۔

"ویٹر! مینیجر کو بلا کر لاؤ" زرجان نے ریسٹورنٹ کے مینیجر کو بلاوایا۔
تھوڑی دیر بعد مینیجر جی حضوری کرتا ہوا چراغ کے جن کی طرح حاضر ہوا۔

"any problem sir?"

ویٹر نے زرجان سے سوال کیا۔

"کیا آپ کے اسٹاف میں سے کسی کو اس ٹیبل سے موبائل ملا ہے؟"
زرجان نے جہاں کچھ دیر قبل وہ، قندیل اور حیدر آکر بیٹھے تھے اس ٹیبل کی
طرف اشارہ کیا۔ جہاں آگینے کا کہنا تھا کہ انکے آنے سے پہلے وہ لوگ اس
ٹیبل پر بیٹھے تھے۔ وہ حیدر اور قندیل کے ساتھ والے پر لگی پینٹنگ دیکھ رہا تھا
۔ جب قندیل نے اس لڑکی کو چوری کرتے دیکھا۔

"نوسر! ہمیں یہاں سے کوئی موبائل نہیں ملا۔ اکثر لوگ یہاں اپنا سامان
بھول جاتے ہیں اور ہمارا اسٹاف اس سامان کی بہت حفاظت کرتا ہے اگر
ایک سال بعد بھی کوئی اپنا بھولا ہوا سامان لینے آئے تو ہم انہیں انکی چیز لوٹا
دیتے ہیں" منیجر رطب اللسان تھا۔ زرجان کی نظروں میں عجیب
تاثر۔۔۔ شاید آگینے کو محسوس ہوا۔۔۔ اور کچھ جتنا نظریں۔۔۔ آگینے کا
سر مارے شرمندگی کے جھک گیا۔

*

*

وہ مرے مرے قدموں سے چلتی ہوئی، ریسٹورنٹ سے باہر آئی تو تینوں کو اپنا
منتظر پایا۔

"آبی! موبائل ملا؟" وانیہ نے اسے آتے دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں" آگینے نے بغیر کسی کی طرف دیکھے جواب دیا۔

"او۔۔ اور ملے گا بھی نہیں۔ کیونکہ موبائل میرے پرس میں ہے" صباء کی
ڈری سہمی آواز اسے اپنے پیچھے سنائی دی۔ آگینے نے مڑ کر صباء کو ایسے گھورا
جیسے ابھی اسے کچا چبا جائے گی۔

"آخر تمہاری یہ بھولنے کی بیماری کب ختم ہوگی۔ اندر اس دل کے مریض (زرجان) نے مجھے کیا کیا نہیں سنا ڈالا" آگینے نے دانت کچکچا کر کہا۔

"کیا! زرجان ریسٹورنٹ کے اندر ہے؟" صباء اور وانیہ نے بیک وقت کہا۔

"ہاں! اور تمہارے اس بھلکڑپن کے نتیجے میں وہ شخص مجھے چورنی کہہ رہا تھا
"آگینے کو رہ رہ کر صباء پر غصہ آ رہا تھا۔

"اچھا نہ سوری! غلطیاں تو انسانوں سے ہوتی ہیں اور میں بھی ایک معصوم
سے ننھی منی انسان ہی تو ہوں اس لیے بھول گئی کہ موبائل میں نے اپنے
پرس میں رکھ دیا تھا" صباء نے گھگھیا کر کہا۔

آگینے نے تاسف سے اسے دیکھا۔ اسکا دل اداس ہو چکا تھا۔ جنید کا ہاتھ پکڑ
کر وہ پارکنگ ایریا کی طرف جانے لگی کیونکہ وہ سب وانیہ کی کار میں آئے
تھے۔ صباء اور وانیہ اسکے پیچھے پیچھے چلنے لگیں۔ آگینے کی اداسی دونوں نے
نوٹ کر لی تھی۔ شام آگینے کے اداس چہرے کو دیکھ کر خود بھی اداس
ہو گئی اور خود پر رات کی چادر اوڑھنے لگی۔

"کیسی ہو صبحی؟" نیلم نے صبحی سے گلے مل کر پوچھا۔

"ٹھیک ہوں کتنے دن ہو گئے تم سے ملنے نہیں آسکی آج بھی مصروفیات کو ترک کر کے تمہارے لیے آگئی" صبحی نے نہ محسوس انداز میں جتایا۔ نیلم اپنی بڑی بہن کی اتنی فکر مندی دیکھ کر نہال ہو گئی۔ صبحی نے ہی اسے آپا یا باجی کہنے سے منع کیا تھا۔ اس لیے نیلم بھی اسکا نام لیتی تھی۔

"زرنش کیوں نہیں آئی؟" نیلم نے اپنی پیاری بھانجی کے متعلق پوچھا۔

"وہ تو آج کل ماڈلنگ میں بہت مصروف ہے اوپر سے آئے دن اسکے لیے رشتے آرہے ہیں آخر کو میری بیٹی اتنی پیاری جو ہے۔ جس گھر میں جائے گی وہ گھر جنت بن جائے گا" صبحی آج زرجان اور زرنش کے رشتے کی بات نیلم کو کانوں میں انڈیلنا چاہتی تھی۔ صبحی کی بات اندر آتی قندیل کی

سماعت سے ٹکرائی۔ اسنے کانوں کو ہاتھ لگایا۔ قندیل بھی جانتی تھی صبحی
کے ارادے۔۔۔۔۔ زرنش جیسی بھابھی۔۔۔۔۔ ہونہہ!

"توبہ انسان کو جھوٹ بھی ایسا بولنا چاہیے جو ہضم ہو مگر خالہ کے جھوٹ
۔۔ وہ بھی اپنی پھاپھے کٹنی بیٹی کے لیے۔۔۔ توبہ توبہ "قندیل یہ سب
سوچتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔

"خالہ جانی! کیسی ہیں آپ؟" منہ پر مسکراہٹ سجا کر قندیل نے لاڈ سے
پوچھا۔

"ٹھیک ہو کینڈی بس یہ خالہ کا دم چھلہ نہ لگایا کرو۔ یونو میری خوبصورتی پر
خالہ کا ورڈ سوٹ نہیں کرتا "صبحی کی بات پر قندیل عیش عیش کر اٹھی۔

"تو کیا صرف جانی بولا کروں؟" قندیل نے حیرانی سے کہا اور نیلم کے ساتھ
چپک کر بیٹھ گئی بس گود میں بیٹھنے کی کسر رہے گئی تھی۔

"جانی نہیں تم مجھے ینگ لیڈی کہہ دیا کرو" اتر کر کہا گیا۔

"مام! یہ آپ کی بڑی بہن آپ سے کتنے سال چھوٹی ہے؟" تقریباً نیلم کے گود میں گھس کر قندیل نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ نیلم نے تنبیہی نگاہوں سے گھورا۔

"ینگ لیڈی آپ صرف ینگ نہیں بلکہ بہت بیوٹی فل بھی ہیں۔ میں تو آپ کے حسن سے مدہوش ہونے لگی ہوں۔ اوہ! یہ کیا؟ آپ کی بیوٹی فل اسکن اتنی رف ہو رہی ہے۔ میرے خیال میں آج "صبح" آپ نے پالر کا چکر نہیں لگایا۔ اپنے حسین چہرے کا ساتھ اتنی زیادتی کرنا اچھی بات نہیں" قندیل نے پریشان ہوئی۔

"اوہ۔۔۔ کیا سچ میں؟" صبح کی پریشانی حد سے سوا تھی۔

"ہاں! میرا مشورہ ہے آپ کو اس وقت کسی پارلر میں ہونا چاہیے اور اپنی نازک اسکن کو نکھارنا چاہیے" قندیل نے منہ پھاڑتے ہوئے کا گلہ گھونٹ کر کسی بڑی بی کی طرح مشورہ دیا۔

"چلو نیلم مجھے خود بھی ایسا لگ رہا جیسے میری اسکن خراب ہو رہی ہو" صبحی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اڑ کر پارلر پہنچ جائے۔

"صبحی کچھ نہیں ہو تمہاری اسکن کو!" نیلم نے قندیل کو گھورا اس کے چہرے سے واضح شرارت ٹپک رہی تھی۔

"ارے مام! آپ کو کیا پتہ۔ آپ خالہ کی طرح ینگ تھوڑی ہیں۔ ہانا؟" موسٹ بیوٹی فل لیڈی "اپنی ایسی تعریف پر صبحی ہواؤں میں اڑنے لگی۔ لیکن پھر بھی اسے اپنی اسکن کی فکر مندی لاحق تھی۔

"ایک کام کرتے ہیں میں آپ کا گھر میں فیشل کر دیتی ہو۔ آئی بیٹ! آپ کا حسن نکھر کر تروتازہ ہو جائے گا۔ لوگ جلنے لگیں گے جلنے" قندیل کی بات پر نیلم کے کان کھڑے ہو گئے اور تصور میں اسے اپنی بہن کا حشر نشر ہوتے ہوئے نظر آیا۔ قندیل کے ہاتھوں فیشل کے سبب۔۔ صبحی کا پھولا کپہ منہ۔۔

نیلم کو سوچ کر ہی جھرجھری آگئی۔

"چلو صبحی ہم پار لڑ چلتے ہیں مجھے بھی بالوں کو کلر کروانا ہے" نیلم نے صبحی کا ہاتھ پکڑا اور اسے گھسیٹ کر لے گئی۔

"یہ مام بھی نہ مجھے کوئی نیکی کا کام کرنے نہیں دیں گی" منہ میں بڑبڑا کر اسنے اپنی رُکی ہنسی کو باہر آنے دیا اور کھل کر ہنسنے لگی۔

*

*

تو جو نظروں کے سامنے کل ہوگا نہیں

تجھ کو دیکھے بن میں مرنہ جاؤں کہیں

تجھ کو بھول جاؤں کیسے
مانے نہ مناؤں کیسے تو بتا

روکے نہ رکے نینا
تیری اوور تو انہیں ہے رہنا

وہ اپنے روم کے پیچھے بنے چبوترے میں بیٹھا کوئی Song گا رہا تھا۔ جب ہلکی
ہلکی بارش ہونے لگی۔ اپنا گٹار رکھ کر وہ چبوترے کے باہر آگیا۔ موسم کا
حسن بارش کی وجہ سے نکھر رہا تھا۔ وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے "شاہ ولا" سے
باہر نکل آیا۔ بارش کے قطرے اسے مکمل بھگو چکے تھے۔ قریبی پارک میں
آکر اس کے قدم تھم گئے۔ بچے بارش انجوائے کرتے کھیلنے میں مگن تھے۔ ننھے
ننھے پیروں کی چھپ چھپ بارش میں خوشی کے ساز پیدا کر رہی تھی۔ ان
سب کے چہروں پر خوشی اور سرشاری رقص کر رہی تھی۔ ہر دکھ اور غم

سے بے نیاز ہو کر وہ سب اٹھکیاں کرنے میں مصروف تھے۔
بچپن۔۔۔۔۔ وہ بچپن۔۔۔۔۔ جو زرجان شاہ سے چھین لیا گیا تھا۔ اپنے
بچپن میں تو وہ مسکرا نا بھول چکا تھا۔ مسکراہٹ جیسے اس سے روٹھ گئی
تھی۔ ایک تلخ حقیقت جو جھٹلائی نہیں جا سکتی تھی۔ بچوں کو اسکے
والدین لے گئے تھے۔ شاید اب وہ لوگ گھر میں اپنے والدین کے ساتھ
بارش کے مزے لیں گے۔ کتنے حسین لمحے ان بچوں کے پاس مقید ہوں
گے مگر زرجان شاہ کے پاس ایسا کوئی لمحہ نہ تھا۔ جسے سوچ کر وہ پل بھر کے
لیے مسکرا سکتا۔ پارک بالکل خالی ہو چکا تھا۔ بارش کی وجہ سے ٹھنڈ میں
اضافہ ہو چکا تھا اور یہ ٹھنڈ اسکے وجود کو منجمد کر رہی تھی مگر وہ اس سے بے
نیاز ہو کر پارک میں بچوں کے کھیلنے کے لیے بنائے گئے جھولے اور
دوسری چیزوں کو ترسی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ کاش وہ اپنا درد بھی
بارش کی طرح ہزاروں قطروں میں بہا دیتا۔ مگر ایسا کرنا بہت مشکل تھا۔
بہت مشکل۔۔۔۔۔

*

*

بارش کی پہلی پھوار پڑتے ہی آگینے کا دل جھوم اٹھا۔ بارش کی رم جھم کے ساتھ اسکی روح بھی رقصاں تھی۔ اتنے حسین موسم کو وہ دل بھر کر انجوائے کرنا چاہتی تھی۔

"بس کرو آبی! بیمار پڑ جاؤ گی" فرحت بیگم نے پریشانی سے کہا۔

"امی اتنے حسین موسم میں تو سب کو انجوائے کرنا چاہیے"

"سب تمھاری طرح پاگل نہیں ہیں" فرحت بیگم نے اسکے چہرے پر پھیلی بچوں جیسی معصومیت دیکھی۔

"ہونہہ! یہ کہیں سب میری طرح سمجھدار نہیں ہیں۔ اتنے حسین موسم کو کمرے میں بیٹھ کر کھڑکی سے دیکھ کر انجوائے کرنے والے لوگ پاگل ہوتے ہیں" اس نے مزے سے کہا۔ فرحت بیگم کو پتا تھا جب تک اسکا دل نہ بھر جائے وہ کمرے میں نہیں آئے گی۔

بچپن سے ہی اسے بارش سے عشق تھا۔ اب بھی وہ ٹھنڈکی پرواہ کیے بغیر
بھیگ رہی تھی۔ جیسے کوئی اپنا بھی اس بارش بھیگ کر اپنے سارے درد
بارش سنگ بہا رہا ہو۔

ہاں! بارش بھی تو انسان کے درد بہا لی جاتی ہے۔ کبھی کبھی انسان کی بنجر
زمین پر بارش سیرابی کا کام کرتی ہے اور اسکے بعد اس بنجر زمین پر امید کی
کونپلیں کھل اٹھتی ہیں۔ پتہ نہیں یہ بارش کس بنجر شخص پر برس کر اسکے بنجر
وجود کو سبز کرے گی۔ کوئی تو ہوگا جو اس بارش میں اپنے غم بانٹ رہا ہوگا۔
جس کا احساس بارش آگینے کو دیا رہی تھی۔ کاش یہ بارش ہر کسی کے غم
خود سنگ بہا لے جائے۔ اس نے دل سے دعا کی۔

ان بارش کی بوندوں سے آرہی ہے مہک اُس کی
شاید وہ بھیگ رہا ہے بارش میں گلابوں کی طرح

*

*

بارش کا زور اب معدوم ہو چکا تھا۔ ہوا میں خنکی بڑھ گئی تھی۔ آگینے عشاء کی نماز پڑھ کر دعا مانگ رہی تھی جب اسے کچن سے فرحت بیگم کی آواز آئی اور ساتھ میں برتن گرنے کی بھی۔ فرحت بیگم کو زمین پر گرا دیکھ کر خوف سے اسکی چیخ نکل گئی۔

"امی ی ی ی ی!"

"امی اٹھیں پلیز۔ امی ی ی ی!" اس نے فرحت بیگم کو جھنجھوڑا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ڈرتے ڈرتے اس نے فرحت بیگم کی دل کی دھڑکن چیک کی اور شکر ادا کیا۔ بہت جلد اسے اپنی ماں کو اسپتال لے کر جانا تھا۔ وہ جلدی صبا کے گھر گئی اور مہوش آنٹی کو بلا لائی۔ صباء کے فادر آوٹ آف سٹی تھے اور کار بھی انکے پاس تھی۔ آگینے کو اس وقت کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے! وہ جلدی سڑک پار کر کے ٹیکسی رکوانے کے لیے آئی۔ جلدی جلدی میں وہ سڑک کے بیچ میں آگئی اور ایک کار کی چرچراہٹ اسے بہت

نزدیک سے سنائی دی۔ چہرے سے ہاتھ ہٹانے پر کار کی ہیڈ لائٹ آنکھوں میں چبھتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"مرنے کا بہت شوق ہے کیا؟" زرجان نے کار سے باہر نکل کر غصے سے کہا۔

"وہ۔۔۔ م۔ میری امی کی طبیعت بہت خراب ہو گئی ہے۔ مجھے ہو سپٹل تک چھوڑ دیں پلیز" آگینے نے روتے ہوئے کہا۔ یہ دیکھے بغیر کے سامنے کھڑا شخص زرجان ہے۔۔۔۔۔۔!

ہو سپٹل کے سارے اخراجات زرجان نے سنبھالے تھے۔ جب اُس لڑکی (آگینے) نے زرجان سے مدد مانگی۔ پل بھر کو زرجان سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ آخر وہ اس لڑکی سے ہمیشہ کیوں ٹکرا جاتا ہے۔ زرجان نے مدد کی حامی بھری۔ پھر ایک معزز خاتون کو وہ لڑکی اور ایک عورت اپنے ساتھ لائیں اور زرجان کی کار میں بیٹھ گئیں۔ وہ خاتون ابھی بھی مکمل ہوش میں نہ تھی

اور پیشانی پر خون کی لکیر بھی تھی۔ اسکا چہرہ سفید دوپٹے (جس پر خون کے نشان تھے) کے ہالے میں مقید تھا۔ زرجان کو وہ عورت بالکل عائشہ شاہ جیسی لگی یا پھر ایسا لگتا تھا وہ پہلے بھی اس عورت سے مل چکا ہے۔۔۔ پر کہاں؟ کب؟ اپنے زہن میں آنے والے سوالات کو زرجان نے جھٹکا اور ہو سپٹل سے باہر نکل آیا۔ عجیب بات تھی۔ وہ کیوں اتنا پریشان ہو رہا تھا؟ اسے خود بھی سمجھ نہیں آیا۔ جیبوں میں ہاتھ ڈالے۔ وہ اپنی کار کے ساتھ کھڑا فرنٹ گلاس پر گرتے بارش کے قطروں کو تک رہا تھا اور ہو سپٹل کے اندر بھی کسی کی آنکھوں سے ایسے قطرے گر رہے تھے۔

* * *

ہو سپٹل کے ٹھنڈے فرش پر بیٹھی وہ کب سے، بہتی آنکھوں میں امید کے بہت سے جگنو لیے دعا گو تھی۔ مہوش آنٹی بھی اسکے ساتھ تھی۔ جبکہ صباء جنید کے ساتھ گھر میں بھری ہوئی تھی۔

"پشنت کی حالت اب کافی بہتر ہے۔ ابھی وہ آرام دہ دوائیوں کے زیر اثر سو رہی ہیں" ڈاکٹر کے کہے یہ جملے آگینے کے لیے زندگی کی نوید تھے۔ اپنی ماں

کو اس حالت میں دیکھ کر آگینے ماہی بے آب کی طرح تڑپ اٹھی تھی۔ وہ بے ساختہ اپنے رب کے حضور سجدہ شکر میں جھک گئی۔ وہی رب ہے جو آزمائش کے بعد سکون دیتا ہے اور یہ سکون اب آگینے کی رگ رگ میں سرعت کرنے لگا تھا۔

"آئی جس نے ہماری مدد کی تھی وہ کہاں گیا؟" سکون ملا تو آگینے کا دماغ بھی کام کرنے لگا اور اسے یاد آیا کہ ہو سپٹل آنے کے بعد وہ صرف روتی رہی ہے۔ باقی اسے کسی چیز کا ہوش نہ تھا۔

"وہ تو سارے اخراجات بھر کر چلا گیا۔ میں نے بہت منع کیا اسے کہ ہمارے اخراجات ہیں، ہم خود بھر لیں گے۔ مگر اسنے میری ایک بات بھی نہیں سنی،

بڑا نیک بچہ تھا۔ اللہ! خوشحال رکھے، لمبی حیاتی دے اسے" مہوش دل سے دعا دینے لگی تھی۔ آگینے زرجان کو بگڑا ہوا سمجھتی تھی مگر آج اسے اپنی سوچ پر شرمندگی ہو رہی تھی۔

*

*

"عائشے" زیاد شاہ نے کسی سوچ میں ڈوبی عائشے کو پکارا۔ زیاد شاہ نے ایک کپ چائے مانگی تھی اور عائشے پانی لے آئیں۔

"عائشے کیا ہوا" اب کے زیاد شاہ نے اسے شانوں سے پکڑ کر کہا۔ وہ چونک کر زیاد شاہ کو دیکھنے لگی۔ پھر اسکی نظر زیاد شاہ سے ہوتے ہوئے چھوٹی سی میز پر گئی جہاں پانی کا گلاس رکھا تھا۔ کچن میں پندرہ منٹ سوچنے کے بعد بھی اسے یاد نہ آیا کے زیاد نے کیا مانگا تھا اس لیے وہ پانی لے آئیں اور اب اسے یاد آیا تھا کہ زیاد نے چائے مانگی تھی۔

"آئی ایم سوری زیاد! میں غلط سے پانی لے آئی" عائشے شاہ نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔ عائشے! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟" زیاد شاہ کی آواز میں پریشانی تھی۔

"جی میں بالکل ٹھیک ہوں۔ کچھ دن پہلے نیلم سے ملاقات ہوئی تھی۔ بس آج اسکے بارے میں سوچ رہی تھی تو کسی اور چیز پر دھیان ہی نہیں دیا"

"اور اس ملاقات میں بھی اسنے طنز کے تیر چھوڑے ہوں گے" یہ سوال تھا یا بتایا گیا تھا عائشہ شاہ کو سمجھ نہ آیا۔ جواباً وہ لب کھلنے لگیں۔

نیلم زیاد شاہ کا ماضی اور ماضی جیسا بھی ہو انسان کے حال اور مستقبل کے ساتھ جڑا رہتا ہے۔

*

*

نیلم اور زیاد شاہ ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ دونوں میں دوستی ہوئی اور دوستی کب محبت میں بدل گئی دونوں کو پتہ ہی نہ چلا۔ زیاد شاہ نے اپنے والد کو نیلم کے گھر رشتہ لے جانے کا کہا چونکہ زیاد شاہ کی نسبت بچپن سے ہی اپنی چچا زاد عائشہ شاہ کے ساتھ طے تھی اسلیے زیاد شاہ کے والد نے مگر اپنے اکلوتے بیٹے کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ نیلم کو اپنی بہو بنا لائے۔

زندگی حسین ہو گئی تھی۔ پیار کرنے والے اب ہم سفر بن چکے تھے اور اس زندگی کو ننھے زرجان نے مکمل کر دیا۔ زندگی کے چند سال بہت شاداں و فرحاداں گزرے۔ چار سالہ زرجان انکی آنکھوں کا تارا تھا۔ جبکہ ان سالوں میں زیادہ شاہ کے والد اور والدہ بھی دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ پورے "شاہ والا" پر اب نیلم کا راج تھا۔

سب کچھ تھا اسکے پاس محبت کرنے والا شوہر، شہزادوں جیسا بیٹا، پیسہ اور عیش و عشرت لیکن کبھی کبھی سب کچھ حاصل ہونے کے بعد بھی انسان اندھوں کی طرح دوسری خواہشات کے پیچھے بھاگتا ہے اور نتیجتاً اسکے پاس نہ وہ رہتا ہے جو پہلے تھا اور نہ وہ ہاتھ آتا جس کے پیچھے وہ بھاگتا ہے

* *

زندگی کے سکون میں ارتعاش تب پیدا ہوئی جب نیلم پر ماڈل بننے کا جنون سوار ہوا اور اسے یہ آفر دینے والی صبحی (نیلم کی بڑی بہن) تھی۔ نیلم کو اس فیلڈ کی چکا چوند اور روشنی سے صبحی نے آشنا کروایا اور وہ اس

روشنی میں آنکھیں بند کیے آگے بڑھنا چاہتی تھی۔ یہ سوچے بغیر کے آنکھ بند کرنے پر وہ کہیں بھی گر سکتی ہے اور اپنے ساتھ وہ دوسروں کا نقصان بھی کر سکتی ہے۔

بہت کوششوں کے بعد بھی زیاد نیلم کو ماڈلنگ کرنے سے روک نہ پایا۔ آئے دن دونوں میں لڑائی جھگڑے ہونے لگے اور انکا اثر زرجان پر ہوتا پر دونوں ماں باپ ہی اس بات سے انجان تھے۔

"زیاد شاہ اسکی شہرت کی وجہ سے اسے منع کرتا ہے۔ وہ کیسے یہ سب برداشت کرے کہ اسکی بیوی اسے آگے نکل جائے۔ اسکی انا کو یہ گوارا نہیں کے وہ اپنی بیوی کے نام سے جانا جائے۔ تبھی وہ نیلم کی شہرت میں روکاوٹ کا سبب بن رہا تھا" نیلم جب لڑائی جھگڑے کے بعد اپنی بڑی بہن صبوچی کے شانے پر سر رکھ کر روتی تو صبوچی زیاد شاہ کے بارے میں ایسے ارشادات بولتی۔ نتیجتاً نیلم کو بھی زیاد شاہ برا لگنے لگا۔

وقت یوں ہی روز روز کے ہنگاموں سے آگے بڑھ رہا تھا۔ زرجان کو اپنے والدین کی توجہ چاہیے تھی پر ان دونوں میں سے کسی کے پاس بھی اسکے لیے وقت نہیں تھا نیلم ماڈلنگ میں مصروف تو زیادہ شاہ اپنے بزنس میں۔ دونوں کے رویے کی وجہ سے زرجان کی ذات ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہی تھی۔

جب وہ دونوں جاہلوں کی طرح ایک دوسرے سے اونچی آوازیں بات کرتے تو زرجان خود کو کمرے میں بند کر کے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ کر بے آواز رونے لگتا۔ مگر وہاں کوئی نہ تھا جو زرجان پر اپنی توجہ نہجھاور کرتا۔

ان دنوں نیلم کی شہرت عروج پر تھی۔ ہر ایک کی زبان پر نیلم کا نام تھا۔ غیر مردوں کی زبان سے نیلم کے بارے میں سننا زیادہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اسکی بیوی کا ذکر کن لفظوں میں ہوتا یہ سب کر اسکے تن بدن میں آگ لگ جاتی اور پھر وہ آپے سے باہر ہو جاتا۔ نتیجتاً ان دونوں کے درمیان جھگڑا ہونے لگتا۔

*

*

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

زیادشاہ کو میٹنگ کے لیے آٹ آف سٹی جانا تھا۔ زیادشاہ نے نیلم کو بارہا تاکید کی تھی کہ وہ آج رات شوٹنگ پر نہ جائے۔ کیونکہ زرجان کی طبیعت خراب تھی اور اسے دیکھ بھال کی ضرورت تھی۔ جبکہ نیلم کا کہنا تھا کہ یہ شوٹنگ اسکے کریئر کے لیے بہت ضروری ہے۔ زیادشاہ نے پہلے شائستگی، نرمی اور پھر قدرے سختی سے تاکید کی اور چلے گئے۔ لیکن زیادشاہ کے جانے کے بعد نیلم شوٹنگ کی تیاری کرنے لگی اور نوکروں کو زرجان کے دیکھ بھال کا حکم دے کر وہ بھی شوٹنگ پر چلی گئی۔

اتنے سنائے میں گھڑی کی ٹک ٹک بھی دس سالہ زرجان کو خوف میں مبتلا کر رہی تھی۔ کبھی کبھی رات میں زیادشاہ اسکے پاس ہوتے مگر آج وہ بھی نہیں تھے۔ وہ اپنے کمرے سے باہر نکل آیا۔ اتنے بڑے گھر میں خاموشی کا راج تھا۔ وہ نیلم کو بلاتا سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ لاونج میں آکر اس نے ایک دفعہ پھر نیلم کو آواز دی مگر ہر طرف خاموشی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اسکی نیلی

آنکھوں سے آنسو بہنے لگے جسے وہ اپنے پھولے پھولے ہاتھوں سے صاف کرنے لگا۔ "وہ بہت اسٹرانگ ہے" یہ بات اسے ایک چار سالہ بچی نے کہی تھی۔ پتہ نہیں کون تھی۔ جب وہ زرجان کے گھر آئی تو زرجان کے کھلونے اٹھا کر کھیلنے لگی تھی۔ اسے اپنے ان کھلونوں سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ بچپن سے ہی اداسی اسکے ساتھ کھلونے کے طور پر تھی اور اب بھی وہ اداس سا سنگل صوفے پر بیٹھا۔ لڑکی کو زمین پر بیٹھے کھیلتا دیکھ رہا تھا۔ وہ لڑکی اسکا ایک کھلونا اپنے ہاتھ میں پکڑے زرجان کے قریب آئی۔ اور اسکا کیپ کھولنے کا کہا مگر زرجان نے منع کر دیا۔ لڑکی نے اپنے پھولے پھولے گالوں کو اور پھلایا اور ایک دفعہ پھر کھولنے کا کہا۔ ساتھ میں یہ بھی کہہ دیا کہ "تم بہت اسٹرانگ ہو" تب نہ تو زرجان کو اسٹرانگ ہونے کا پتہ تھا اور نہ ہی اس لڑکی کو۔ کیونکہ لڑکی کی سوچ کے مطابق جو کیپ کھول لے وہ اسٹرانگ ہے جبکہ زرجان بھی یہی سمجھتا تھا کہ کیپ کھول دینا ہی اسٹرانگ لوگوں کی نشانی ہے۔ زرجان نے وہ کیپ کھول دی۔ وہ چہرے پر ہنسی سجاتی دوبارہ زمین پر جا بیٹھی اور آج اسے احساس ہوا تھا کہ وہ بہت اسٹرانگ ہے

کیونکہ وہ نہ صرف بند کیپ کھول سکتا ہے بلکہ اکیلے گھر میں بھی رہ سکتا ہے۔

بادلوں کی گرج دار آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی۔ بارش نہیں ہو رہی تھی مگر موسم کافی خراب تھا۔ زرجان کو پھر خوف محسوس ہوا اسنے گھر کے نوکروں کو آوازیں دیں مگر کوئی بھی نہیں آیا۔ آخر کار سیڑھیوں کی ریلنگ کو پکڑے وہ آستہ آہستہ اوپر جا رہا تھا۔ ہر طرف خاموشی تھی اور اس خاموشی میں بادلوں کی گرج دار آواز اسے ڈرا رہی تھی۔ "وہ بہت اسٹرانگ ہے" زرجان نے خود کو یقین دہانی کرائی۔ اسے بہت بخار ہو رہا تھا وہ سیڑھیوں کے بیچ و بیچ نڈھال ہو کر بیٹھ گیا۔ کیا واقعی میں اسکے ماں باپ اس سے محبت نہیں کرتے تھے؟ اگر پیار کرتے تو کیوں زرجان کو اس حالت میں اکیلے گھر چھوڑ کر جاتے؟ انہیں تو بس لڑائی کرنا آتی ہے! اسکے ذہن میں مختلف سوچیں گڈمڈ ہونے لگیں۔ پھر اسے احساس کمروں سے اسکے والدین کی اونچی اونچی آوازیں آرہی ہیں۔ ایک، دو، تین نہیں بلکہ ہر کمرے سے اسے آوازیں آرہی تھیں۔ اس نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ دیے۔

نہیں۔۔۔ وہ اسٹرانگ نہیں ہے " اسے اس گھر میں وحشت ہونے لگی۔
نیلی آنکھوں میں پھر سے سمندر کی لہریں بہنے لگیں۔

"میں اسٹرانگ نہیں ہوں" وہ خود کو کہتا ان آوازوں سے پیچھا چھڑانے کے
لیے باہر نکل آیا۔ گیٹ کھلا تھا اور چوکیدار بھی غائب تھا۔ اسنے ارد گرد
نظریں دوڑائیں مگر وہاں کوئی نہ تھا۔ وہ گیٹ سے باہر نکل کر سڑک پر آگیا۔
وہ اسٹرانگ نہیں ہے۔ اسے اپنے مام ڈیڈ کے پاس جانا ہے۔ اسے اتنے
بڑے گھر میں اندھیرے سے ڈر لگتا ہو کیونکہ۔۔۔ کیونکہ وہ اسٹرانگ نہیں ہے!
اور وہ اپنے ماں باپ کو ڈھونڈنے انجان راستوں پر چلنے لگا۔

نیلم رات گئے گھر واپس آئی۔ زرجان کا کمرہ بند تھا وہ سمجھی شاید زرجان سو
رہا ہے اس لیے تھکن ہونے کے باعث وہ بھی اپنے روم میں آرام کرنے
چلی گئی۔

صبح کے 10 بجے کسی شور کے باعث اسکی آنکھ کھلی۔ باہر آئی تو زیاد شاہ
نوکروں پر برس رہے تھے۔ پھر جو خبر نیلم نے سنی اسکے حواس معطل
ہو گئے۔ اس دن زیاد شاہ نے پہلی مرتبہ نیلم پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ بہت
کوششوں کے بعد بھی کوئی زرجان کا پتہ نہ لگا سکا۔

ایک ہفتہ

ایک ماہ

ایک سال

دو سال

وقت گزرتا رہا مگر زرجان نہ ملا۔ اور اس عرصے کے دوران زیاد شاہ نے نیلم
کو آزاد کر دیا۔ اپنی خواہشوں کی تکمیل کے لیے اسنے اپنی محبت کے ساتھ
اپنا بیٹا بھی کھو دیا تھا۔ خواہشات جب انسان پر غلبہ پالیتی ہیں تو انسان
سیدھے راستے سے بھٹک کر غلط

راستوں پر قدم بڑھانے لگتا ہے اور یہ راستہ اسے گہری کھائی میں دھکیل دیتا
ہے۔ کچھ ایسا ہی نیلم کو محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی کھائی میں ہو اور کہیں
سے بھی کوئی درزن نہ ہو جس سے روشنی آسکے۔ اجرنا کسے کہتے ہیں نیلم کو تب

اندازہ ہوا تھا۔ 3 سال بیت گئے مگر زرجان کا کہیں پتہ نہ چلا۔ زیاد شاہ پاگلوں کی طرح اسے ڈھونڈ کر خود بھی پاگلوں جیسے ہو گئے۔ اتنی کوشش کے بعد بھی سب کچھ بے سود تھا۔

نیلم کی شادی اسکے والدین نے اپنے کسی جاننے والوں کے ہاں کر دی اور وہ سات سمندر پار جا بسی۔ زندگی آہستہ آہستہ بے نام سی مصروفیت لیے خود کو گھسیٹنے لگی۔ کچھ عرصے بعد اپنے چچا کی درخواست پر زیاد شاہ، عائشہ شاہ کو اپنک زندگی میں لے آئے۔

زیاد شاہ کے پولیس آفیسر دوست نے زرجان اور دوسرے بچوں ڈھونڈنے کے لیے اپنی ایک ٹیم تیار کی آخر کار سات سال بعد زیاد شاہ کا بیٹا اسکے سامنے سامنے تھا۔ زرجان اور کچھ دوسرے بچوں کو اسمگلر گینگ سے آزاد کروایا گیا تھا۔ لاغر اور حد سے زیادہ کمزور وجود۔ زرجان کے جسم پر جگہ جگہ زخموں کے نشان تھے جن میں سے خون کے ساتھ پیپ بھی رس رہی تھی۔ وہ اس حالت میں زیاد شاہ کو ملا تھا کہ اسے دیکھ کر زیاد شاہ اپنا ضبط

کھو بیٹھتے۔ اتنی جائیداد کے اکلوتے وارث نے زندگی کے سات سال ایک زندان میں گزارے جہاں ہفتوں بعد کھانے کا ایک نولہ میسر ہوتا۔ سترہ سالہ زرجان کے جسم پر زخم بہت ہی خراب ہو چکے تھے۔ شاید کوئی عام شخص ان زخموں پر غلطی سے نگاہ ڈال لے مگر اسکے بعد دوسری نگاہ ڈالنا بھی بہت مشکل تھا۔

پھر زرجان کا ٹریٹمنٹ شروع ہوا۔ شروع شروع میں تو زرجان اپنے حواسوں میں نہ رہتا پاگلوں کی طرح چلاتا، کبھی خود پر ہسنے لگتا اور کبھی بچوں کی طرح رونا شروع کر دیتا۔ کافی وقت لگا تھا زرجان کو ٹھیک ہونے میں اور صرف عائشہ شاہ ہی تھی جس نے لمحہ لمحہ زرجان کا خیال رکھا۔ عائشہ شاہ بانجھ ہونے کے باوجود کسی کی ماں تھی۔ زرجان جب اسے ماں کہتا تو اسکی پیاسی ممتا سراپ ہو جاتی۔ عائشہ شاہ کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ وہ صحتیاب ہونے لگا۔

* *

زندگی پھر سے رواں دواں تھی۔ زرجان بیس سال کا تھا جب نیلم دوبارہ آگئی۔ اپنے ہیرے جیسے بیٹے کو وہ عائشہ اور زیادہ کے پاس دیکھ کر بے چین

ہواٹھی تھی۔ تبھی اسنے زرجان کو اپنے پاس رہنے کا فیصلہ سنایا مگر زرجان اب دس سالہ ننھا بچہ نہیں تھا جسے ممتا کی آس تھی اب وہ بیس سال کا بھر پور مرد تھا جو اپنے فیصلے خود کر سکتا تھا۔ اسکے ماں باپ پھر سے جھگڑا کریں اُس نے خود ہی بات بنٹادی اور پڑھائی کے سلسلے میں وہ زیادہ تر ہاسٹل ہی رہتا۔ کچھ وقت نیلم اور کچھ وقت زیاد کو بھی دے دیتا اور عائشے شاہ اسکے لیے ایک ماں ہونے کے ساتھ ساتھ استاد بھی تھی جس کی وہ سب سے زیادہ عزت کرتا۔ جس نے اسکی مسخ شدہ ذات کو ایک دفعہ پھر تعمیر کیا تھا۔

پر اس تعمیر شدہ عمارت میں اسکا ماضی دفن تھا جو کبھی کبھی اسکے اندر وحشت بھر دیتا تھا۔ باہر سے اسکے وجود کی عمارت جتنی مضبوط تھی اندر سے اتنی ہی بوسیدہ تھی۔۔۔۔۔!

کون جانے زندگی کے سات سال اس نے کس ازیت میں گزارے۔ ماں باپ کے پاس زرجان آگیا تھا۔ مگر زرجان تھا جس کے پاس زندگی کے وہ سات سال تھے۔ جس میں صرف اور صرف ازیت تھی۔

پر کون جانے؟ کہ وہ اب بھی اپنے اندر دس سالہ ننھے زرجان کو بسائے
ہوئے ہے۔۔۔۔۔!

*

*

"زیاد کہاں کھو گئے آپ؟" عائشہ شاہ کی آواز اسے ماضی سے حال میں لے
آئی۔

"زرجان کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ عائشہ زرجان ہمارے درمیان ہو کر
بھی، ہمارے درمیان نہیں ہے۔ بلکہ وہ زندگی کے ان سات سالوں میں
ابھی بھٹک رہا ہے۔ میں نے اسکی ہنسی میں چھپی ازیت محسوس کی ہے۔
کتنا برا باپ ہوں میں اسکی زندگی برباد کر دی۔ دس سال تک وہ ہماری
محبت کے لیے ترستا رہا مگر اس وقت میں نے اپنے بیٹے پر کوئی توجہ نہیں دی
۔ پھر سات سال وہ ان وحشی لوگوں کی قید میں رہا۔ کتنا ظلم کیا ہو گا ان
سب نے زرجان پر اور پھر تین سال اسکے ٹریٹمنٹ، اسے زندگی کی طرف
لانے میں لگے۔ میرے بیٹے کے بس سالوں میں کوئی بھی ایسا لمحہ ہو جس

میں اسنے زندگی کی کوئی خوشی محسوس کی۔ لوگ اپنا ایک لمحہ برباد ہونے پر ہنگامہ کھڑا کر دیتے ہیں اور میرے بیٹے نے اپنی زندگی کے بیس سال برباد ہونے پر بھی کسی سے شکوہ نہیں کیا۔ نہ مجھ سے، نہ نیلم سے۔ عائشے تم بتاؤ میں اپنے بیٹے کی زندگی میں خوشیاں کہاں سے لے آؤں۔ تم تو زرجان کو مجھ سے بھی زیادہ جانتی ہو! مجھے بتاؤ میں ایسا کیا کروں جس سے اسکی زندگی خوشیوں سے بھر جائے "زیادشاہ نے ازیت سے چورلہجے میں کہا۔

"زیاد اتنا پریشان نہ ہوں اب تو کافی عرصہ ہو چکا ہے۔ وہ اپنے ماضی سے بہت آگے نکل آیا ہے اور ماشاء اللہ اب تو زرجان ستائس سال کا ہو چکا ہے۔ آپ اسکے ماضی کو بار بار نہ دہرائیں۔ اگر اللہ پاک نے زرجان کو کسی آزمائش کے لیے چنا تھا تو اس میں بھی کہیں نہ کہیں کوئی مصلحت ہوگی۔ کیونکہ اللہ پاک اپنے محبوب بندوں کو ہی آزمائش کے لیے چنتا ہے "

"ہمممم! دعا کرو میرے بیٹے کی زندگی میں خوشیاں لکھ دی جائیں۔ " زیادشاہ نے اداسی سے کہا۔

"کب سے میرا بیٹا لگایا ہوا ہے۔ زرجان کیا صرف آپ کا بیٹا ہے میرا نہیں؟" عائشہ نے ناراضگی سے کہا۔

"نہیں! میرا مطلب یہ نہیں تھا بلکہ وہ تو صرف تمہارا بیٹا ہے" زیاد شاہ نے سادگی سے کہا۔

"ہاں! اور میں اپنے بیٹے کی خوشحال زندگی کے لیے ہر وقت دعا گو ہوں" عائشہ نے ممتا سے چورلجے میں کہا اور زیاد شاہ سادگی سے مسکرا دیئے۔

*

*

"یہ اتنے زیادہ پیسے کہاں سے آئے ہیں آبی پتر" دو دن سے مہرین آگینے کے ساتھ ہوٹل میں تھی۔ اتنے مہنگے ہو سہٹل میں، ڈاکٹروں کی مہنگی فیس ادا کرنے اور مہنگی دوائیاں لینے کے بعد تیس ہزار نقد آگینے کے ہاتھ میں دیکھ کر مہرین حیران رہ گئی۔

"مامی! یہ پیسے بینک سے نکلوا کر لائی ہوں" آگینے نے سادگی سے جواب دیا۔

"دھی رانی! پیسہ آہستہ آہستہ خرچ کرو اگر یہ تیس ہزار ختم ہو گئے تو پھر کیا کریں گے اور بینک والے پتہ نہیں دوبارہ ادھار دیں گے بھی یا نہیں" مہرین مصنوعی پریشان ہوئی۔ حالانکہ اسے تو ابھی تک یقین نہ آ رہا تھا کہ چٹانک بھر چھو کری (لڑکی) کو بینک والے اتنا پیسہ دے دیں۔

"امی کی اچھی ٹریٹمنٹ کے لیے جتنا پیسا خرچ ہوا میں کروں گی۔ اور یہ پیسے ادھار کے نہیں ہیں۔ یہ تو میں نے اپنے اکاؤنٹ سے نکلوائے ہیں" آگینے نے وضاحت دی اور مہرین انگشت بندھاں آنکھ پھاڑے بے یقینی سے آگینے کو دیکھ رہی۔ اتنا پیسا کہاں سے آیا، کیسے آیا، جیسے سوال مہرین کے گرد رقص کرنے لگے۔

"اتنا پیسہ تمہارے اکاؤنٹ میں کہاں سے آیا؟" مہرین پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"جی یہ پیسہ زیادہ انکل میرے اکاؤنٹ میں جمع کرواتے ہیں" آگینے نے بات مکمل کرنے کے بعد اپنے سر پر دوپٹہ درست کیا۔ جبکہ مہرین زیادہ کا نام سن کر چونک گئی۔

"ت __ تقریباً او __ اور کتنا پیسہ ہوگا بینک میں؟" اتنے پیسوں کا سوچ کر مہرین سے بولا نہیں جا رہا تھا۔

"زیادہ انکل ہر سال میرے اکاؤنٹ میں بہت رقم جمع کروا دیتے ہیں" آگینے کو اب مہرین کے سوالوں سے الجھن ہونے لگی تھی۔
فرحت بیگم جاگ چکی تو آگینے اس کے ساتھ جا بیٹھی جبکہ مہرین فرحت کی چالاکی پر عیش عیش کر رہی تھی جس نے اتنے پیسوں کی بھنک تک نہ پڑنے دی۔

*

*

"زرجان اس وقت سوچ رہا تھا اسے ہو سپٹل جانا چاہیے بھی یا نہیں۔
ایک دفعہ جا کر اس بزرگ عورت کا حال احوال پوچھ لے۔ مگر دوسری ہی

پل اپنی سوچ پر نفی کرتا اور بھلا وہاں جا کر اسکا کیا کام! آخر کار اسنے نہ جانے کا فیصلہ کیا۔ اور نیلم کی طرف آگیا۔

"زرجان بیٹا میں چاہتی ہوں کہ زرنش اور تمھاری شادی ہو جائے" نیلم نے زرجان سے باتوں باتوں میں کہا۔

"کتنی چالاک ہیں صبحی خالہ میری مام کو پٹیاں پڑھا کر چلی گئیں اور اب مام وہی کریں گی جو صبحی خالہ چاہتی ہیں۔۔۔ ہونہہ!" قندیل کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ جا کر زرنش کو دو چار چھیڑیں ضرور لگا آتی۔ جو اسکے بھائی کی زندگی میں گھسنے کی کوشش کر رہی ہے۔

"مام پلینز! اس ٹاپک کو یہاں ختم کر دیں" زرجان نے بیزاری سے کہا۔ اپنے والدین کی شادی کا نتیجہ وہ دیکھ چکا تھا۔ اس لیے کبھی اس نے شادی کے بارے میں نہیں سوچا۔

"ٹھیک ہے شادی نہ صحیح منگنی کر مل لو تا کہ سب کو پتہ چل جائے کے
زرنش میری بہو ہے ورنہ تو اسکے اتنے رشتے آرہے ہیں کہ صبحی تنگ آچکی
ہے۔ تم دونوں کی انکیجمنٹ کے بعد صبحی کو بھی ان آئے دن کے
رشتوں سے چھٹکارا مل جائے گا" نیلم تو بالا ہی بالا سب طے کیے بیٹھی
تھی۔

"ہاں! ان آئے رشتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ کھپا دیں میرے بھائی
کی زندگی خراب کرنے کی کیا ضرورت ہے" قندیل بڑبڑائی۔

"کچھ کہا تم نے؟" نیلم نے ٹی وی دیکھتی قندیل سے پوچھا۔ جواب قندیل
نے معصومت سے مسکرا کر نفی میں گردن ہلائی۔ اگر نیلم کو علم ہو جاتا کہ
قندیل اس وقت اسکی پیاری بھانجی کی شان میں کیا گستاخی کر رہی ہے تو
نیلم ضرور اسکی نفی میں ہلتی گردن مروڑ دیتی۔

"مام پلیز میں ابھی کسی سے شادی یا منگنی نہیں کرنا چاہتا" زرجان اس موضوع سے حد درجے اکتایا ہوا تھا۔

"بیٹا زندگی اس طرح اکیلے نہیں گزرے گی۔ زندگی کے سفر میں ہر پل کسی نہ کسی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کے ساتھ زندگی کی تمام خوشیاں اور غم بانٹے جائیں" نیلم نے زرجان کو سمجھانا چاہا۔

"میں اکیلے زندگی گزار لوں گا۔ مجھے کچھ کام ختم کرنے ہیں میں پھر کبھی ملنے آؤں گا!" زرجان نے کہا اور کھڑا ہو گیا۔ نیلم زرجان سے ناراض ہونا چاہتی تھی جو بات پوری سننے بغیر جا رہا تھا۔ پر اپنے اکلوتے بیٹے سے ناراض ہونا مشکل تھا۔ اس لیے زرجان کو کچھ نہ کہا اور اسے جاتا دیکھتی رہیں۔

"عائشے نے میرے بیٹے کو مجھ سے کتنا بدظن کر دیا ہے۔ عائشے شاہ تم نے اچھا نہیں کیا میرے ساتھ" نیلم اپنی سوچ سے نتیجے اخذ کرنے لگی۔

"عائشے آنٹی نے بھلا کیا۔ کیا ہے۔ مام آپ ہر چیز کا غلط مطلب نکال لیتی ہیں" قندیل حیران ہوئی۔

"تم چپ رہو! اپنی ماں کے بجائے تمہیں اس جاہل عائشے پر ترس آ رہا ہے
"نیلیم نے قندیل کے لئے لیے۔ قندیل کو نیلیم کی سوچ پر تاسف ہوا اور وہ
کچھ بھی کہے بغیر لاونج سے چلی گئی جبکہ نیلیم کو ابھی بھی زرجان کے جانے
کا دکھ ہو رہا تھا۔

*

*

سہ 08

کچھ دنوں بعد فرحت بیگم مکمل صحت یاب ہو گئیں اور چلنے پھرنے لگیں۔
جب کے ان دنوں میں مہرین کے رویہ میں کافی تبدیلی دیکھنے کو ملی۔ وہ جب
بھی گھر آتی فرحت کا بہت خیال رکھتی۔ یہاں تک کے عباس کا رویہ بھی
شیریں لیے ہوئے تھے۔ فرحت بیگم کو بہت خوشی محسوس ہوئی۔

*

*

خوبصورت دلوں کی اک خاموش صدا ہوتی ہے
اب تمہیں کیا بتائیں، محبت کیا ہوتی ہے

حیدر نے خوبصورتی سے شعر کہا۔ قندیل کے چہرے پر سرخی آگئی۔

"ہائے! شرماتے ہوئے تو میرا محبوب کسی اور دنیا کی مخلوق لگتا ہے" حیدر
نے ترنگ سے کہا۔

"کس دنیا کی مخلوق لگتا ہے؟" قندیل نے حیدر کو دیکھ کر پوچھا۔ قندیل کو لگا
حیدر کوئی خوبصورت دنیا کا نام لے گا۔ جہاں خوبصورت پریاں ریتی ہوں گی
مگر حیدر کے جواب نے اسکی تصوراتی دنیا پر "کولڈرنک" (کیونکہ حیدر کے
ہاتھ میں کولڈرنک تھی ناں) پھیر دی۔

"میرا حسین محبوب جہاں ایلین رہتے ہیں وہاں کی دنیا کا مخلوق لگتا ہے۔
میرا مطلب ہے، شرماتے ہوئے میرا محبوب پورا ایلین لگتا ہے" حیدر کی

شرارت کی رگ پھڑکی۔ قندیل کے شرمیلے چہرے کے تاثرات بدل کر
سخت ہو گئے۔

"کیا کہا تم نے؟" قندیل غصے سے بھنائی۔

"کینڈی! میں نے تمہاری تعریف کی ہے" حیدر پر قندیل کے غصے کا کوئی اثر
نہیں ہوا۔

"تم — تم — میرا دل کرتا ہے تمہارا قتل کر ڈالوں!" قندیل کا اچھا خاصا
موڈ غارت ہو چکا تھا۔

"ایک پولیس آفیسر کو قتل کرنے کی کیا سزا ہے تمہیں معلوم ہے؟" حیدر نے
آبرو اچکائے۔

"نہیں اور نہ ہی مجھے جاننے میں شوق ہے" قندیل نے اپنا کلچ اٹھایا اور ریسٹورنٹ سے باہر کے طرف چل دی۔ حیدر کو لگا اس نے کچھ زیادہ ہی مزاق کر دیا اس لیے وہ قندیل کے پیچھے لپکا۔

*

*

"ویسے صبا! میں کب سے دیکھ رہی ہوں۔ یہ لڑکی بار بار زرجان کے ساتھ چپکنے کی کوشش کر رہی ہے" وانیہ نے ناک بھوؤ چڑھا کر تبصرہ کیا۔ وہ دونوں اس وقت آگینے کے بیڈ پر بیٹھی کوئی شو دیکھ رہی تھیں۔ جہاں ہزاروں کی تعداد میں انڈسٹری کے لوگ موجود تھے۔ زرجان اسٹیج پر سانگ گاہا تھا اور ایک ایکٹریس بار بار اس کے قریب آ جاتی۔ صبا اور وانیہ کی نظریں ابھی بھی ٹی وی پر جمی ہوئی تھیں۔ جبکہ فرش پر بچھی قالین پر آگینے نوٹس بنانے میں مصروف تھی۔ وہ دونوں بھی یہاں نوٹس بنانے آئی تھیں مگر جس طرح وہ دونوں ٹی دیکھنے میں غرق تھیں لگتا نہیں تھا کہ آج کی تاریخ میں وہ اپنے نوٹس مکمل کر پائیں گی۔

"ہاں! دیکھو زرا پچھلے کٹنی۔۔۔ ہونہ۔۔۔ شرم و حیا نام کی چیز نہیں مل رہی اس ایکٹرس میں!" صباء نے بھی پاپ کارن کھاتے ہوئے جملہ مکمل کیا۔ صباء کا تبصرہ سن کر آگینے نے ایک نظر ٹی وی پر ڈالی۔ جہاں زرجان گانا گاتے ہوئے لڑکی کا ہاتھ اوپر کیے اسے گھما رہا تھا۔

"اگر ایکٹرس میں شرم و حیا نہیں ہے تو سنگر بھی کہیں سے دودھ کا دھلا نہیں لگ رہا" آگینے کے بات سن کر وانیہ اور صباء ہقا بقا ہو گئیں۔

"آج مجھے بتا ہی دو زرجان کی تم سے کون سی دشمنی ہے۔ جب دیکھو اس معصوم کے پیچھے پڑی رہتی ہو۔ بھول گئی زرجان نے تمہاری کتنی مدد کی" صباء نے گھور کر کہا۔

"بھلا میری کیا دشمنی ہوگی۔ مجھے تو وہ معصوم نہیں لگتا اور انسانیت کے ناطے میری مدد کرنا اس پر فرض تھا" آگینے نے کندھے اچکائے۔ ایک نظر

پھر ٹی وی پر ڈالی جہاں زرجان ایکٹرس کا ہاتھ پکڑے کھڑا تھا۔ "ہونہہ!
شریف نہ ہو تو!"

"تم جیسے چالاک لوگوں کو معصوم لوگوں کا کیا پتہ اور خبردار جو دوبارہ تم نے
زرجان کی شان میں گستاخی کی" یہ ہماری وانیہ تھی۔

"اللہ اللہ! اب اس سنگر کے پیچھے تم دونوں مجھ سے لڑ پڑو گی" آگینے نے
قدرے رنجیدگی سے کہا۔

"اب زیادہ ایمو شنل ہونے کی ضرورت نہیں ہے" صباء نے آنکھیں سُکیڑ
کر کہا۔ اور اتنے میں فرحت بیگم کی آواز پر تینوں اٹھ گئیں وانیہ نے لمبا
سانس لے کر بریانی کی خوشبو اندر اتاری۔

"واہ! کیا خوشبو ہے"

"وانیہ! بریانی کو دیکھ کر تمھاری جو حالت ہو رہی ہے۔ مجھے لگتا ہے۔۔! تم ناک سے بھی، کھانا شروع کر دو گی" وہ جو بریانی کی ڈش میں منہ گھسائے بیٹھی تھی صباء کی بات سن کر اس نے اپنا منہ اوپر کیا اور کینہ تو ز نظروں سے صباء کو گھورا۔

صباء نے دسترخوان زمین پر بچھایا۔ فرحت بیگم اور وانیہ نے کھانا لگا رہی تھیں جب مہوش اور جنید آگئے۔ آج تینوں لڑکیاں گھر تھیں تو فرحت بیگم اور مہوش نے تینوں کی پسند کے کھانے بنائے تھے۔ پھر مہرین جنید کو اسکول سے لینے چلی گئی۔ جنید کے ہاتھ میں آئس کریم کے کپس تھے۔

"الے! میلا گولو مولو بھائی ہمالے لیے کیا لایا ہے" صباء اور جنید کی نہیں بنتی تھی۔ صباء نے اسکے ہاتھ میں کپس دیکھ تو تلی زبان میں کہا۔

"آپ کے لیے نہیں ہے!" جنید نے چڑایا اور کھانا کھانے بیٹھ گیا۔ وانیہ تو سب سے پہلے شروع ہو چکی تھی۔ جیسے بریانی کہیں بھاگی جا رہی ہو۔

آگینے نے فرحت بیگم کو دیکھا جو مہوش سے کسی چیز کا پوچھ رہی ہیں اور انکے چہرے پر سکون تھا۔ سب باتوں میں مگن کھانا کھا رہے تھے۔ آگینے نے دل میں اس کا شکر ادا کیا۔ ان چھوٹے چھوٹے لمحات سے ہی تو زندگی رنگین ہوتی ہے۔

*

*

عباس زمین پر بیٹھا حقہ گرگڑا رہا تھا۔ مہرین تخت پر بیٹھی کچھ سوچنے میں مصروف تھی۔

فرحت ایسے فلیٹ میں رہتی تھی جسکی قیمت لاکھوں میں تھی۔ آگینے ایسی یونی میں پڑھتی تھی۔ جہاں امیر سے امیر لوگ پڑھتے تھے۔ گھر میں مہنگا سے مہنگا فرنیچر تھا۔ دونوں عش و عشرت سے رہے رہی تھیں۔ مہرین نے یہ سب پہلے کیوں نہیں سوچا۔ اتنا پیسہ فرحت یا آگینے تو نہیں کما سکتیں۔

"تمھاری بہن کس طرح امیروں کی زندگی بسر کر رہی ہے اور ہم یہاں ڈرے نما گھر میں سڑ رہے ہیں" مہرین گویا بھری بیٹھی تھی۔

"بڑی جہاننیدا خاتون ہو یہ سب تو تمہیں پہلے سوچنا چاہیے تھا اور تم آج سوچ رہی ہو۔ میں تو پہلے دن ہی اسکے گھر میں رکھی چیزوں کو دیکھ کر یہ بات اخذ کر چکا تھا کہ وہ امیر زادہ اب بھی فرحت کی مدد کرتا ہے" عباس نے بات مکمل کر کے حقہ گڑ گڑایا۔

"بس دھوکا کھا گئی۔ سمجھ نہ سکی کے تم نے کیوں مجھے فرحت سے تعلقات بہتر کرنے کا کہا تھا" مہرین نے سمجھ آنے والے انداز میں کہا۔

"اب تو سمجھ آگئی" عباس نے جواب طلب نظروں سے پوچھا۔

"ہاں! آگیا سمجھ۔۔۔ بہت عیش کر لیا دونوں ماں بیٹی نے اب ان پیسوں پر ہم عیش کریں گے" مہرین نے شیطانی مسکراہٹ منہ پر سجائی۔

ثمرہ کو اپنے ماں باپ کی ایسی سوچ سے کراہیت محسوس ہونے لگی۔ پتہ نہیں اسکی ماں باپ کی لالچی فطرت کب بدلے گی۔

*

*

"کینڈی۔۔۔۔۔ کینڈی! " میری بات سنو۔

"ٹھیک ہے! آئی ایم سوری " حیدر قندیل کے سامنے آیا اور اپنے کان پکڑ لیے۔ قندیل نے ناراضگی سے منہ پھیر لیا۔

"دیکھو! ایک پولیس آفیسر سب کے سامنے کان پکڑے کھڑا ہے۔ معاف کر دو ناں! " حیدر نے معصوم سی شکل بنائی۔ قندیل نے ہنستے ہوئے اس کے دونوں ہاتھ کان سے ہٹائے۔ وہ اپنے رب کا جتنا شکر ادا کرتی کم تھا جس نے حیدر کو اسکی زندگی میں کسی بہار کی مانند لکھ دیا تھا اور یہ بہار قندیل کی زندگی میں اپنی خوبصورتی لیے چاروں طرف حصار بنائے ہوئی تھی۔

*

*

وہ دونوں ارد گرد سے بے نیاز ہو کر چٹنی میں سمو سے ڈبو ڈبو کر کھانے میں مصروف تھیں۔

"ہائے آبی! سمو سوں سے زیادہ تو یہ چٹنی مزے کی ہے۔ صبا نے سمو سے کو چٹنی میں ڈبوتے ہوئے کہا۔ جواب آگینے نے اثبات میں سر ہلایا کیونکہ اسکا منہ ابھی بولنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ لوگ شاید چائے اور بسکٹ کے ساتھ اتنا ظلم نہیں کرتے جتنا اس وقت آگینے اور صبا سمو سے اور چٹنی کے ساتھ کر رہی تھیں۔

"مجھے تو وانیہ پر افسوس ہو رہا ہے۔ بچاری کو آج اپنی خالہ کے گھر جانا تھا۔ اسنے یہ سمو سے مس کر دیے "صبا پھر سے بولنے لگی۔

"ہاں! بچاری "آگینے نے بھی اظہارِ افسوس کیا۔

"مزہ آگیا " صبا نے ہاتھ ٹشو سے صاف کیے۔

"اور بل بھی" آگینے نے سامنے آتے ویٹر کی طرف اشارہ کیا۔ بل دیکھ کر
آگینے کی بڑی بڑی آنکھیں اور بڑی ہو گئیں۔

"صبا ہم نے سموسوں کے ساتھ انکی پلیٹیں اور دوسری چیزیں بھی کھالی
ہیں کیا؟" آگینے حیران تھی۔

"آبی! ہم نے تو مشکل سے سو روپے کے سمو سے کھائے ہوں گے۔ شاید
غلطی سے کسی کا زیادہ بل ہمارے پاس آگیا" صبا نے بھی بل کو کینہ توز
نظروں سے گھورا۔

"نومیم! ہم نے غلط بل نہیں بلکہ آپ کا بل ہی آپ کو دیا ہے" ویٹر جو
کب سے دونوں کی باتیں سن رہا تھا بول اٹھا۔

"یہ اتنا سارا بل ہمارے سمو سے کھانے کا ہے؟" آگینے نے بل ویٹر کے
سامنے لہرایا۔

"سموسے میں قیمے کی جگہ سونا ڈالا تھا کیا؟ جو اتنا زیادہ بل بنا دیا" صباء نے
اب ویٹر کو گھورا۔ "اور ہم نے تو مشکل سے پانچ سمو سے کھائے ہیں!"

"پانچ آپ نے، پانچ آپ کی دوست نے یعنی دس سمو سے۔ چونکہ ہمارے سمو سے اور چٹنی بہت مزے کی ہوتی ہے۔ آپ کو ایسا ٹیسٹ پورے شہر میں کہیں نہیں ملے گا اس لیے ہمارا ایک سمو سے کافی مہنگا اور آپ دونوں تو پورے دس سمو سے کھائے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"بھاڑ میں جائے اتنا مہنگا سموسہ اور ٹیسٹ۔۔۔ توبہ توبہ۔۔۔ عوام کو لوٹنے کے نئے نئے طریقے اختیار کیے ہوئے ہیں تم لوگوں نے!" آگینے بڑی عورتوں کی طرح ہاتھ نچا کر کہا۔

"میم پلینز اپنا بل ادا کریں" ویٹر کو سمجھ نہ آ رہا تھا وہ اس لڑکا لڑکی سے کیا کہے۔

"بل تو خیر دینا ہے لیکن پہلے میرا ایک کام کرو یہ جو چٹنی ہے نہ اسے پیک کر دو" آگینے کی بات سن کر ویٹر کا منہ حیرت کے مارے کھل گیا۔ لیکن سامنے کھڑی لڑکی مزاق نہیں کر رہی تھی اس لیے مجبوراً وہ چٹنی پیک کروا لایا۔

"آئندہ تو کبھی یہاں کا رخ نا کروں!" پیسے ویٹر کو دے کر آگینے نے چٹنی لی۔
دونوں کے باہر نکلتے ہیں۔ ویٹر کے ساتھ دوسرے لوگ بھی ہنسنے لگے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ریسٹورنٹ میں ہنسی کا بھونچال آگیا ہو۔

*

*

"نیلیم تم نے زرجان سے شادی کے بارے میں بات کی ہے؟" صبوچی نے جوس کا ایک گھونٹ بھر کر گلاس سائیڈ پر رکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں! پر یہ لڑکا مانے تو سہی" نیلیم نے ٹی وی کا والیم کم کیا۔

"ایک بار پھر بات کرو اپنے بیٹے سے کہیں زیادہ شاہ بھی زرجان کے لیے کوئی لڑکی نہ پسند کر لے" صبحی نے ایک اور بات نیلم کے ذہن میں اندھیلی۔

"مائی فٹ! زیادہ شاہ کی پسند کی گئی لڑکی سے زرجان کبھی شادی نہیں کرے گا" نیلم نے نخوت سے کہا۔

"تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ زرجان، زیادہ شاہ کی بات نہیں مانے گا؟" صبحی نے آبرو اچکائے۔

"کیونکہ وہ میرا بیٹا ہے اور ویسے بھی میں نے زرجان سے کہے دیا ہے وہ شادی کرے گا تو صرف اور صرف زرنش سے!"

"صحیح کہا! زرجان اور زرنش کی جوڑی تو سورج، چاند کی جوڑی لگے گی۔ جتنے پیارے دونوں کے نام ہیں ویسی ہی پیاری جوڑی ہے" صبحی نے خوشی سے کہا۔

"زیاد اور عائشہ کی طرف سے میرا دل بہت گھبراتا ہے کہیں وہ لوگ زرجان کے لیے کوئی لڑکی ناپسند کر لیں اور پھر زرجان ہے بھی سیدھا سادہ کہیں انکی باتوں میں نہ آجائے" صبحی کو آج کل بہت فکر تھی زرجان کی۔

"تم فکر مت کرو صبحی میں ایسا کچھ بھی ہونے نہیں دوں گی " زیاد اور عائشہ کا نام سن کر نیلم کو ایسا لگا جیسے کسی نے جو س میں کڑواہٹ گھول دی۔ یہ دو نام تھے جس سے نیلم کو سخت نفرت تھی۔ کاش یہ دو نام اسکی زندگی کے باب سے نکل جائیں تو کتنا سکون مل جاتا۔۔۔۔۔

کاش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔!

"آبی بندے کو اتنا کنجوس بھی نہیں ہونا چاہیے" صبا کا اشارہ چٹنی کی طرف تھا۔

"ایویں! میرے پیسے ضائع ہوئے ہیں اس چٹنی پر، بھلا اس میں کنجوسی کی کیا بات ہے" آگینے نے آرام سے کہا اور ہاتھ میں چھوٹی سی تھیلی میں پیک چٹنی اوپر نیچے اچھالنے لگی۔

"ہائے بیوٹی فل" ایک لڑکے نے صبا کے نزدیک سے گزرتے ہوئے آہستگی سے کہا۔ آگینے اور صبا دونوں ایک دوسرے کے دیکھنے لگیں۔

"ایڈیٹ" صبا منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔ تھوڑا آگے چل کر وہ لڑکا مڑا اور آنکھ ماری۔ صبا کا مارے حیرت کے منہ کھل گیا اور آگینے نے آؤ دیکھانہ تاؤ۔ ہاتھ میں پکڑی چٹنی لڑکے کو دے ماری۔

نشانہ خراب تھا یا قسمت، آگینے کو سمجھ نہیں آیا وہ چٹنی زرجان کے کپڑے
داغدار کر گئی۔ لڑکا تو اُسی وقت رفو چکر ہو گیا۔

زرجان نے غصے سے سامنے دیکھا۔ جہاں دو لڑکیاں اسی کی طرف دیکھ رہی
تھیں۔ یہ کام دونوں میں سے کس کا ہو گا وہ بغیر سوچے ہی سمجھ گیا تھا۔

"ڈرائیور دونوں کو آفس میں لاؤ" زرجان نے دونوں کی طرف اشارہ کر کے
ڈرائیور سے کہا اور خود بلڈنگ میں گھس گیا۔ یہ زیاد شاہ کا آفس تھا۔ کچھ
ضروری کاغذات پر زرجان کے بھی سیکنیچر کی ضرورت تھی اس لیے وہ آج یہ
کام نبٹانے آیا تھا۔

*

*

"اوے مراٹی! یہ کھانا کھانے کا کون سا طریقہ ہے" حیدر جو پہلے سے آفس
میں موجود تھا اور تقریباً چیر پر بیٹھا جھولے جھول رہا تھا۔ زرجان کو دیکھ
حیران ہوا۔ زرجان نے غصے سے اسے گھورا اور واشروم چلا گیا۔ تھوڑی
دیر بعد وہ باہر نکلا تو شرٹ گیلی تھی اور داغ تو روشن ہی تھے۔

"ڈیڈ کہاں ہیں؟" زیادشاہ کو آفس میں ناپا کر زرجان نے حیدر سے سوالیہ نظروں میں پوچھا۔

"ایک سائٹ دیکھنے گئے ہوئے ہیں۔ تھوڑی دیر تک آجائیں گے۔ تو نے بتایا نہیں یہ کیا ہوا ہے؟" حیدر کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

"میراثی بول بھی دے! منہ پرتالے لگائے ہوئے ہیں کیا؟" حیدر نے اسے چپ دیکھ کر پھر سے سوال کیا۔ تبھی حیدر کی نظر دروازہ کھٹکھٹا کر اندر داخل ہونے والے ڈرائیور اور اسکے پیچھے آنے والی دو لڑکیوں پر پڑی۔

"کیا تمہیں پاگل خانے سے ابھی ڈسچارج کیا گیا ہے؟" زرجان نے چبا کر پوچھا۔

"نہیں تو" آگینے حیران ہوئی۔

"تو محترمہ یہ پاگلوں جیسی حرکت کرنے کا کیا مطلب ہوا؟" زرجان نے اپنی شرٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ۔ غلطی سے آپ آگے آگئے ورنہ میں تو اس لڑکے کے منہ پر چٹنی مارنے والی تھی" اسکی بات سن کر حیدر نے چھت پھاڑ قہقہہ لگایا۔ زرجان نے غصے سے حیدر کو گھورا۔

"میری اتنی مہنگی ڈریس کا ستیاناس کر دیا" زرجان نے کھا جانے والے انداز میں کہا۔

"میری بھی تو چٹنی ضائع ہو گئی" آبلینے کو چٹنی ضائع ہونے کا دکھ ہو رہا تھا۔

"مجھے تو لگتا ہے یہ چٹنی بھی تم نے کہیں سی چوری کی ہوگی!"

"اتنی مشکل سے پیک کروائی تھی۔ چوری تھوڑی کی تھی" آگینے کا دکھ تھا جو کم ہی نہیں ہو رہا تھا۔

"تم اور تمھاری یہ ہے عجیب و غریب باتیں۔ نفرت ہے مجھے، تم سے" پتہ نہیں کس احساس کے تحت زرجان نے یہ بات کہی۔

"امی کہتی ہیں! جس چیز سے نفرت ہو۔ محبت بھی اُسی چیز سے ہو جاتی ہے" اپنا فلسفہ سنا کر آگینے نے شرمندگی سے جھکا سر اٹھایا اور منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ (اللہ اللہ! میں نے یہ کیا بول دیا) آگینے نے دل ہی دل میں خود کو ملامت کیا۔ حیدر نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور صباء نے تاسف سے آگینے کو دیکھا۔

پل بھر کو زرجان کی آنکھوں میں اس بزرگ خاتون کا چہرہ لہرایا۔ وہ اس لڑکی (آگینے) سے پوچھنا چاہتا تھا کہ اب اسکی والدہ کی طبیعت کیسی ہے مگر پتہ نہیں کیوں۔۔۔ وہ پوچھ نہ سکا۔

"تمھاری امی نے اس سے بھی زیادہ اچھی باتیں کہی ہونگی۔ مہربانی کر کے ان پر عمل کرو" زرجان نے آبرو اچکا کر کہا۔

"سوری" آگینے نے دوبارہ شرمندگی سے سر جھکایا۔ لگتا تھا حیدر کے قہقہے آج آفس کی چھت ضرور گرا دیں گے۔

"تم حیدر! پولیس آفیسر ہونے کے ناطے تمہیں اس لڑکی کو اریسٹ کرنا چاہیے جو لوگوں پر مرچی زدہ چٹنی سے وار کرتی ہے، لوگوں پر ہاتھ اٹھاتی ہے، اپنی بال سے لوگوں کی کار کا شیشہ توڑتی ہے۔ یہاں تک کہ دن دھاڑے لوگوں کا موبائل انکی آنکھوں کے سامنے چوری کر کے نکل جاتی ہے۔ مجھے تو لگتا ہے یہ لڑکی پروفیشنل "چور" ہے" زرجان نے مڑ کر قہقہہ لگاتے حیدر سے کہا۔

"میں ایک لڑکی ہوں" باقی ساری باتیں بھول کر آگینے چور پر اٹک گئی تھی۔

"مجھے بھی معلوم ہے تم صرف لڑکی نہیں بلکہ تم ایک فتنی ہو" زرجان نے
آگینے کے انداز میں کہا۔ آگینے نے بُرا سا منہ بنایا۔

"میرا مطلب ہے کہ آپ نے مجھے چور بنا دیا حالانکہ اگر آپ نے بچپن میں
مذکر مونث پڑھا ہوگا تو آپ کو معلوم ہوگا کہ چور ایک مذکر لفظ ہے۔ جبکہ میں
ایک لڑکی ہوں اس لیے آپ کو مجھے چور نہیں بلکہ "چورنی" کہنا چاہیے کیونکہ
چورنی ایک مونث لفظ ہے اور آپ نے میرے یعنی لڑکی کے لیے مونث
نہیں بلکہ مذکر-----"

"اففف" اسے پہلے کے آگینے مذکر مونث کی اور پیچیدگیاں بیان کرتی۔
زرجان چلا اٹھا۔ جبکہ ہنس ہنس کر حیدر کے پیٹ میں درد ہو چکا تھا

"ڈرائیور لے جاو اسے میرے سامنے سے۔ اگر یہ لڑکی تھوڑی دیر اور میری نظروں کے سامنے کھڑی رہی تو میں اسکا قتل کر ڈالوں گا" زرجان نے پھاڑ کھانے والے انداز میں معصوم سی شکل بنا کر کھڑی آگینے کو دیکھ کر کہا۔

"آئی ایم رییلی سوری سر! ایکچولی ایک لڑکا ہمیں تنگ کر رہا تھا۔ میری فرینڈ کو لڑکے پر غصہ آگیا۔ اس وجہ سے میری فرینڈ نے یہ حرکت کر ڈالی" اس سے پہلے کے زرجان دونوں کو اٹھوا کر باہر پھینک دے صبا نیچ میں بول پڑی۔ اور آگینے کو پکڑ کر باہر لے جانے لگی۔

زرجان جس نے دونوں کے باہر جاتے ہی سکھ کا سانس لیا۔ مگر یہ سکھ کا سانس ابھی نیچ میں ہی تھا جب ایک دفعہ پھر آگینے نمودار ہوئی۔

"وہ۔ آپ نے اس دن میری بہت مدد کی تھی اور ہو سپٹل کے اخراجات بھی آپ نے اٹھائے تھے۔ تو شکریہ ادا کرنے اور جتنے پیسے بھی آپ نے دیے وہ بھی دینے تھے" آہستگی سے آگینے نے کہا۔ لیکن جھکا سر اٹھا کر

زرجان کو دیکھنے پر اسے لگا جیسے اس نے کچھ غلط کہے دیا ہو۔ نیلی آنکھیں
بے تاثر تھیں۔

"مہربانی کر کے یہاں سے چلی جاو!" زرجان کے سرد لہجے نے اسے اور کچھ
بھی کہنے کا نہیں چھوڑا۔
کیا تھا اسکے رویے میں؟
سرد مہری؟
نفرت؟
شکوہ؟
ناراضگی؟
یا پھر کچھ ایسا جسے وہ کوئی نام نہ دے سکی!

*

*

زرجان آگینے کے بارے سوچ رہا تھا۔ پیسے لوٹانے والی بات پر اسے غصہ
آگیا تھا۔ اسنے اسلیے مدد نہیں کی تھی کہ بعد میں اسکے پیسے لوٹا دیئے جائیں بلکہ

اسنے نے تو کسی چیز کے زیر اثر یہ کام کیا تھا جیسے برسوں سے وہ اس بزرگ عورت کو جانتا ہو۔ بے وقوف لڑکی! زرجان منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔

"ہا ہا ہا! کیا سچ میں بھائی؟" قندیل نے ہنسنے کے درمیان زرجان سے وضاحت مانگی۔ زرجان کو سمجھ نہیں آیا کہ قندیل کیا پوچھ رہی ہے۔

"تمہیں کیا لگتا ہے تمہارا شوہر جھوٹ بول رہا ہے" حیدر نے بے یقینی سے کہا۔ جواب قندیل نے اثبات میں سر ہلایا۔ حیدر اسے گھور کر رہ گیا۔ اور زرجان کو بھی سمجھ آگیا کہ حیدر نے اپنی چونچ بند نہیں رکھی ہوگی۔

"ویسے بھائی! اُس لڑکی کو داد دینی پڑے گی اُس نے تو آپ کو بھی پاگل بنا دیا" حیدر، قندیل کو سارا واقعہ مرچ مصالحہ لگا کر سنا چکا تھا اور چٹنی والا واقعہ بھی کیونکہ جب آگینے چٹنی کے لیے لڑ رہی تھی حیدر بھی وہیں تھا۔

"اگر تم دونوں کے ہنسی کے دورے ختم ہو گئے ہوں تو مہربانی فرما کر یہاں سے روانہ ہو جاؤ" زرجان نے چبا کر کہا۔

"او ہو مراثی! شرم سے لال پیلا ہو رہا ہے" حیدر نے زرجان کا مذاق اڑایا۔
جواباً زرجان نے زور سے کشن حیدر کو مارا جسے حیدر نے پھرتی سے پکڑ لیا۔

"ارے یہ کیا ہو رہا ہے؟" عائشہ شاہ اندر داخل ہوئیں تو قندیل اور حیدر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔

"انکو مرگی کے دورے پڑے ہیں" زرجان نے جل کر کہا۔

"اور تمہیں چٹنی کے دورے پڑے تھے" حیدر بھی کہاں چپ رہے سکتا تھا۔

"تمہیں تو میں بعد میں سیدھا کروں گا" زرجان نے حیدر کو وارن کیا جسکا
خاطر خواہ اثر حیدر پر ہو گیا۔

عائشہ شاہ تینوں کے لیے گاجر کا حلوہ لائیں تھیں۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ چلی
گئیں۔

"کینڈی! اگر میری "ساس" کو پتہ چلا ناں کہ تم عائشہ آنٹی کے گھر ہو تو وہ
تمہاری ٹانگیں توڑ دیں گی" حیدر نے قدرے آستگی سے کہا اور ساس کو بھی
ایسے بیان کیا جیسے کسی چڑیل یا بھوت سے قندیل کو ڈرا رہا ہو پھر ایک نظر
زرجان پر ڈالی جو ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھا۔

"مام کو کون بتائے گا" قندیل نے حلوے سے بھرپور انصاف کرتے ہوئے
کہا۔ حلوہ تینوں کے لیے ایک ہی ڈش میں تھا جس پر قندیل نے قبضہ جمایا
ہوا تھا۔

"اگر تم نے یہ حلوہ مجھے نہیں دیا تو میں ضرور چاچی کو بتا دوں گا کہ تم عائشہ آنٹی کے گھر پائی گئی ہو!" حیدر نے بلیک میل کرتے کہا۔

"اوووو تم م م م م!" قندیل نے چچ سے حیدر کے طرف اشارہ کیا۔
جواب حیدر نے فخر اثبات میں سر ہلایا۔

"رہنے دو!" قندیل نے برا سا منہ بنایا۔ "اتنا سا تو دل ہے تمہارا۔"
انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے دل کا سائز بھی بتایا۔ "اگر تم نے مام سے ایک لفظ بھی کہا نہ تو میں جو تمہاری حالت کروں گی تم خوابوں میں بھی مجھے بلیک میل کرنے کا نہیں سوچو گے" وہ قندیل درانی تھی حیدر کیسے بھول گیا۔

"تمہیں پتہ ہے ابھی تم نے کیا کہا ہے؟" حیدر کا انداز خفگی بھرا تھا۔

"میں نے کیا کہا؟" قندیل نے حلوہ منہ میں ڈالتے ہوئے حیرانی سے استفسار کیا۔

"میرا اتنا چھوٹا سا دل ہے" اسنے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے سائز بتایا۔

"ہاں! اور اس چھوٹے سے دل میں ایک حسین و جمیل لڑکی قندیل عرف کینڈی رہتی ہے" قندیل نے شرمانے کی ایکٹنگ کی۔

"خوش فہمیاں تو دیکھو زرا" حیدر نے ناک سے مکھی اڑائی۔ جواباً قندیل نے چیچ اسے چبھو دیا۔

"بد تمیز لڑکی" حیدر نے ہاتھ سہلاتے ہوئے، مزے سے حلوہ کھاتی قندیل کو کھا جانے والے انداز میں گھورا اور نظریں زرجان پر ماریں جو دونوں کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہے؟" حیدر نے تپ کر زرجان سے پوچھا۔

"کچھ نہیں! بیوی کے سامنے تمہاری کیا حالت ہوتی ہے میں یہی ملاحظہ کر رہا تھا" زرجان نے سادگی سے کہا۔ قندیل کا قہقہہ بلند ہوا۔

"کمینے انسان اور کوئی کام نہیں ہے تجھے!" حیدر نے کچھ دیر قبل زرجان کا مارا ہوا کیشن اٹھا کر زرجان کی طرف مارنے کے انداز میں اچھالا۔

"اوو ہو! بچہ شرم سے لال پیلا ہو گیا" زرجان نے بھی حیدر کی کہی بات اسے لوٹائی۔ قندیل کا ہنس ہنس کر بُرا حال ہو گیا۔

"شرم نہیں آتی اپنے شوہر پر ہنس رہی ہو" حیدر نے غصے سے قندیل کو گھورا اور اسکی گود میں رکھا حلوہ اٹھا کر خود کھانے لگا۔ دونوں بہن بھائی سچ میں پاگل تھے اسکا یقین حیدر کو ہو گیا تھا۔

آج صبا بھی نہیں آئی۔ وانیہ بھی شاید اپنی خالہ کو پیاری ہو چکی ہے جو آنے کا نام نہیں لے رہی۔ دونوں کے بغیر اسکا سارا دن بورنگ گزرا۔ کچھوے کی رفتار سے وہ بس اسٹاپ کی طرف جا رہی تھی مگر شایان کی آواز سن کر چونک گئی۔

"شایان بھائی آپ یہاں؟" آگینے حیران ہوئی۔

"میں کچھ کام کے سلسلے میں یہاں آیا تھا اور پھر تمہیں یونیورسٹی سے نکلتے دیکھ لیا۔ سوچا تمہیں گھر تک چھوڑ دوں" شایان نے بے حد عقل مندی کا مظاہرہ کیا۔ اور گھر جانے کی آفر بھی دے دی۔ خیر چالاک لوگ اکثر عقلمند ہی ہوتے ہیں تبھی تو انکا شمار چالاک لوگوں میں ہوتا ہے۔

"م۔ میں چلی جاؤں گی اور پھر آپ تو کسی کام کے سلسلے میں آئے ہیں۔ میری وجہ سے آپکو دیر ہو جائے گی" آگینے نے سلیقے سے منع کیا۔

"دیر کیسی لڑکی! میرے ہوتے ہوئے تم بس سے سفر کرو گی مجھے اچھا نہیں لگے گا اور پھر کتنے دنوں سے پھوپھو سے نہیں ملا اس بہانے ان سے بھی ملاقات ہو جائے گی" شایان کی بات سن کر آگینے کشمکش میں مبتلا ہو گئی آیا کہ وہ شایان کے ساتھ جائے یا نہ جائے۔

"آبی تم میرے لیے ثمرہ جیسی ہو۔ تمہاری اتنی دیر کی خاموشی اس بات کی چغلی کھا رہی ہے کہ تمہیں اپنے ماموں زاد پر بھروسہ نہیں ہے۔ خیر اگر تمہیں میں اتنا غلط لگتا ہوں تو تم بس سے چلی جاؤ" شایان نے شاستگی سے آگینے کو شرمندہ کیا۔

"نہیں نہیں! شایان بھائی ایسی کوئی بات نہیں" آگینے واقعی میں شرمندہ ہو گئی اور پھر شایان کی کار میں بیٹھ گئی۔ شایان ہلکا سا مسکرایا اور کار میں بیٹھ کر کار اسٹارٹ کر دی۔

نیلی آنکھوں نے ضبط سے یہ منظر دیکھا تھا۔ غصے کے مارے اسنے اپنی
مٹھیاں بھینچ لیں۔ اسے کیا ہوا؟

وہ لڑکی کون ہے؟ کیوں ہے؟ کیا ہے؟ زرجان کو اس سے کچھ لینا دینا نہیں
ہے پھر یہ منظر دیکھ کر اسے کیوں غصہ آگیا۔ ہو سکتا ہے وہ لڑکی کا کزن یا
بھائی ہو۔ پر شایان کا کردار؟ وہ شایان کو اکثر اوقات کلب میں دیکھ چکا
تھا۔ اب زرجان کو خود پر غصہ آنے لگا تھا۔ وہ کیوں اس لڑکی کے بارے
میں سوچ رہا ہے۔ غصے سے اس نے فل اسپیڈ میں اپنی ریگرا اسٹارٹ کر
دی۔

اُس حُسن زادے سے جا کر کہونا
اس خاکِ زادی کو ہمسفر کر لے

وہ شخص جو آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اسکے قریب آیا۔ اسے تھمانے کے لیے
ہاتھ بڑھایا مگر اس سے پہلے کے وہ بڑھا ہوا ہاتھ تھام کر کھڑی ہوتی۔ اس
شخص نے بے ساختہ اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ روش پر بیٹھی شہزادی نے حیرانگی

سے اس شخص کو دیکھا او پھر لڑکھڑاتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔ اس شخص کی آنکھوں میں شناسائی کی کوئی رمق نہیں تھی۔ شہزادی کا دل جیسے کیسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔ ان آنکھوں میں اسے سوائے اجنبیت اور سرد مہری کے اور کچھ نہ ملا۔ وہ شخص پتھرائی ہوئے نگاہوں سے ارد گرد دیکھنے لگا۔ شہزادی نے بھی اپنے ارد گرد دیکھنا شروع کر دیا مگر وادی دل کی یہ حالت دیکھ کر اسکا دل درد سے بے قابو ہو گیا۔

وادی دل کا موسم بدلنے لگا تھا۔ آسمان نارنجی مائل، سرخ دھبوں کو اپنے اوپر سجائے اپنے حسن کے کھوجانے پر افسرہ تھا۔ آسمان سی گرتی چاندی رنگ کی زرفشان تھم چکی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وادی میں خزاں کا موسم اپنا آپ منوانے آیا تھا وہ اتنا منہ زور تھا کہ وادی دل کی ہر چیز پر خزاں کی چھاپ چھوڑ رہا تھا۔ پانی کے کناروں ہر لگے درخت بے بسی سے اپنے پتوں کو جھڑتاں دیکھ رہے تھے۔ روش کے کناروں پر جلتے ئے ایک ایک کر کے بجھنے لگے تھے۔ آسمان پر اڑتے پرندوں کی آواز میں چہکار نہیں درد تھا جیسے وہ اپنا درد پوری وادی میں سنا سنا کر بانٹ رہے ہوں۔ پہاڑوں سے آبشار بہنا تھم چکے تھے۔ یہ خزاں تو نہ تھی۔ وادی دل کو کسی کی نظر

لگ چکی تھی۔ اسنے نے روش میں آگے بہت آگے نظریں دوڑائیں مگر اسکی
ہم جولیاں کہیں نہیں تھیں۔

یہ کیا ہوا تھا؟

کیسے ہوا تھا؟

وادیِ دل اپنا دلہنوں جیسا حسن کھو چکی تھی۔ بے ساختہ اسے اپنے گالوں
پر گرم سیال محسوس ہو۔

کیا اس سے کوئی ایسی غلطی ہو گئی ہے جس کے نتیجے میں وادی کا حسن برباد
ہو گیا۔ اسنے نم آنکھوں سے اس شخص کو دیکھا جسکی آنکھوں میں اب شکوہ
نظر آرہا تھا۔ ناراض تو وہ تھی پھر شکوہ ان نیلی آنکھوں میں کیوں؟ کیا سچ میں
شہزادی نے اپنی نادانی سے کچھ غلط کر دیا تھا۔۔۔۔۔ وہ سمجھنے سے قاصر
تھی۔

اور وہ جو محبت ہے ناں خاموش کھڑی یہ منظر دیکھ رہی

تھی۔ * * *

دو تین دن پہلے مہرین نے اشاروں اشاروں میں آگینے کو اپنی بہو بنانے کا کہا تھا اور فرحت بیگم سے سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنے کا کہا۔ ہو سکتا ہے اب مہرین بالکل بدل گئی ہو۔ مہرین نے کہا تھا کہ وہ آگینے کو بالکل ثمرہ کی طرح رکھے گی اور پھر شایان اپنا بچہ ہے آگینے سے کچھ بڑا سہی۔ اپنا کاروبار بھی کرتا ہے۔ فرحت کو بھی اپنی بیٹی کہیں نہ کہیں دینی ہے تو اپنے بھائی کے گھر سے بہتر گھر کہاں ملے گا۔ وہ سوچنے میں مصروف تھیں۔ جب آگینے کی آواز انہیں سنائی دی۔

"امی" گھر پہنچ کر آگینے نے فرحت بیگم کو آواز لگائی۔

"آگینے آج تم جلدی آگئی" فرحت بیگم نے لاونج میں آکر کہا اور شایان کو دیکھ کر حیران رہ گئیں۔

"السلام علیکم! پھوپھو" شایان نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام! بیٹھو بیٹا" فرحت بیگم نے خوشدلی سے کہا۔

"پھوپھو! اب چلتا ہو۔ کچھ ضروری کام نبٹانے ہیں" تھوڑی دیر بیٹھ کر شایان کھڑا ہو گیا۔ فرحت بیگم نے اثبات میں سر ہلایا اور باہر تک اسے چھوڑنے آئیں۔

"فرحت! فرحت بیگم دروازہ بند کر رہی تھیں جب مہوش نے پکارا۔

"کیا ہوا مہوش؟" فرحت بیگم اسے اندر لے آئیں اور سولیہ نظروں سے پوچھا۔

"تم اس لڑکے کی ماں کو آگینے کے لیے منع کر دو" فرحت نے مہرین کی بات مہوش کو بھی بتائی تھی مہوش کی بات پر فرحت حیران رہے گئی۔

"کیوں مہوش! کیا ہوا؟"

"بس مجھے لگتا ہے یہ لڑکا ٹھیک نہیں ہے۔

اور پتہ نہیں کہاں دیکھا ہے اسے میں نے!

بس تم منع کر دو۔ آگینے صرف تمہاری نہیں میری بھی بیٹی ہے اور میرا دل نہیں مان رہا پتہ نہیں کیوں "مہوش نے کچھ اضطراب میں کہا۔ اپنی کھڑکی سے اس نے شایان کو دیکھا تھا۔ دور سے بھی اسکے چہرے کی مکروہ مسکراہٹ مہوش نے دیکھ لی تھی۔ پر فرحت بیگم شاید ابھی اس بات پر یقین نہ کرے اس کی مہوش نے یہ بات فرحت کو نہیں بتائی۔

"مہوش! تم مجھ سے بڑی ہو۔ میری بہنوں جیسی ہو۔ اگر تم میرے ساتھ نہ ہوتی تو شاید زندگی میں، میں بہت ٹھوکریں کھاتی۔ جب میرے لیے صحیح اور غلط کا فیصلہ تم نے کیا تو میری بیٹی کے لیے کیا گیا تمہارا فیصلہ میں کیسے رد کر سکتی ہوں۔ فکر مت کرو میں مہرین بھابھی کو انکار کر دوں گی "فرحت بیگم نے مہوش کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔

جب فرحت یہاں آئی تھی تو کم عمر تھی۔ گو کہ فرحت کو کبھی پیسوں کی تنگی پیش نہیں آئی مگر دنیا والوں کا سامنا کرنے کے لیے اسے ایک سہارے کی ضرورت تھی اور یہ سہارا مہوش بنی۔ اس لیے مہوش فرحت کے لیے سگی بہن جیسی تھی۔ اپنے لیے اتنی عزت اور احترام دیکھ کر مہوش نے بے ساختہ فرحت کو گلے لگا لیا۔

*

*

"امی! کیا ہوا" آگینے کب سے فرحت بیگم کی بے توجہی دیکھ رہی تھی۔ ابھی بھی وہ الماری کھولے کب سے کچھ ڈھونڈنے میں مصروف تھیں۔

"کچھ نہیں بیٹا! بس تھک گئی ہوں شاید اسی لیے کسی کام میں دھیان نہیں رہتا" فرحت بیگم زندگی بھر کی تھکن کے بارے میں کہہ رہی تھیں یا محض چند گھنٹوں کی تھکن کے بارے میں انہیں خود بھی معلوم نہ تھا۔

"اوہ نو! آپ ریسٹ کریں جو کام کرنے ہیں مجھے بتائیں میں کرتی ہوں" وہ فرحت کو بیڈ تک لے کر گئی اور بٹھا کر کہا "آپ سو جائیں میں آپ کا سر دبا

دیتی ہوں، پر اس سے پہلے میں آپ کے لیے دودھ کا گلاس لے آؤں "آگینے
نے کہا اور کچن کی طرف چل دی۔

"یہ دودھ ختم کریں جلدی جلدی۔۔۔ اب نو مور کام صرف اور صرف
آرام "آگینے نے کہا اور دودھ کا گلاس فرحت بیگم کو تھما دیا۔ جسے انہوں
نے پی لیا۔

"آئیں میں آپ کا سردبادوں "آگینے نے انکا سر اپنی گود میں رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں آبی! میرے سر میں درد نہیں ہے، بس تھوڑی سی تھکن ہے کچھ دیر
آرام کروں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی "فرحت بیگم نے اسے منع کرتے ہوئے
کہا۔

"جاؤ تم نماز پڑھ لو"

"ٹھیک ہے! آپ ریست کریں میں نماز پڑھ کر آپ کے پاس آکر بیٹھتی ہوں" فرحت بیگم نے پیار سے اسے دیکھا جواب جائے نماز بچھا کر نماز کی نیت باندھ چکی تھی۔ آگینے کو دیکھتے ہوئے وہ مہرین کے متعلق سوچ رہی تھیں جب فرحت بیگم نے آگینے کے لیے انکار کیا۔ تو مہرین نے کہی باتیں اسے کچھ سوچنے پر مجبور کر گئیں۔

"دیکھو فرحت! آخر کو آگینے جوان جہان لڑکی ہے اور تم بھی آخر کب تک اس طرح اسکی حفاظت کرتی رہو گی، میرے شایان سے اچھا جوڑ نہیں ملے گا اسے، آخر کو تم نے بھی تو کہیں نہ کہیں آگینے کی شادی کرنی ہے پھر بھلا ہم سے بہتر کون ہوگا۔ میں تو اپنی دھی رانی کو شہزادیوں کی طرح رکھوں گی" مہرین آگینے کیلئے بے انتہا پیار دیکھانے لگی

"جی بھابھی! صحیح کہا آپ نے اپنوں سے بہتر تو کوئی بھی نہیں ہو سکتا مگر آگینے ابھی چھوٹی ہے اور پڑھ بھی رہی ہے، اتنی جلدی اسکی شادی کے بارے میں ابھی میں نے نہیں سوچا" فرحت بیگم نے آہستگی سے کہا۔

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں فرحت، اپنوں سے بڑھ کر کوئی بھی نہیں ہوتا اور پھر میرے شایان جیسا لڑکا تو چراغ لے کر بھی نہیں ملے گا۔ آخر کو بہترین پرورش کی ہے میں نے اپنے بیٹے کی، کبھی کسی سے بد تمیزی نہیں کی، ہمیشہ ماں باپ کا کہنا مانتا آیا ہے، اللہ لمبی عمر دے میرے بیٹے کو، اب تو ماشا اللہ اپنا کاروبار بھی شروع کر لیا ہے" مہرین اپنے بیٹے کی تعریف میں رطب السان تھی۔

"اللہ پاک ترقی دے کاروبار میں! فرحت بیگم نے بھی دعا دی۔"

"فرحت اگر تمہیں یہ لگتا ہے کہ میں پہلے والی مہرین ہوں تو میں تم سے اپنے رویے کی معافی مانگتی ہوں۔ تمہیں یہ لگ رہا ہے کہ میں تمہاری بیٹی پر ظلم کروں گی۔ فرحت میں اب پہلے والی مہرین نہیں ہوں میرا یقین کرو" مہرین نے مصنوعی آنسو بہائے۔

"بھابھی ایسا کچھ نہیں ہے۔ شرمندی نہ کریں۔ ابھی تو آبی پڑھ رہی ہے۔
اسکی تعلیم مکمل ہو جائے۔ پھر میں آپ کو سوچ سمجھ کر جواب دوں گی"
فرحت بیگم نے حامی بھری۔

"بس فرحت اپنی آبی مجھے دے دو جو ظلم میں نے تمہارے ساتھ کیے ہیں
میں انکا ازالہ کرنا چاہتی ہوں" مہرین نے اپنا مدعا بیان کیا۔

"امی! کہاں کھوئی ہوئی ہیں؟" آگینے کی آواز فرحت بیگم سوچ کی دنیا سے باہر
لے آئی۔

"کہیں نہیں! نماز پڑھ لی تو آسو جاو صبح تمہیں یونیورسٹی بھی جانا ہے۔
چادر درست کر کے وہ فرحت بیگم کے ساتھ لیٹ گئی۔ کتنی دیر تک فرحت
بیگم آگینے کے معصوم چہرے کو تکتی رہی اور اسکے اچھے نصیب کی دعا مانگتی
رہی۔

گرم ریت پر کھڑے رہنے سے اسکے پیر جھلس رہے تھے۔ کڑکڑاتی دھوپ اسکے جسم پر آگ کی طرح برس رہی تھی۔ دھوپ کی تپش سے اسکے زخموں میں درد اٹھنے لگا تھا۔ پیاس کی وجہ سے اسکا حلق سوکھ چکا تھا۔ پانی اسکی نظروں کے سامنے تھا مگر اسکے دونوں ہاتھ پاؤں رسیوں سے باندھے گئے تھے۔ زندگی میں ایسی کون سی ازیت تھی جو زرجان نے نا محسوس کی ہوگی۔ ہر ازیت کا ذائقہ اسنے چکھ لیا تھا اور ہر ازیت پہلی ازیت کے مقابلے میں زیادہ تکلیف دہ ہوتی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آتا کہ وہ اب تک زندہ کیوں ہے۔ ایسی زندگی گزارنے والے لوگ تو مر جاتے ہیں۔ مگر وہ زندہ تھا۔ کیونکہ وہ زرجان تھا۔ گیارہ سال کی عمر میں بغیر کسی جرم کے اس پر سزا لازم کر دی گئی تھی۔

"پپ پانی" زرجان نے بمشکل آواز نکالی۔ اسے کڈنیپ کرنے والا شخص کوئی پاکستانی تھا۔ جو اسے پاکستان سے بہت دور لے آیا تھا۔ پتہ نہیں کون سا ملک تھا۔ سامنے انتہائی کالا اور بد صورت بلیک فام شخص

کرسی پر بیٹھا بوتل سے پانی پی رہا تھا۔ وہ شخص انتہائی خوف ناک تھا اور اس پر اسکا ساند نما جسم۔ زرجان سے تو دیکھا بھی نہ جاتا تھا۔

"پانی چاہیے؟" بلیک فام شخص نے انگلش میں پوچھا۔ جواب زرجان نے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ چلتا ہوا زرجان کے قریب آیا۔

"لو پیو بہت مزے کا ہے" اس شخص نے کھڑے کھڑے ہی بوتل اونچی کر کے پانی نیچے بہانا شروع کر دیا۔ پانی کی دھار دیکھ کر زرجان نے منہ کھول کر پانی پینے کی کوشش کی۔ پانی کا رنگ جتنا خراب تھا ذائقہ اس سے کئی گنا زیادہ خراب تھا۔ عجیب بدبودار پانی تھا مگر پیاس اتنی تھی کہ اسے یہ غلیظ پانی پینا بھی خوش قسمتی لگ رہی تھی۔

"مجھے اور پانی چاہیے" بلیک فام نے بوتل سے پانی بہانا بند کیا تو زرجان بول اٹھا۔

"اور چاہیے؟" بلیک فام شخص نے اس کے الفاظ دہرائے۔
"اور چاہیے" اس نے زرجان کے بال ہاتھوں میں جکڑ کر دوبارہ پوچھا۔

"ہاں" زرجان نے نظریں بلیک فام شخص پر گاڑ دیں۔

"تمہیں معلوم ہے یہ پانی کتنا مہنگا ہے اور ہاں یہ پانی نہیں ہے۔ یہ تو بہت
مزے کا شربت ہے اسے الکوحل کہتے ہیں" اس نے اپنی ہاتھ میں پکڑی بوتل کو
چوم کر کہا۔

"مجھے پانی پینا ہے" اس بار زرجان نے چلا کر کہا۔ اس کی نیلی آنکھیں غصے
سے لال ہو رہی تھیں۔

"تجھے یہ پینی ہے؟" بلیک فام نے بوتل زرجان کے سامنے کی۔ پیاس کی
شدت اتنی زیادہ تھی کہ وہ کڑوے پانی کے لیے بھی ترس رہا تھا۔ زرجان

نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس شخص نے بوتل زرجان کے منہ سے لگا دی۔
پانی اسکے منہ سے باہر نکلنے لگا۔ نہ وہ پانی پی سکتا تھا نہ باہر نکال سکتا تھا۔
بوتل ابھی بھی اسکے منہ سے لگی ہوئی تھی۔ زرجان کو لگا اگر ابھی یہ بوتل
منہ سے نازکالی گئی تو وہ مر جائے گا۔ کڑواہٹ اسکے اندر گھل رہی تھی۔
سانس لینا مشکل سے مشکل تر ہوتا جا رہا تھا۔ آنکھیں باہر کو ابل رہی
تھیں۔ اسے اب ازیت سے نجات مل جائے گی۔ شاید وہ مر رہا تھا بلکہ آج
وہ ضرور مر جائے گا۔۔۔

ہے ازیت ہی ازیت زندگی
کہاں ہے سکوں دیکھنا چاہتا ہوں

*

*

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

#من_و_تو

جھٹکے سے زرجان اٹھ بیٹھا۔ وہ اپنے روم میں تھا۔ کوئی گرم ریت نہیں، کوئی دھوپ نہیں اور تو اور وہ سانس بھی لے رہا تھا۔ زور زور سے سانس لیتے ہوئے اسے ازیت محسوس ہوئی۔ ایسا لگ رہا تھا اسکے ساتھ یہ سب ابھی ابھی ہوا ہے حالانکہ کتنے سال بیت چکے تھے۔ لیکن پھر بھی اسے کچھ نہیں بھولتا تھا۔ کمرے میں چاروں طرف بلیک فام کی آواز گونج رہی تھی۔ اسنے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ دیئے مگر آواز بڑھتی جا رہی تھی۔ بے ساختہ ہی اسنے پاس رکھا جگ جو پانی سے لباب تھا زمین پر دے مارا۔ چھناکے کی آواز سے کئی کرچیاں فرش پر بکھر گئیں۔ اسکی لال انگارہ ہوتی نیلی آنکھیں کرچیوں پر مرکوز تھیں اور ایسی ہی کرچیاں اسکے اندر بھی تھیں جو چبھتی تو خون رسنے لگتا تھا۔

"زرجان" عائشے اور زیادہ شاہ کا بچ ٹوٹنے کا شور سن کر اسکے کمرے میں آگئے اور فرش کی حالت دیکھ کر وہ سمجھ گئے تھے کہ آج پھر زرجان نے کوئی خواب دیکھا ہوگا۔

"زرجان تم ٹھیک ہوں" زیادشاہ نے اسکے پاس پہنچ کر بے معنی سا سوال کیا۔ عائشہ شاہ کو اپنے بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر بہت دکھ ہوا۔

"جاتے وقت لائٹ آف کر دیجیے گا" زیادشاہ کے سوال کو نظر انداز کر کے اس نے نارمل لہجے میں کہا۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ "اور ہاں میرا روم صبح صاف کیجیے گا اس وقت مجھے بہت نیند آرہی ہے پلیز لائٹ آف کر دیں"

عائشہ شاہ کے کرچیوں کو صاف کرنے کا ارادہ بھانپ کر زرجان نے دوبارہ لب کشائی کی۔ زرجان کی بات سن کر عائشہ نے خفگی سے اسے دیکھا۔

زرجان نے شرمندگی سے نظریں جھکا لیں۔ اپنے ساتھ وہ اپنے ماں باپ کو بھی دکھ میں مبتلا کر دیتا تھا۔ پر کیا کرتا سب کچھ بھولنا اسکے بس میں نہیں تھا۔ کبھل خود پر سیدھا کر کے اسنے رخ پھیر کر آنکھیں موند لیں۔

زیادشاہ نے کرب سے زرجان کو دیکھا جو بہت ازیت چھپائے ہوئے پل بھر میں خود کو نارمل کر لیتا تھا۔

کیسے وہ اپنے بیٹے کی زندگی سے وہ چند سال نکال لے، کیسے ان سالوں کو دفن کر دیا جائے، زرجان کی زندگی کے باب سے ازیت کہ وہ چند اوراق جو سالوں پر مشتمل ہیں اگر ان اوراق کو پھاڑنے کا موقع مل جائے تو زیاد شاہ بغیر سوچے سمجھے ان اوراق کو پھاڑ دے مگر ایسا ممکن نہ تھا۔

عاشے اور زیاد شاہ کے جانے کے بعد زرجان نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔
پورے کمرے میں اندھیرا تھا۔ اور ایسا اندھیرا اسکی ذات پر بھی چھایا ہوا تھا۔

*

*

یہ دوستی ہم نہیں توڑیں گے
توڑیں گے دم مگر
تیرا ساتھ نہ چھوڑیں گے

بیک گراونڈ میں کچھ ایسا گانا جنید کی چھوٹے چھوٹے کانوں کو محسوس ہوا۔
اسنے اکتا کر سامنے رونے دھونے والا سین ملاحظہ کیا۔ صبا اور آگینے آنسو

کے ساتھ ناک بہاتے ہوئے ایک دوسرے سے کوئی دسویں بار گلے مل رہی تھیں۔

"بس کرو صبا تم اپنی نانی کے گھر جا رہی ہو۔ تمہاری رخصتی نہیں ہو رہی جو اتنے آنسو بہائے جا رہے ہیں" مہوش نے صبا کو ٹوکا۔

"یہ امی بھی نہ! اپنی اینٹی بائیوٹک آواز سے ایموشنل کے سارے جراثیم کا خاتمہ کر دیتی ہیں" صبا نے آگینے کے کان میں منہ گھسیڑ کر کہا۔

"صبا تمہارے بغیر تو میرا دل بھی نہیں لگتا۔ اتنے دن تمہارے بغیر میں کیسے رہوں گی اور وانیہ بھی آنے کا نام نہیں لے رہی" آگینے نے منہ بسور کر کہا۔

"میرا بھی تمہارے بغیر دل نہیں لگتا اور وانیہ دو تین دن میں آجائے گی" صبا نے تسلی دی۔

"تم دونوں کے یہ ایمو شنل سین کب ختم ہوں گے؟" فرحت بیگم انکے قریب آگئیں۔

"امی! آپ کو یہ ایمو شنل سین لگ رہا ہے" آگینے نے حیرانی اور خفگی کے ملے جلے تاثرات سے کہا۔

"اچھا اچھا! اب بس کرو" فرحت بیگم کے بجائے مہوش نے جواب دیا اور آخر کار یہ ٹولہ اپنی نانی کے گھر روانہ ہو گیا۔ آگینے نے شام کے گہرے ہوتے سائے اداسی سے دیکھے اور اسکے لبوں پر اداس سی مسکراہٹ آگئی۔

* *

"عائشے زرجان کہاں ہے؟" زیاد شاہ آج آفس سے جلدی آگئے تھے اور آتے ہی سیدھا زرجان کے روم میں چلے گئے۔ رات والے واقعہ کی وجہ سے وہ کافی پریشان تھے۔ زرجان کو اپنے روم میں نہ پا کر وہ کچن میں عائشے شاہ سے پوچھنے آگئے۔

"تھوڑی دیر پہلے ہی اسٹوڈیو کے لیے نکلا ہے" عائشہ شاہ نے فوراً جواب دیا۔ زیاد شاہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنے روم میں آگئے۔

"زیاد! عائشہ شاہ کے ہاتھ میں چائے کا کپ تھا۔

"ہوں" کسی سوچ کے زیر اثر زیاد شاہ نے صرف "ہوں" کہنے پر اکتفا کیا۔

"زیاد کیا سوچ رہے ہیں؟" عائشہ ان کے قریب بیٹھ گئی۔

"عائشہ زندگی بہت سے رنگ دیکھاتی ہے۔ اور کبھی کبھی ان رنگوں میں سب سے نمایاں رنگ ازیت کا ہوتا ہے۔ وہ ازیت۔۔۔۔۔ جس کا رنگ میرے بیٹے کی زندگی پر نمایاں ہے۔ کاش میں زرجان کی زندگی کے کینوس سے ازیت کا رنگ نکال سکتا" کھڑکی کے پار وہ کسی نادیدہ چیز کو ڈھونڈتے ہوئے اداسی سے بولے۔ دھیرے دھیرے رات کی سیاہی آسمان پر پھیلنے لگی تھی۔

"زیاد! زندگی کے ان رنگوں میں کہیں نہ کہیں خوشی کا رنگ بھی ہوگا اور جب خوشی کا رنگ ازیت کے رنگ سے زیادہ نمایاں ہونے لگے گا تو آپ دیکھنا ہمارا بیٹا زندگی کی ہر خوشی کو محسوس کرنے لگے گا" عائشہ شاہ کے چہرے پر سکون کی گہری چھاپ تھی۔

"انشاء اللہ! ایسا ہو" زیاد شاہ، عائشہ کے چہرے پر اتنا سکون پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ جیسے اسے معلوم ہو زرجان کی زندگی میں خوشیاں دستک دینے والی ہوں۔۔۔ عائشہ شاہ کے چہرے پر سکون دیکھ کر وہ بھی پر امید ہو گئے تھے۔ کیونکہ اللہ کبھی اپنے بندوں پر اسکی اسطاعت سے زیادہ آزمائش نہیں دیتا۔ یہ سوچ کر زیاد شاہ نے سکون کا ساس خارج کیا۔

"شایان پتر کہاں جا رہے ہو؟" مہرین نے شیریں لہجے میں شایان کو باہر نکلتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

"اماں! شیخ" آگیا ہے۔ اسکے پاس جا رہا ہوں "شایان نے جواب دیا اور دروازے کا پردہ ہٹا کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا چلا گیا۔

"اماں! "ثمرہ کچن سے باہر نکل آئی۔

"بولو "مہرین کے لہجے میں بے زاری تھی۔ ماں باپ کا پیار صرف شایان کو ہی ملا تھا وہ تو اس پیار کے لیے ترستی آئی تھی۔

"آپ نے کبھی بھائی سے یہ کیوں نہیں پوچھا وہ "شیخ" کے پاس کیا کام کرتا ہے؟ "ثمرہ نے ڈر ڈر کر کہا اگر یہ بات مہرین کو ناگوار لگتی تو وہ بغیر کسی لحاظ کے ثمرہ کی چمڑی ادھیڑ دیتی۔

"تجھے اس سے کیا کام! اپنے کام سے کام رکھا کر۔ چل جا کھانا بنا "مہرین نے ناگواری سے کہا۔ اس سے آگے کچھ بھی پوچھنا بیکار تھا۔ وہ کچن میں

آگئی۔ جب بھی شایان شیخ کے آنے کا کہتا تو وہ گھر سے کئی کئی دن باہر رہتا۔ پتہ نہیں شیخ، شایان سے کونسی مزدوری کرواتا تھا۔

مزدوری۔۔۔؟ اسکی سوچ یہی پر آکر اٹک گئی۔ وہ کیسی مزدوری کرتا ہے اسکی نوعیت کا آج تک ثمرہ کو پتہ نہیں چلا اور پھر شایان کی حرکتیں کچھ عجیب تھیں۔ جیسے وہ کسی سی چھپتا بھی ہو۔ ہمیشہ الگ الگ گیٹ اپ اپنے رکھتا تھا۔

دودھ ابل کر اسکے ہاتھ پر آگرا۔ ثمرہ نے جلدی ہاتھ کو ٹھنڈے پانی میں ڈالا اور تھوڑی دیر بعد اسنے جلدی جلدی چولہا صاف کرنا شروع کر دیا اگر مہرین کی نظر پڑ جاتی تو آج ثمرہ کی ہڈی پسلی ایک ہو جاتی۔

*

*

روم میں تیز میوزک کی آواز پر اسکی گردن بھی اوپر نیچے ہل رہی تھی۔ ہونٹ گنگنانے کے انداز میں ہل رہے تھے اور سامنے ٹی وہی پردو لوگ داؤ پیچ کرنے میں مصروف تھے۔ تین دن پہلے، رات والے واقعہ سے وہ یکسر بے نیاز ہو چکا تھا۔ جیسے زرجان شاہ کے ساتھ کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

دروازہ کھلنے پر اسکا سارا موڈ غارت ہو گیا۔ عائشہ شاہ کو دیکھ کر اسنے میوزک اور ٹی وی دونوں بند کر دیئے۔

"ڈسٹرب تو نہیں کیا؟" عائشہ شاہ نے شائستگی سے پوچھا۔

"بیٹھیں" نفی میں سر ہلا کر اسنے عائشہ شاہ کو بیٹھنے کا کہا۔ عائشہ شاہ سامنے رکھے صوفے پر بیٹھ گئیں اور زرجان سے بات کرنے کے لیے لفظ تلاش کرنے لگیں۔

"کہیے میں سن رہا ہوں" زرجان نے انکی مشکل آسان کر دی۔

کتنی خوش قسمت تھی نیلم جسکا ایسا گھبرو جوان بیٹا تھا جیسے دیکھ کر ہی سر فخر سے اونچا ہو جاتا مگر نیلم اور زیاد کی وجہ سے اسکی ذات بکھر کر رہے گئی۔ صرف نیلم ہی کیوں عائشہ خود بھی تو خوش قسمت تھی زرجان صرف

نیلیم کا نہیں اسکا بھی بیٹا تھا۔ یہ سوچ کر عائشہ شاہ کو خود پر بھی فخر محسوس ہوا اور آج وہ زرجان سے اسکی پسند پوچھنے آئیں تھیں۔ تاکہ زرجان کی زندگی بھی نارمل ہو جائے۔

"تمھاری اسٹڈیز کمپلیٹ ہوئے ایک سال ہونے والا ہے اور اسکے ساتھ تم نے اپنی سنگنگ بھی جاری رکھی۔ حالانکہ زیاد کا خیال ہے کہ تمہیں سنگنگ کے بجائے اپنے بزنس پر دھیان دینا چاہیے" عائشہ شاہ نے رک کر سانس لی۔

"تو آپ مجھے یہ بتانے آئی ہیں؟" زرجان نے خفا ہوا۔ زیاد شاہ تو بزنس کے پیچھے ہی پڑ گئے تھے۔ عائشہ شاہ نے ناراض بیٹھے زرجان کو دیکھا۔ اس وقت وہ ایک معصوم بچہ لگ رہا تھا۔

"نہیں! بلکہ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اب تمھاری عمر شادی کے لائق ہو چکی ہے اسلیے تمہیں گھر بسانے کے متعلق بھی سوچنا چاہیے" شادی کی بات

سن کر زرجان نے ایسا منہ بنایا جیسے کسی نے زبردستی اسکے منہ میں کڑوا
بادام ڈال دیا ہو۔

"بزنس اور شادی۔۔۔۔۔ ہونہہ! کیا دنیا میں کرنے کے لیے یہی دو کام رہے
گئے ہیں" اکتاہٹ اسکی شکل سے واضح تھی۔

"کرنے کے لیے تو اور بھی بہت سے کام ہیں جیسے کلب، ریسنگ، لوگوں پر
اپنے کرائے یا باکسنگ آزمانہ، اور سنگنگ بھی!" عائشہ شاہ نے انگلیوں پر
ایک ایک چیز گنوائی۔ جواب زرجان نے شکوہ کناں اور خفگی آمیز نظروں
سے عائشہ کو دیکھا۔

"میرے خیال میں زندگی ایسے کام کرتے نہیں گزارنی چاہیے۔ بیٹا! زندگی
میں سب سے زیادہ ضروری ہے کہ انسان خوش رہے اور تم یہ سارے کام
خوشی سے نہیں بلکہ وقت گزاری کے لیے کرتے ہو"

"میں خوش ہو آخر آپ سب کو دکھتا کیوں نہیں۔ اب اپنی خوشی کا اظہار میں ڈھول بجا بجا کر تو نہیں کر سکتا" زرجان کو شادی کے ٹاپک سے جتنی الرجی تھی لوگ اتنا ہی اس ٹاپک پر بات کرنے بیٹھ جاتے تھے اور ان لوگوں میں دو لوگ سرفہرست تھے (تھے نہیں بلکہ تھیں) اور وہ تھیں اسکی دونوں مائیں۔ (نیلیم اور عائشہ)

"ہمیں دیکھتا ہے تم کتنے خوش ہو۔ ہم تمہاری شادی کرنا چاہتے ہیں اسلیے اگر تمہیں کوئی لڑکی پسند ہے تو بتاؤ" عائشہ شاہ نے مسکرا کر کہا۔

"افف! پھر سے شادی ایک کام کریں آپ دونوں مل کر میری دوچار شادیاں کروا ہی دیں تاکہ اگلے دس سال تک کوئی بھی اس شادی کے ٹاپک پر بات نہ کر سکے"

"توبہ توبہ! شرم تم کو تو مگر آتی نہیں ہے" حیدر نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔ زرجان کا آخری جملہ وہ اپنے گنہگار کانوں سے سن چکا تھا۔

"لوگ اپنی ایک شادی کے لیے ترس رہے ہیں اور تم اپنی دو چار اکھٹے کروا رہے ہو" حیدر نے برا سا منہ بنایا۔ اور عائشے شاہ کو سلام کر کے بیڈ پر اسکے ساتھ آ بیٹھا۔

"تمھاری کمی تھی" زرجان نے اکتا کر کہا۔

"کون دونوں؟ کیا نیلم نے بھی تمھارے لیے لڑکی دیکھ رکھی ہے؟" عائشے شاہ نے پوچھا۔

"چاچی نے تو زرجان کے لیے اپنی پیاری بھانجی ہی دیکھ رکھی ہے"

زرجان کے بجائے حیدر نے جواب دیا۔

"کیا وہ بریسلٹ والی میرا مطلب ہے زرنش؟" عائشہ شاہ نے خوش ہو کر پوچھا۔ بریسلٹ کا لفظ سن کر زرجان چونک گیا اور اسکے ذہن آگینے کا معصوم چہرہ نمودار ہوا۔ بہت جلد اسنے اس کیفیت پر قابو پایا۔

"کوئی نہیں! پلیز ختم کریں اس ٹاپک کو" زرجان نے بے تاثر چہرہ لیے روکھے انداز میں کہا۔ عائشہ اور حیدر نے بھی اسکے چہرے کے بدلتے زاویے دیکھ لیے تھے۔ حیدر نے تسلی آمیز اشارہ سے عائشہ شاہ کو جانے کا کہا۔ عائشہ شاہ کو بہت دکھ ہوا زرجان کچھ دیر پہلے کیسے بچوں کی طرح باتیں کر رہا تھا اور اب پل بھر میں اسکا رویہ بدل گیا۔

"زرجان اپنی زندگی کے بارے میں بہتر فیصلہ کرنے سے بھی قاصر تھا۔ نیلم کبھی تم نے زرجان کی آنکھوں کی ویرانیاں نہیں دیکھیں۔ اگر دیکھ لو تو تمہیں معلوم ہو جائے تمہارا بیٹا کس ازیت سے گزر کر آیا ہے" وہ دل ہی دل میں نیلم سے مخاطب ہوئیں اور زرجان کے روم سے باہر آگئیں۔

"کتنے دن ہو گئے حیدر ملنے نہیں آیا" نیلم شاید خود سے مخاطب تھی۔ وہ کھڑکی کے ساتھ کھڑی تھیں۔ آہستہ روی سے چلتی ہوئی قندیل کے سامنے بیٹھ گئیں۔

"ہاں تو آپ جا کر مل لیں" قندیل درانی سے کچھ اچھا سننے کو ملے گا یہ تو نیلم کی خام خیالی تھی۔ نیلم نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسے دیکھا۔

"اب نانا کیوں کر رہی ہیں" قندیل نے انکا نفی میں ہلتا سر دیکھ کر کہا۔

"قندیل درانی کیا تم دو منٹ کے لیے خاموش بیٹھ سکتی ہو" نیلم نے مسکراتے ہوئے چبا کر کہا۔

"میں تو خاموش ہی بیٹھی تھی۔ آپ خود مجھ سے مخاطب ہوئیں" ہائے رے قندیل کی معصومیت!

"میں نے کب تمہیں مخاطب کیا؟" نیلم نے حیرانی اور غصے سے کہا۔

"بالکل ابھی! جب آپ کھڑکی کے ساتھ کھڑی ہوئی تھیں" قندیل نے اشارے سے بتایا۔

"کیا میں نے تمہارا نام لیا؟ نیلم نے آئبرو اچکائی۔

"نہیں! پر روم میں میرے علاوہ اور تو کوئی بھی نہیں۔ اسکا مطلب آپ مجھ سے مخاطب ہوئی تھیں" قندیل نے اپنی طرف اشارہ کیا۔

"تمہارے ہوتے ہوئے تو انسان خود سے بھی مخاطب نہیں ہو سکتا!" نیلم نے اسے گھورا۔ اس سے پہلے کے قندیل کچھ کہتی کسی کی کال آگئی۔

"لیں شیطان کا نام لیا اور شیطان حاضر" اسنے موبائل پر حیدر کا نام دیکھ کر منہ بنایا۔

"کس کے بارے میں کہہ رہی ہو؟"

"آپ کے اکلوتے داماد کے بارے میں جسے آپ ابھی یاد فرما رہی تھیں"
کال ریسو کر کے اسنے موبائل نیلم کو پکڑا دیا اور خود دوبارہ نوٹ بنانے میں
مصروف ہو گئی۔

"زرنش میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں عام لوگوں سے بہت مختلف
ہوں۔ میرے ساتھ رہنا بہت مشکل ہے۔ مجھ میں بہت ساری خامیاں
ہیں بلکہ یہ کہنا بہتر ہوگا مجھ میں خامیاں ہی خامیاں ہیں۔ میں اپنے رویے
سے بہت سے لوگوں کو دکھ میں مبتلا کر دیتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا میری وجہ
سے ایک اور انسان دکھ ہے۔ میرے ساتھ زندگی کا سفر کاٹنا خود کو دکھوں
اور اذیتوں کی گہری کھائی میں دھکیلنے جیسا ہوگا "زرجان کا چہرہ بے تاثر تھا۔
آج زرنش نے اسے کال کی تھی۔ وہ کلب میں تھا اور زرنش بھی ایڈرس

پوچھ کر اسی کلب میں آگئی۔ اب وہ اسکے روبرو بیٹھی اسکے جواب کی منتظر تھی۔

"زر جان اگر تم میں خامیاں ہیں تو میں ان خامیوں کو اپنی محبت سے پر کر دوں گی۔ اور رہی بات زندگی کے سفر میں تمہارے ساتھ چلنے کی تو جن سے محبت ہو انکے ساتھ تو کانٹوں پر بھی خوشی خوشی چلا جا سکتا ہے" زرنش نے ٹیبل پر دھرا زرجان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"تم مجھ سے بہتر شخص کو ڈیزرو کرتی ہو" زرجان نے نامحسوس انداز میں اپنا ہاتھ چھڑایا۔

"تمہیں آنکھیں پڑھنا نہیں آتی زرجان! یا پھر میری آنکھوں میں اپنا عکس دیکھ کر بھی انجان بن جاتے ہو؟" زرنش نے اسکی نیلی آنکھوں میں دیکھا۔ زرجان نے لب بھینچ دیے۔

میں انتظار کروں گی اس وقت کا جب تمہیں میری محبت کا احساس ہوگا " زرنش کی آنکھوں میں نمی تھی۔ اسنے اپنا کلچ اٹھایا اور باہر جانے لگی۔ زرجان کو دکھ ہوا اسکی وجہ سے ایک اور انسان دکھ میں مبتلا ہو چکا تھا۔

*

*

"یہ ہم کہاں آگئے؟" آبگینے نے حیرانگی سے ارد گرد نظریں دوڑائیں۔

آج اسکی کلاس فیلو کی برتھ ڈے تھی۔ سمعیہ زیدی ایک مشہور و معروف وکیل کی بیٹی تھی۔ آبی کے ساتھ تین اور لڑکیاں بھی تھیں۔ کلاس فیلو اور چار سال سے ایک دوسرے کو جانتے ہوئے آبگینے نے صبا اور وانیہ کے ساتھ سمعیہ کی برتھ ڈے پارٹیز پہلے بھی ایڈنڈ کی تھیں۔ اور آج تو سمعیہ خود اسے برتھ ڈے میں شریک ہونے کے لیے گھر سے لینے آئی تھی (کیونکہ صبا اور وانیہ نہیں تھے جن کے ساتھ وہ سمعیہ کے گھر آتی)۔ مگر سمعیہ یہاں لے آئے گی آبگینے کو اندازہ نہ تھا۔ گو کہ وہ فرحت بیگم کو بتا کر آئی تھی بلکہ اسے لگا سمعیہ کے گھر میں ایک چھوٹی سی پارٹی ہوگی اسلیے وہ ہلکا پھلتا تیار بھی ہو گئی۔ مگر یہاں آکر تو وہ حیران رہے گئی۔

"آبی! ہم کلب میں آئے ہیں" سمعیہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

"پر کیوں؟ ہر سال کی طرح اس بھی تمہیں اپنے گھر میں برتھ ڈے پارٹی اریج کرنی چاہیے تھی۔ بھلا ہم لڑکیوں کا یہاں کیا کام" آگینے کے ساتھ کھڑی شائستہ نے کہا۔ شاید کسی کو معلوم نہ تھا کہ سمعیہ ان سب کو یہاں لائے گی۔

"تم سب تو ناراض ہو گئیں۔ میری برتھ ڈے پر میں ہی تم سب کو سرپرائز دے رہی ہوں اور پھر بھی تم سب مجھے خفا کر رہی ہوں۔ کیک کاٹ کر تھوڑا انجوائے کر کر ہم جلدی چلے جائیں گے" سمعیہ نے جواب دیا۔ چونکہ اسکی برتھ ڈے تھی اسلیے سمعیہ کی خوشی کے لیے وہ بھی خاموش ہو گئیں مگر آگینے جلد از جلد اس ماحول سے فرار ہونا چاہتی تھی۔ کاش آج صبا یا وانیہ دونوں میں سے کوئی اسکے ساتھ ہوتا تو وہ پل بھر کی دیر کیے بغیر یہاں سے چلی جاتی۔ وہ کیوں آگئی یہاں اسے خود پر بہت غصہ آ رہا تھا۔

*

*

"اگر میں چاہوں نہ تو تجھے جیل بھیج دوں" حیدر نے چڑ کر کہا۔ حیدر کو کلب سے نفرت تھی اور زرجان ہمیشہ کلب سے ہی نمودار ہوتا تھا۔ "ایک پولیس آفیسر کو اگر کسی نے کلب میں دیکھ لیا تو تم خود بتاؤ اسکی کیا عزت رہے جائے گی؟" حیدر نے جواب طلب سوال کیا۔

"جتنی تمھاری عزت" اب "ہے" بعد "میں بھی اتنی ہی رہے گی" زرجان کی بات سن کر حیدر نے غصے سے زرجان کے بازو پر ایک مکار سید کیا۔ وہ اس وقت زرنش کی وجہ سے کافی اداس ہو چکا تھا۔

"تمھاری اس سڑی ہوئی شکل کو بھی لوگ ایسے دیکھتے ہیں جیسے تم کوئی حسین دوشیزہ ہو" حیدر نے بھونڈی سی مثال دی۔ زرجان نے کوئی جواب نہ دیا۔

"ویسے تم جس مجرم کو پکڑنا چاہتے ہو میں نے بہت دفعہ اسے یہاں دیکھا ہے
"زرجان نے حیدر کو اس طرح چپ بیٹھا دیکھ کر کہا۔ درجان کو پتہ تھا حیدر
صرف الکی وجہ سے ایسے ماحول میں بیٹھا ہے۔

"وہ مجرم ہے یہ میں جانتا ہوں دنیا والوں کے سامنے تو وہ ایک شریف
انسان ہے۔ مجھے اسے رنگے ہاتھوں پکڑنا ہے "حیدر کی بات سن کر زرجان
نے اثبات میں سر ہلایا۔

رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ عام طور پر کلب دس بجے کے بعد بھرنا شروع
ہوتا ہے مگر آج تو آٹھ بجے ہی بہت رش تھا۔ ہر طرف ہنسی، خوشی، قہقہے،
چھیڑچھاڑ، خوشبوئیں، ادائیں، ناز نخرے اور etc، ہر چیز مدغم ہونے لگی۔
ڈی جے (Disco jockey) کی آمد پر لڑکے لڑکیوں کا شور کانوں کے پردے
پھاڑنے کی حد تک تیز ہو چکا تھا۔ ڈی جے نے زرجان کا ہی کوئی سیڈ سانگ
آن کیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس گانے میں انجان راگوں اور اداس
دھنوں کو ملا دیا۔ ایک طرح سے وہ سانگ کا میش اپ بنا چکا تھا۔ لوگ اس

سانگ پر اس طرح ناچ رہے تھے جیسے سب کو ہی کوئی نہ کوئی دکھ ہو اور وہ دکھ مٹانے کے لیے ایسا بے ہنگم ناچ دیکھا رہے ہوں۔ زرجان کو اپنے ہی گائے ہوئے گانے پر ہسنی آنے لگی۔ اور پھر ایک چہرے کو دیکھ کر اسنے اپنے لب بھینچ لیے۔ اسکی نیلی آنکھوں میں، اس بہودہ ماحول میں "اُسے" دیکھ کر غصہ بھر آیا۔ بے یقینی سی بے یقینی تھی وہ لڑکی اس ماحول کا حصہ نہیں ہے مگر اُسے اس بہودہ ماحول میں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر زرجان کے بس میں ہوتا تو وہ آج اسے قتل کر دیتا۔

*

*

کیک کٹ چکا تھا اور آگینے بس اس ماحول سے جانا چاہتی تھی مگر سمعیہ تھی جسے کچھ دیر اور انجوائے کرنا تھا۔ گو کہ وہ لوگ قدرے سائیڈ پر کھڑے تھے۔ بہت فاصلے پر لڑکے لڑکیاں عجیب و غریب ڈانس کرنے میں مصروف تھے۔ آگینے کو اس ماحول سے کراہیت محسوس ہوئی۔ وہ تو خوابوں میں بھی ایسی جگہ آنے کا نہ سوچے۔ بے ساختہ ہی اسکی نظر شایان پر پڑی۔

"آبی کہاں جا رہی ہو؟" شائستہ نے اسے جاتا دیکھ کر پوچھا۔

"وہ میرا کزن۔۔۔ وہ یہاں ہے اسکے پاس جا رہی ہوں" اسنے شائستہ کو مڑ کر بتایا اور آگے بڑھ گئی۔

اس ماحول سے جلد نکلنے کا راستہ مل گیا تھا۔ وہ دوڑ کر شایان کے پاس گئی۔ وہ ایک شخص کے ساتھ کھڑا باتیں کر رہا تھا

"شایان بھائی!" وہ اسکے قریب آن رکی۔ شایان کے ساتھ کھڑے شخص نے بہت ہی دلچسپی سے آگینے کو دیکھا۔۔۔۔۔ سر سے پاؤں تک۔۔۔۔۔!

"آبی! تم یہاں؟ شایان حیران ہوا۔

"شایان بھائی پلیز مجھے گھر چھوڑ دیں" آگینے نے جلدی جلدی کہا۔

"پر آبی تم یہاں کیسے؟" شایان نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا۔ اسے پہلے کے
آگینے کوئی جواب دیتی کوئی شخص شایان کو بلانے آیا۔

"آبی میں دس منٹ میں آتا ہوں" شایان اس آدمی کے ساتھ تھوڑا فاصلے ہر
بنے ایک کمرے میں چلا گیا۔

"بیوٹی فل! یہ جگہ تم جیسی معصوم لڑکی کے لیے بالکل بھی اچھی نہیں ہے"
وہ شخص اپنے پیلے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے، گویا ہوا۔ آگینے نے
کراہیت آمیز ایک نظر اس پر ڈالی۔ اسنے سمعیہ لوگوں کو ڈھونڈنے کے لیے
نظریں دوڑائیں تو اسکا دل دھک سے رہے گیا۔ وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ وہ
تھوڑا آگے گئی اور متلاشی نظروں سے ارد گرد دیکھا مگر بے سود۔

وہ لوگ اسے ساتھ لے جانا بھول گئیں۔ یا پھر انہیں لگا میں اپنے کزن کے
ساتھ چلی جاؤں گی۔ بہت ساری چیزیں اسکے دماغ میں گڈمڈ ہونے لگیں۔
اب آگینے کو رونا آ رہا تھا۔

"اف! اس معصوم چہرے پر یہ معصوم موتیوں جیسے آنسو" وہ شخص اس کے قریب آگئے۔ آگینے نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور جہاں شایان کھڑا تھا دوبارہ وہاں چلی گئی۔

"ارے کہاں چلی" آگینے کچھ دیر شایان کا انتظار کر کے، باہر کی طرف جانے لگی تھی۔ تب اس شخص نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔ آگینے نے بے حد غصے میں اس غنڈے نما شخص کی گال پر تھپڑ رسید کرنا چاہی، مگر اس شخص نے آگینے کا دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔

"چھوڑو مجھے" آگینے نے غصے سے کہا اور اس شخص کے ہاتھ جھٹک دیے۔ پتہ نہیں شایان بھائی کہاں تھا۔ آگینے نے ایک دفعہ پھر مڑ کر دیکھا مگر شایان کہیں نظر نہ آیا۔ آگینے نے بڑی شدت سے اللہ سے دعا مانگی۔ دل ہی دل میں وہ اللہ کو یاد کرنے کے ساتھ ساتھ خود پر دعائیں بھی پڑھ رہی تھی۔

"زرجان بس کرو مر جائے گا یہ" حیدر کے ساتھ دو بارٹینڈرز نے زرجان کو قابو میں کیا۔ ان سب کو جھٹک کر زرجان نے آگینے کی چادر اٹھائی۔ اسکے قریب آیا۔ اور۔۔۔۔۔!

"چٹاخ" کلب کے خاموش ماحول میں زوردار آواز گونجی۔

"آج تم میں اور اس کلب آئی لڑکیوں میں، مجھے کوئی فرق نہیں نظر آرہا" چادر اس کے سر پر اوڑھا کر زرجان حقارت سے کہا۔ سردنگ برچھیاں آگینے کے وجود کے آرا پار ہو گئیں۔ جملہ زیادہ سنگین تھا یا زرجان کے چہرے کے تاثرات یا پھر اسکی آنکھوں در آئی حقارت۔۔۔ زندگی میں پہلی بار اسنے شدت سے اپنے لیے موت کی دعا کی تھی۔

آگینے کا ہاتھ پکڑ کر وہ اسے گھسیٹنے کے انداز میں باہر لے آیا۔ اپنی کار میں بٹھا کر زرجان نے فل اسپیڈ میں کار آگے بڑھائی۔

*

*

جاری ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

#من_و_تو

میں نرم مٹی ہوں مجھے روند کر گزر جاو
کہ میرے ناز تو صرف کوزہ گر اٹھاتا ہے

وہ فرحت بیگم کی گود میں سر رکھے، مسلسل آنسو بہانے میں مصروف تھی۔

"آبی! بس کرو" اسکی آنسوؤں کی وجہ سے ہوتی لال آنکھیں فرحت بیگم سے
ڈکھی نہیں جا رہی تھیں۔

"امی! مجھے نہیں معلوم تھا سمعیہ مجھے کلب لے کر جائے گی" وہ روتے ہوئے
بولی۔

"میں جانتی ہوں تم وہاں انجانے میں گئی ہو" فرحت بیگم پیار سے، اسکے
بال سہلانے لگیں۔ فرحت بیگم کے کہے لفظوں سے اسے سکون حاصل
ہوا۔ آگینے نے آنکھیں موند لیں۔

آبگینے کے بالوں کو سہلاتے ہوئے فرحت بیگم زرجان کے بارے میں سوچنے لگیں۔ آج پہلی دفعہ انہیں احساس ہوا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کی حفاظت اکیلے نہیں کر سکتی۔ آبگینے نے آتے ہی سب کچھ فرحت کو بتا دیا۔ شکر تھا کہ زرجان وہاں موجود تھا۔ فرحت بیگم کی نظروں میں زرجان کا عکس لہرایا۔ اللہ پاک اُسے ہمیشہ خوش رکھے۔ انہوں نے دل سے زرجان کو دعا دی۔

*

*

ہم نے دیکھا تھا فقط شوق کی خاطر
یہ نہ سوچا تھا کہ تم دل میں اُتر جاو گے

آسمان ابھی تک ٹھیک سے اُجالے سے آشنا نہیں ہوا تھا۔ سورج کی رو پہلی کرنیں سرمئی آسمان کے کناروں پر کسی زرد کناری کے مانند لگ رہی تھیں۔ درختوں پر سے پرندوں کی حمد و ثناء کرتی آوازیں صبح کی خاموشی میں عجب سحر پیدا کر رہی تھیں۔ بالکونی میں کھڑا زرجان بغیر کسی تاثر کے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اسکی آنکھیں ابھی تک لال تھیں۔ پتہ نہیں کیوں وہ اتنا پاگل ہو گیا تھا۔ عورت پر ہاتھ بزدل مرد اٹھاتے ہیں پر وہ بزدل تو نہ تھا پھر کون سا

احساس اس وقت حاوی ہوا تھا کہ وہ آپے سے ہی باہر ہو گیا۔ زرجان کو تو اسکا نام بھی معلوم نہیں تھا۔۔۔!

"تم نے ایسا کیوں کیا زرجان؟" عکس گویا ہوا۔

"مجھے نفرت ہے اس لڑکی سے" زرجان کا جواب سوال کے برعکس تھا۔

"یہ بات تم مجھے کہے رہے ہو یا خود کو۔۔۔؟" عکس نے لا جواب کیا۔

"تم میرا پیچھا چھوڑ دو!" زرجان مڑ کر برہمی سے بولا۔

"میں۔۔۔ میں تمہارا پیچھا چھوڑ دوں" عکس نے اپنی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں تم!" زرجان نے دو لفظوں جواب دیا اور دوبارہ ریلنگ پر ہاتھ رکھ کر پھر سے صبح کا منظر دیکھنے لگا۔ سنہری دھوپ دھیرے دھیرے ہر چیز پر اپنا

سنہرا رنگ چھوڑ رہی تھی۔ چرند پرند آسمان کی دستوں میں اڑتے ہوئے
زمین پر نظریں گاڑھے اپنا رزق تلاش کر رہے تھے۔ وہ آسمان پر اڑتے
پرندوں کو تکنے لگا۔

"میں تمہارا پیچھا کبھی نہیں چھوڑ سکتا میں تو" "عکس زرجان" ہوں۔
تمہارے وجود کو وہ حصہ جس سے تم آشنا نہیں ہونا چاہتے۔ زرجان تم نے
کبھی اپنے اندر رہتے زرجان سے دوستی کرنے کی کوشش نہیں کی۔۔۔ اگر
کی ہوتی تو تمہیں معلوم ہوتا اندر مدفون شدہ زرجان ہسنا چاہتا ہے وہ بھی
اوروں کی طرح زندگی کی خوشیوں اور حسین رنگوں کو محسوس کرنا چاہتا
ہے۔ مگر تم نے "مجھے" اپنے اندر دفن کر کے خود پر ازیت پسند زرجان کا
خول چڑھا رکھا ہے۔ جسکی ہنسی اور قہقہے بالکل کھوکھلے ہیں اور اگر ان
قہقہوں کو نچوڑا جائے تو ان میں سے فقط لہو ٹپکے گا "عکس زرجان رنج و الم
سے گویا ہوا۔"

"میری زندگی ہے۔ میں جسے چاہوں گزار دو تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے" زرجان قدرے برہم ہوا۔

"اپنی اس زندگی میں محبت کو شامل کر دو، تو زندگی بہت حسین ہو جائے گی زرجان!" عکس خوبصورتی سے گویا ہوا۔

"محبت؟" زرجان حیرانی سے گویا ہوا "ان باتوں میں محبت کہاں سے آگئی؟"

"محبت آئی نہیں ہے زرجان! بلکہ محبت تو پوری کائنات میں ازل سے موجود ہے۔ محبت ہی تو ہے جو زندگی میں حسین رنگ بھرتی ہے۔ محبت تو روح میں تحلیل ہونے والا جز بہ ہے۔ محبت تو جسم میں لہو بن کر دوڑتی ہے۔ محبت کسی صوفی کا سجدہ، محبت کسی مجنوں کا پاگل پن، محبت کسی سسی کا صحرا، محبت کسی فرہاد کا تیشہ، محبت تو دھنک کے رنگوں پر مشتمل ہے اور ہر رنگ زندگی کی ازیتوں پر خود کا رنگ چڑھا کر آسانیوں میں بدل دیتا

ہے۔ محبت تو سردیوں کی سنہری دھوپ ہے جس طرح دھوپ کی تپش انسان کو سکون دینے کے ساتھ ساتھ جھلساتی رہتی ہے۔ اسی طرح محبت بھی سکون دینے کے ساتھ اکثر اپنی تپش سے جھلسا بھی دیتی ہے۔ مگر اس سکون اور جھلسنے میں بھی الگ ہی مزہ ہوتا ہے "عکس زرجان جھومتے گویا ہوا۔

اسکے اندر کا زرجان ایسا ہوگا وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔ زرجان حیران تھا۔۔۔۔۔ خود پر!

"محبت "من و تو" ہے زرجان! "عکس نے محسور کن انداز میں کہا اور تحلیل ہو گیا۔

"محبت "من و تو" ہے "زرجان کے ارد گردیہ الفاظ گردش کر رہے تھے۔ اسکے ذہن میں بہت سے سوال تھے مگر عکس زرجان تحلیل ہو چکا تھا فقط "من و تو" کہہ کر۔۔۔۔۔!

"حیدر اتنے دن کہاں تھے" نیلم نے شکوہ کناں لہجے میں کہا۔ آج چھٹی ہونے کے باعث وہ نیلم اور وقاص درانی سے ملنے آیا ہوا تھا۔

"چاچی! آپ کو تو میری جاب کا معلوم ہے نہ دن کا پتہ ہوتا ہے نہ رات کی خبر اس لیے کسی سے ملنے کا وقت ہی نہیں ملتا" حیدر نے معذرت خواں لہجہ اپنایا۔

"بھلا کیا ضرورت ہے تمہیں پولیس آفیسر بننے کی! اوپر سے پولیس والوں کے آئے دن ہزاروں دشمن بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ تمہیں بھی بھائی کا بزنس سنبھالنا چاہیے تھا!" نیلم گویا ہوئی۔ حیدر کی پولیس کی جاب اسے پسند نہ تھی ہمیشہ ایک ڈھڑکا لگا رہتا کہیں حیدر کو کچھ ہو گیا تو! کیا فائدہ ایسی جاب کا۔

"چاچی اگر ہر کوئی ایسا سوچنے لگے تو کوئی بھی پولیس کی فیلڈ میں نہیں آئے گا پھر عام عوام کا کیا ہوگا انکی حفاظت کی ذمہ داری ہم پر ہوتی ہے۔ اور ہم ہی تحفظ دینا چھوڑ دیں تو عوام میں ڈر و خوف پیدا ہو جائے گا۔ وہ اپنے حق کے لیے بھی کبھی آواز نہیں اٹھائے گی کیونکہ عوام کو دن رات تحفظ دینے والے آرام سے اپنے گھروں میں بیٹھ کر ملک کے حالات پر افسوس کا اظہار کر رہے ہونگے۔ بھلا کیا فائدہ ایسی زندگی کا "حیدر شاید نیلم کی سوچ پڑھ چکا تھا۔

"بات تو سچ کہی ہے" نیلم کو اپنی سوچ پر افسوس ہوا۔ "اگر تحفظ دینے والے محفظ ہی نہ ہوں تو عام انسان در بدر ہو کر رہے جائے گا۔ پھر بھلا وہ کس کے پاس جائے گا اپنے حق کا انصاف مانگنے" یہ سب سوچ کر نیلم کو اور شرمندگی نے آن گھیرا۔

"چاچی! آپ کا بیٹا صبح سے بھوکا ہے اور اب دوپہر ہونے کو آئی ہے۔
میرے پیٹ میں اس وقت چوہے کرکٹ کھیل رہے ہیں" حیدر نے انکی
شرمندگی دور کرنی چاہی۔

"اوہ! میں تو بھول ہی گئی" نیلم نے سر پر ہاتھ رکھا اور حیدر کو وہی بیٹھنے کا
کہہ کر خود کچن میں چلی گئی۔

اپنے موبائل میں مسجز چیک کرنے کے مشاغل سے فارغ ہو کر اسنے سر
اٹھایا تو نظر سیدھا دروازے کی چوکھٹ میں استادہ قندیل پر پڑی۔ جو سینے پر
ہاتھ باندھے، آئینہ و اچکائے حیدر کو ہی تک رہی تھی۔

"اوووو ہو! تو آج بڑے بڑے لوگ ہمارے غریب خانے میں تشریف
لائے ہیں!" ڈھیلے ڈھالے ٹراوزر پر لانگ شرٹ پہنے آہستہ روی سے چلتے
ہوئے اسکی قریب آئی۔

"آج ہم بڑے لوگوں کو کوئی کام نہیں تھا۔ سوچا تم جیسے غریب لوگوں کو اپنا دیدار کرا دیا جائے" حیدر نے بھی قندیل کے انداز میں جواب دیا۔

"پتہ ہے کل میں نے ایک مووی دیکھی اس میں سیم تمھاری شکل کا جو کر تھا۔ اُسے دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا جیسے میں حیدر کو دیکھ رہی ہوں اور اب تمہیں دیکھ کر ایسا لگ رہا ہے جیسے میں اس جو کر کو دیکھ رہی ہوں" قندیل نے صوفے پر بیٹھ کر مزے سے کہا جبکہ حیدر کی پیشانی پر سلوٹیں آگئیں۔

"آسان لفظوں میں کہو مجھے کیا کہنا چاہتی ہو؟" حیدر نے خود کو جو کر کہنے سے اجتناب کیا۔

"سمجھدار کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے" قندیل نے معصومیت سے آنکھیں پٹ پٹائیں۔

"بد تمیز لڑکی! اپنے شوہر کو جو کر کہہ رہی ہو" حیدر نے خونخوار نظروں سے گھورا۔ قندیل نے مزے سے اثبات میں سر ہلایا۔

"ایک کام کرو گی قندیل؟" حیدر نے کچھ اس انداز میں کہا کہ قندیل چونک گئی۔

"کیا؟" گویا قندیل وہ کام کرنے کے لیے راضی تھی۔

"تم کوئی زہر کھا لو کم از کم میری جان تو چھوٹ جائے گی" وہ جو کوئی اچھی بات سننے کی منتظر تھی۔ حیدر کے منہ سے ادا ہونے والا جملہ سن کر سلگ اٹھی اور صوفے پر ترتیب سے رکھے کشن اٹھا کر حیدر کو مارنے لگی۔

"قندیل گھر آئے مہمانوں سے یہ سلوک کیا جاتا ہے" نیلم ٹرالی میں کھانے کی اشیاء لے کر اندر آئی اور قندیل کو کشن مارتے دیکھ کر تپ گئیں۔

"مام! آپ کو نہیں پتہ اس۔۔ اس حیدر نے ابھی مجھے کیا کہا" قندیل نے چبا کر کہا۔

"چاچی! میں نے تو بہت اچھا مشورہ دیا تھا مگر اتنا نایاب مشورہ دینے پر میری اسی درگت بنے گی مجھے معلوم نہ تھا" حیدر معصومیت سے بولا۔

"پتہ نہیں اس لڑکی میں کب عقل آئے گی" نیلم حیدر کی بات سن کر بڑبڑائی اور کھانا سامنے رکھی چھوٹی میز پر لگانے لگی۔ قندیل کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا تھا اسنے کھا جانے والے انداز میں حیدر کو گھورا۔ حیدر نے آنکھ مار کر اسکے غصے کو مزید بڑھایا۔ وہ حیدر کو وارن کرتے ہوئے باہر چلی گئی اور حیدر اپنی ہنسی کو کنٹرول کرتے ہوئے کھانے سے بھرپور انصاف کرنے لگا۔

*

*

"کیا!!!" فرحت بیگم فون کان سے لگائے بے یقینی سے کہا۔

"ہاں! فرحت میں سچ کہے رہی ہوں۔ میں نے شایان کو پولیس کی جیپ میں دیکھا تھا اور اسکے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں بھی لگی ہوئی تھیں!" مہوش کو آج یاد آیا تھا کہ اسنے شایان کو کہا دیکھا تھا۔

"ہو سکتا ہے مہوش تمہیں غلطی ہو گئی ہوں جسے تم نے جیپ میں دیکھا ہو وہ شایان نہ ہو!" فرحت بیگم ابھی بھی بے یقین تھی۔

"فرحت! اس لڑکے کو میرے سامنے پولیس والوں نے ہتھکڑیاں پہنا کر جیپ میں دھکیلا تھا۔ اس واقعے کو تین چار سال ہو چکے ہیں۔ اس لیے مجھے یاد نہیں آ رہا تھا کہ میں نے تمہارے بھانجے کو کہا دیکھا ہے مگر آج مجھے سب یاد آ گیا ہے۔ فرحت! وہ لڑکا ٹھیک نہیں ہے۔" مہوش نے زور دے کر کہا۔

"فرحت تم سن رہی ہو؟" فرحت بیگم کی آواز نہ پا کر مہوش نے اسکا نام لیا۔

"ہاں مہوش! میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں" یہ کہہ کر فرحت بیگم نے فون رکھ دیا۔ تو کیا یہ سب جھوٹ تھا مہرین اور عباس شایان کے کرتوت کے بارے میں جانتے ہوئے بھی میری معصوم بچی کا ہاتھ مانگنے آئے تھے اور بہت ہی فخر سے بغیر شرمندہ ہوئے اپنے بیٹے کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہے تھے۔ کیا واقعی عباس بھائی اور مہرین نہیں بدلے ہیں؟ یا پھر یہ بدلنا بھی محض وقتی تھا؟

مگر کیوں؟

آخر ان دونوں نے مجھے دھوکے میں کیوں رکھا؟ بہت سے سوال فرحت بیگم کے ذہن میں گردش کرنے لگے تھے۔۔۔۔۔۔!

پورچ میں چابیاں اوپر اچھلتے ہوئے حیدر بڑے مزے سے چل رہا تھا
مگر۔۔۔۔۔۔؟

"اف ف ف ف!" حیدر کے گرنے کی آواز قندیل کے کانوں کو بہت
سریلی معلوم ہوئی۔

"چچ، چچ، چچ" نفی میں سر ہلاتے ہوئے قندیل نے افسوس کا اظہار کیا یا اسکا
مزاق اڑایا، حیدر سمجھنے سے قاصر رہا۔

"حیدر درانی دیکھ کر چلا کرو۔ دیکھو اچھی خاصی ڈریس خراب کر دی" چونکہ
پورچ کا فرش گیلا تھا اسلیے حیدر کا کڑکڑاتا سفید شلوار سوٹ خراب ہو چکا
تھا۔

"یہاں پانی تم نے پھینکا ہے۔ مجھے پتہ ہے۔ تم نے اپنا بدلہ لیا ہے۔
تھوڑی دیر پہلے تم مجھے وارن کر کے باہر نکلی تھی" حیدر نے چبا کر کہا اور اٹھ
کھڑا ہوا۔

"جب پتہ ہے تو پوچھ کیوں رہے ہو!" قندیل اترائی۔

"دل کرتا ہے تمہیں قتل کر دوں قندیل درانی!" حیدر کا غصہ آسمان چھونے لگا تھا۔

"ہائے! تمہارے ہاتھوں قتل ہونا بھی منظور ہے" قندیل جھوم جھوم کر بولی۔

"بد تمیز لڑکی!" حیدر نے تاسف سے اسے دیکھا۔ اور اپنا وہی جملہ کہا جو وہ اکثر قندیل کو کہتا رہتا تھا۔

"مجھے پتہ تمہارے اس بد تمیز لڑکی کا مطلب ہوتا ہے۔۔۔۔۔ قندیل درانی تم بہت اچھی ہو" قندیل نے اس کے کہے لفظوں کی تشریح بھی کر دی جو سراسر غلط تھی۔

"تمہیں تو لفظوں کے صحیح معنی بھی نہیں آتے اور چلی لفظوں کی تشریح کرنے ہونہہ!" حیدر ب ِ ہنایا اور دوبارہ اندر جانے لگا تاکہ نیلم کو قندیل کے کرتوت دیکھا سکے۔ اس گھر کے اکلوتے، پینڈ سسم اور سیدھے سادھے داماد کے ساتھ کیا ہو رہا تھا وہ اپنی بیٹا اپنی ساس کو سنانا چاہتا تھا۔

"ارے! حیدر اندر کیوں جا رہے ہو۔ تمہیں تو باہر جانا تھا" قندیل اس کے پیچھے لپکی۔

"میرے چاچو کا گھر ہے۔ میں اندر جاؤ، باہر جاؤ، دائیں جاؤ، یا بائیں جاؤ تمہیں اسے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے" حیدر فل قندیل کو پٹائی لگوانے کے لئے موڑ میں تھا۔

"دیکھو تم مام کو کچھ نہیں بولو گے" قندیل اس کے ارادے بھانپ چکی تھی۔ بچپن میں بھی حیدر اسکی شکایتیں نیلم سے کرتا اور نیلم حیدر کے سامنے اسکی اچھی خاصی بے عزتی بھی کرتی اور حیدر معصوم بن کر مزے سے یہ لائیو شو

دیکھتا اور ساتھ ساتھ انگلیوں پر، قندیل کی ایک ایک شکایت گنواتا جس میں
آدھی سچ اور آدھی جھوٹ ہوتی تھیں۔

"میں چاچی کو کیوں بتاؤ گا۔ اب میں بچہ تھوڑی ہوں کہ تمہاری ہر شکایت
چاچی سے جا کروں" حیدر لگانا تو۔۔۔ اسکی شکایت چاہتا تھا مگر پھر اسکی
معصوم شکل دیکھ کر بات بدل دی۔

"پھر؟" قندیل حیران ہوئی۔

"قندیل درانی تمہیں سمجھانا اور بھینس کے آگے بین بجانا ایک جیسا ہے"
حیدر کی ایسی مثال پر قندیل کا منہ بگڑ گیا۔ "میرا موبائل اندر ہے وہ لینے جا رہا
ہوں" اسنے خالص جھوٹ بولا۔

"اوہہہ! اچھا۔ سوری حیدر میری وجہ سے تمہارے کپڑے خراب ہو گئے
۔ میں انہیں صاف کر دوں گی" قندیل شرمندگی اور معصومیت سے بولی۔

"اچھا کوئی بات نہیں۔ بس تم کپڑوں کو بخش دو۔ وہ دونوں سوئمنگ پول کے قریب آکر رک گئے۔

"نہیں نہیں! مجھے اپنی غلطی پر بہت افسوس ہو رہا ہے اور میں اسکا ازالہ بھی کرنا چاہتی ہوں" قندیل شاید آج سچ میں صرف ایک نہیں بلکہ اپنی ہر غلطی پر شرمندہ ہو رہی تھی۔ اسکے چہرے سے حیدر نے تو یہی اندازہ لگایا۔ مگر حیدر جیسے معصوم بندے کو کیا پتہ قندیل درانی شیطان کی نانی تھی۔

"کیسے؟" حیدر کو بے ساختہ قندیل پر ڈھیروں پیار آیا۔

"ایسے" قندیل نے زور سے حیدر کو سوئمنگ پول میں دھکیلا اور وہ بچارہ جب تک کچھ سمجھتا پانی سر سے اوپر تک گزر چکا تھا۔

"قندیل درانی" وہ سوئمنگ پول میں کھڑا ہو گیا۔ اسکے کپڑے پورے بھیگ چکے تھے۔ قندیل کی ہنسی رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"بد تمیز لڑکی" اپنے چہرے سے بال ہٹا کر وہ بولا۔ قندیل کی کھلکھلاہٹ دور کہیں پہاڑوں سے بہتے آبشار کی طرح لگ رہی تھی۔ وہ ہمیشہ قندیل کی شرارت کا حصہ بن جاتا تھا اور اب حیدر کو بھی اپنی حالت پر ہنسی آنے لگی۔

"فرحت میری بات غور سے سنو میں تم دونوں کے بھلے کے لیے ہی یہ سب کہہ رہا ہوں" عباس رعونت سے بولا۔ آج وہ دونوں فرحت سے فیصلہ کن بات کرنے آئے تھے۔ پچھلے کچھ دنوں سے فرحت بیگم شایان اور آگینے کے رشتے کے لیے کوئی بھی امید بھرا جواب نہ دے رہی تھی بلکہ ٹال مٹول سے کام لے رہی تھیں نتیجتاً عباس اور مہرین خود چلے آئے۔

"بھائی صاحب! آپ میرے ساتھ بھلائی نہ کریں تو ہی بہتر ہے" عباس کی بات سن کر فرحت بیگم کے چہرے پر غصے کی لہر بھر آئی۔

"آگینے میری بیٹی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ وہ کسی اور گھر کی بہو بنے!"
عباس فیصلہ کن جارحیت سے بولا۔

"آگینے آپ کی بیٹی جیسی ہے پر بیٹی نہیں! اگر آپ سچ میں اسے اپنی بیٹی سمجھتے تو اس طرح اپنے بیٹے کے عیب چھپا کر میری بیٹی کا ہاتھ نہ مانگتے
"فرحت بیگم کا چہرہ غم و غصے کی وجہ سے سرخ ہو چکا تھا۔

"میرے بیٹے میں کون سے عیب نکل آئے ہیں" اپنے بیٹے کی برائی سن کر مہرین بھڑک اٹھی۔

"کیا آپ کے بیٹے کو جیل نہیں ہوئی؟ بتائیے؟ شریف لوگوں کو جیل نہیں ہوتی بلکہ کسی مجرم کو جیل ہوتی ہے!" فرحت بیگم نے آئینہ دیکھایا۔

"ی۔ یہ سب تم سے کس نے کہا؟" عباس حیران ہوا۔

"جس نے بھی کہا ہو۔ آپ میرے سوال کا جواب دیں" فرحت بیگم نے قدرے بلند آواز میں زور دے کر پوچھا۔

"نہیں! تمہیں جس نے بھی بتایا ہے بالکل غلط بتایا ہے" مہرین نے اپنے لہجے کو مضبوط بنایا۔ اس قدر ڈھٹائی سے جھوٹ بولنے پر فرحت بیگم بہت افسردہ ہو گئیں۔ عباس اور مہرین بالکل نہیں بدلے اُسے آج معلوم ہو گیا تھا۔

"اسکا مطلب آپ سچ میں آگینے کو اپنی بیٹی نہیں سمجھتے۔ اپنے بیٹے کے کرتوتوں پر شرمندہ ہونے کے بجائے آپ اس کے عیب چھپانے کے لیے جھوٹ بول رہی ہیں" فرحت بیگم نے مہرین کو دیکھا۔

"رہنے دو بی بی! دودھ کا دھلا یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ میرے بیٹے کے عیب نظر آرہے ہیں اور اپنے عیب کو اپنے اس سفید دوپٹے میں چھپائے بیٹھی ہو!" مہرین نے کرچیوں جیسے لفظوں کا چناؤ کیا اور وہ کرچیاں فرحت بیگم کو خود میں پیوست ہوتی محسوس ہوئیں۔ کچھ سالوں پہلے بھی ایسا الزام مہرین نے اس کے کردار پر اچھالا تھا اور آج بھی!

"کیا کہہ رہی ہیں بھابھی!" فرحت بیگم غم و غصے سے گویا ہوئیں۔

"زیادہ نیک بی بی نہ بنو۔ ابھی تک اس امیر زادے کے ساتھ چکر چلا رہی ہو۔ توبہ توبہ! مجھے تو یہ سب سوچ کر ہی شرم آتی ہے" مہرین نے اپنی زبان سے انگارہ نما جملا ادا کیا جسکی وجہ سے فرحت اندر تک جھلس گئی۔

"خدا کے لیے بھابھی کچھ تو شرم و لحاظ کر لیں۔ میری عمر دیکھیں اور اس عمر میں بھی آپ مجھ پر ایسے الزام لگا رہی ہیں" فرحت بیگم کو بے یقین سا صدمہ پہنچا۔

"لو اپنے عیبوں پر اب تمہیں رونا آ رہا ہے ہونہہ! ساری زندگی اس "زیاد شاہ
"کے پیسوں پر عیش کرتی آئی ہو اور ہمیں بھنک تک نہیں پڑنے دی " ان
لفظوں نے گویا فرحت بیگم کو سرد کر دیا۔ انکا ضبط چٹخ گیا۔

"میرا خدا گواہ ہے۔ زیر کے مرنے کے بعد کبھی زیاد سے نہیں ملی اور رہی
پیسوں کی بات تو زیاد کے بزنس میں کچھ شیئر زیر کے بھی تھے اور ان شیئر
سے حاصل ہونے والی رقم زیاد بھائی اکاؤنٹ میں جمع کروا دیتے تھے " پتہ
نہیں کیوں فرحت بیگم کو رونا آیا۔ ایسے لفظوں کی مار پہلے بھی ماری گئی تھی
پر تب زیر احمد تھے۔ جس نے اسے جینا سکھایا۔ پر آج دوبارہ ان لفظوں
کی مار نے گویا فرحت بیگم کی روح تک زخمی کر دی اور روح کسی پرندے کی
طرح جسم کے پنجرے میں پھڑپھڑانے لگی۔

"اب صفائیاں نہ دو۔ آئی تھی میرے بیٹے کے عیب گنوانے! سیدھی طرح
آگینے کے رشتے کے لیے راضی ہو جاؤ ورنہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔!" مہرین اپنے

اصلی روپ میں اچلی تھی کب سے ادب و آداب کی پہنی چادر اس نے اتار پھینکی۔

"میں مر جاؤں گی مگر کبھی تم جیسے درندوں میں اپنی بیٹی نہیں دوں گی!"

فرحت بیگم نے قدرے مضبوط لہجے میں کہا۔ "نکل جائیں میرے گھر سے!"

[illegible]

"جائیں یہاں سے" فرحت بیگم درشتگی سے بولیں۔

"ابھی تو جا رہے ہیں مگر بہت جلد آئیں گے تمہاری بیٹی کے ساتھ تمہاری یہ جائیداد بھی لے کر جائیں گے" مہرین نے اصل بات اُگل دی۔ فرحت بیگم دنگ رہے گئیں انکی اچھائی کے پیچھے لالچ چھپی تھی۔ پیسوں کی لالچ!

فرحت بیگم نے کیوں ان بھڑیے نما لوگوں پر یقین کر لیا۔ کیا ملا یقین کر کے
فقط ازیت!

عباس اور مہرین چلے گئے تھے۔ فرحت بیگم صدمے سے صوفے پر ڈھے
گئیں۔ انسانی لباس میں چھپے بھڑیے بہت خطرناک ہوتے ہیں وہ ایک ہی
وار میں کسی کا سب کچھ چھین لیتے ہیں اور فرحت بیگم کو ان بھڑیوں
سے خود کو اور آبگینے کو بچانا تھا۔۔۔۔۔!
پر وہ اکیلی کس کس کا سامنا کریں گی۔۔۔۔۔

آج عباس مہرین اور شایان کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، کل کسی اور کا کرنا پڑے
گا!

بے ساختہ ہی انہیں لگا وہ بہت بوڑھی اور ناتواں ہو چکی ہیں۔ جو ان درندہ
صفت لوگوں کا سامنا نہیں کر سکتیں۔۔۔۔۔

مگر انہیں مضبوط بنانا تھا۔۔۔۔۔ اپنے لیے نہ سہی آبگینے کے
لیے۔۔۔۔۔۔۔!!!

*

*

زرجان کے نیوالہم نے سوچ سے بھی زیادہ شہرت کمالی تھی۔ ہر کوئی اُسے مبارک باد کے طور پر تحفے بھیج رہا تھا۔ زرنش بھی اُسے مبارک دینے "شاہ ولا" آئی تھی۔

ہیل کی ٹک ٹک سن کر عائشہ شاہ کچن سے باہر نکل آئیں۔

"ہائے آنٹی! زرجان کہاں ہے" اسکے بات کرنے کا انداز عائشہ کو بالکل نہ بھایا۔ بلیک جینز پر ڈیپ ریڈ شرٹ پہنے اور ہلکے میکپ میں وہ لوگوں کو حسین لگ سکتی تھی عائشہ شاہ کو بالکل بھی نہ اچھی لگی!

"آو زرنش بیٹھو! اور تمہارے والدین کیسے ہیں؟" عائشہ شاہ اُسے لاونج میں لے آئیں۔

"بالکل ٹھیک ہیں" صوفے پر بیٹھ کر زرنش نے جواب دیا۔ "زرجان کہاں ہے؟" وہ دوبارہ گویا ہوئی۔

"میں زرجان کو بلا کر لاتی ہوں" عائشے شاہ کو زرنش ایک آنکھ نہ بھائی۔ لوگوں کی خیر و عافیت پوچھنا تو دور کی بات اُسے تو سلام کرنے کی بھی فرصت نہ تھی۔ زرجان کی زندگی میں زرنش کی نہیں بلکہ کسی سلجھی ہوئی لڑکی کی ضرورت تھی۔ وہ زرجان کو بلا کر نیچے آگئیں۔

"زرجان تمہارے نیوالبم نے تو کمال کر دیا۔ ہر طرف تمہارا ذکر سننے کو مل رہا ہے۔ اسکے لیے تو اچھی سے ٹریٹ بنتی ہے" زرجان کو مبارک باد دے کر وہ پر جوش انداز میں بولی۔

"ضرور زرنش! تم تینوں کو ایک ساتھ ٹریٹ دوں گا" زرجان مسکرا کر بولا۔ مگر زرنش، قندیل اور حیدر کے ساتھ ٹریٹ انجوائے نہیں کر سکتی تھی۔ اس طرح زرجان، زرنش کے بجائے ان دونوں کی طرف متوجہ ہوگا اور زرنش یہ سب نہیں چاہتی تھی۔

"پر ابھی مجھے کسی کام کے سلسلے میں جانا ہے" زرجان گویا ہوا۔

"ایک ساتھ لپچ کرتے ہیں اور پھر تمہیں جہاں جانا ہے چلے جانا۔۔۔۔۔ پلیز!" زرنش اتنے دنوں بعد آئی تھی۔ کلب والی بات کے بعد وہ کافی دن تک زرجان سے نہ ملی۔ اب اسکا رویہ بالکل دوستوں جیسا تھا اور زرجان کو خوشی ہوئی کہ وہ زرجان کی بات سمجھ سکی ہے!

"او کے چلو!" زرجان اُسے اداس نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسلیے لیے وہ بھی کھڑا ہو گیا۔

وہ دونوں باہر جانے لگے جب عائشہ لاونج میں ٹرائی لے کر داخل ہوئی۔

"او وہہ! آنٹی ہم تو باہر جا رہے ہیں۔ آپ کو اتنا سب کچھ نہیں کرنا چاہیے
تھا" زرنش نے ٹرالی کی طرف اشارہ کیا۔

"زرنش ہم تھوڑی دیر بعد چلیں گے۔ عائشہ امی! آپ یہ سب ٹیبل پر لگا
دیں۔ ویسے بھی بہت بھوک لگی ہے" زرجان نے عائشہ کا اداس چہرہ پڑھ
لیا۔ عائشہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ اور ٹرالی سے کھانا اور دوسری چیزیں
اٹھا کر ٹیبل پر لگا دیں۔ زرنش نے سوائے جوس کے گلاس، کے علاوہ کسی
چیز کو چکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ حالانکہ زرجان نے اسے کئی دفعہ
کہا مگر زرنش نے شائستگی سے منع کر دیا۔

عائشہ شاہ نے زرنش کا بگڑا منہ، بے زاری اکتاہٹ اور لیے دیے انداز والا
رویہ سب کچھ نوٹ کر لیا تھا۔۔۔!!!

*

*

پچھلے کچھ دنوں سے فرحت بیگم کافی پریشان تھیں اور اپنی پریشانی آگینے سے چھپانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ آگینے کو اندازہ ہو چکا تھا اس لیے اس نے کئی دفعہ فرحت سے پوچھا مگر فرحت بیگم نے "کچھ نہیں" کہہ کر ٹال دیا۔

"یہ ہم کہاں آگئے شایان بھائی؟ آپ۔ آپ کا گھر اتنی سنسان جگہ پر ہے کیا؟" وہ سوچوں میں اتنی گم تھی کہ اسے احساس بھی نہ ہوا کہ شایان اسے کہاں لے آیا ہے۔ وہ کبھی شایان کے گھر نہیں گئی تھی۔ آج پہلی دفعہ جا رہی تھی۔ یہ انجان جگہ آگینے نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ دور دور تک کوئی انسان نظر نہ آ رہا تھا۔ کافی لمبے وقفے کے بعد کوئی گاڑی یا بائیک گزرتی۔ اتنا سنسان راستہ دیکھ کر آگینے پر خوف طاری ہو گیا۔

"نہیں! میرا گھر تو یہاں نہیں ہے" شایان نے ریلیکس ہو کر سیٹ کے پشت سے ٹیک لگالی۔

"پھ۔ پھر!" بے انتہا خوف سے گھر کر آگینے نے پوچھا۔ "آپ نے تو کہا تھا کہ مامی کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے امی آپ کے گھر ہیں او۔ اور آپ مجھے بھی اپنے گھر لے کر جا رہے تھے نہ ت۔ تو پھر؟" آگینے یونیورسٹی سے نکلی تو شایان کو گیٹ کے باہر اپنا منتظر پایا۔ پہلے تو وہ بہت حیران ہوئی مگر شایان کے بتانے پر کہ "مامی کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ فرحت پھوپھو بھی وہی ہیں اور وہ اُسے لینے آیا ہے" یہ سب سن کر وہ بھی پریشان ہو گئی اور بے بغیر سوچے سمجھے شایان کی کار میں بیٹھ گئی۔

"آبی! میں تم سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ امی اور ابو تمہارا ہاتھ مانگنے کے لیے تمہارے گھر آئے تھے مگر فرحت پھوپھو نے انکار کر دیا۔ انہیں کسی نے میرے بارے میں بہت غلط کہا ہے۔ میں مجرم نہیں ہوں آبی! خیر چھوڑو۔۔۔ میں یہاں تمہیں اس لیے لایا ہوں کہ میں بتا سکوں میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں آگینے!" شایان نے مخمور لہجے میں کہا۔

"ک۔ کیا۔۔۔! یہ کیا کہہ رہے ہیں شایان بھائی۔۔۔؟" آگینے پر بے یقینی
اور حیرانگی کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

"میں نے جس زبان میں کہا ہے وہ تمہیں بھی آسانی سے سمجھ آ جاتی ہے۔
میرے کہے لفظوں پر غور کرو میری جان! "شایان کا لہجہ آگینے کو زہر لگا۔

"شرم کریں شایان بھائی! میں آپ کی چھوٹی بہن شمرہ جیسی ہوں اور میں آپ
جیسے شخص سے کبھی شادی نہیں کروں گی۔ جو دوسروں کی عزت سے زیادہ
اپنے کام کو ترجیح دے" آگینے کا چہرہ غم و غصے سے لال پڑ گیا اور اُسے کلب
والا واقعہ یاد آیا جب شایان نے اُسے دس منٹ میں آنے کا کہا تھا۔ اتنی دیر
انتظار کے بعد بھی شایان نہ آیا۔ جب زرجان نے اُسے اپنی کار میں بٹھایا
تب اسکی نظر کلب سے نکلتے شایان پر پڑی۔ وہ اپنی کار میں بیٹھا اور
اسٹارٹ کر دی۔

"تم کلب والی بات کر رہی ہو؟ اس دن مجھے میرے باس نے بہت ضروری کام دیا تھا اور کام کے سلسلے میں مجھے یاد ہی نہیں رہا کہ تم میرا انتظار کر رہی ہو" شایان نے اپنا دفع کیا۔

"آپ کو اپنی کزن کی عزت کے بجائے اپنے کام کی زیادہ فکر تھی۔ اپنوں سے زیادہ آپ اپنے کاموں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگر میں آپ کے انتظار میں رہتی تو آج یہاں نہ ہوتی"

"ٹھیک ہے! مجھے اس وقت تمہاری مدد کرنی چاہیے تھی۔ میں بہت شرمندہ ہوں" شایان کے چہرے پر کہیں بھی شرمندگی کا عکس نہ نظر آیا۔

"میں لعنت بھیجتی ہوں آپ کی شرمندگی پر!" آگینے اشتعال زدہ لہجے میں بولی۔

"میری جان اتنی سنسان سڑک ہر اتنی دیدہ دلیری بھی نہیں دیکھانی چاہیے۔
کب سے پیار سے بات کر رہا ہوں اور تم ہو کہ مان ہی نہیں رہی "شایان
نے اسکی کلائی پکڑ لی۔ انسان کے لباس میں چھپے شیطان نے اپنا اصل
روپ دکھایا۔

"چھوڑو مجھے گھٹیا انسان! "آگینے نے پوری قوت لگا کر اپنی کلائی چھڑوائی اور
کوئی بھی لمحہ ضائع کیے بغیر وہ کار کا ڈور کھول کر باہر نکل گئی۔

"آبی رکو! "شایان اسکے اچانک بھاگنے ہر بوکھلایا اور کار سے باہر نکل آیا۔

"میں کہتا ہوں رک جاو آبی! ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا "وہ آگینے کے
قریب پہنچنے والا تھا۔ لیکن پاؤں پر پتھر لگنے کی وجہ سے منہ کے بل زمین پر
گرا۔ آگینے نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور یہی لمحہ غنیمت تھا وہ جھاڑیوں میں جا
چھپی۔

بہت دیر تک شایان اُسے ڈھونڈتا رہا۔ پولیس کی جیپ کا ہارن سن کر وہ جلدی اپنی کار تک پہنچا اور اسٹارٹ کر دی۔ اسکے چلے جانے کے بعد آگینے بہت دیر تک جھاڑیوں کے درمیان گھس کر روتی رہی۔ اپنے کتنے ظالم ہوتے ہیں آج اپنوں کا اصلی چہرہ دیکھ کر اُسے کراہیت محسوس ہوئی۔ آج اُسے سمجھ آیا اسکی ماں عباس ماموں جیسے بھائی کے ہوتے ہوئے کیوں اکیلی رہتی تھی۔ بہت دیر رونے کے بعد وہ جھاڑیوں سے باہر نکل آئی۔ کانٹوں کی وجہ سے اسکے ہاتھ، پاؤں یہاں تک کے چہرہ بھی زخمی ہو چکا تھا۔ اسکی چادر کانٹوں میں پھس چکی تھی۔ بہت کوششوں کے بعد بھی وہ اپنی چادر کو کانٹوں سے نہ چھڑا سکی۔

اسکی زندگی کی چادر پر بھی ایسے کانٹے چبھ گئے تھے جو اپنی نوک سے اسکا روم روم زخمی کر چکے تھے۔ اپنے دوپٹے کو اسنے اچھی طرح مضبوطی سے سر پر لپیٹا۔ وہ ہمیشہ دوپٹہ اور چادر دونوں لیتی تھی اور آج وہ اپنی چادر کو چھوڑ کر جا رہی تھی جیسے دھوپ میں کھڑی زندگی سے اسکے سر کی چادر چھین لی گئی ہو اور زندگی دھوپ کی تپش سے جھلس رہی ہو۔ آگینے کو بھی اس

وقت ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ دور دور تک کوئی ذی النفس دیکھائی نہ دے رہا تھا۔ اور شام کے گہرے ہوتے سائے اُسے اور بھی زیادہ خوف میں مبتلا کر رہے تھے۔

آگینے کو یہ بھی معلوم نہ تھا وہ کون سی جگہ پر ہے۔ آج اُسے شدت سے اپنے والد کی کمی محسوس ہوئی۔ بچپن میں جب اُسے زیر احمد کی یاد آتی تو فرحت بیگم اسے اپنے پاس بیٹھا کر پیار سے سمجھاتیں کہ ”ہمیں ہر حال میں ” صبر و شکر “ سے کام لینا چاہیے۔ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اسلیے وہ جب چاہے اپنی امانت کو واپس لے لے۔ انسان کو ہمیشہ صبر کرنا چاہیے۔ مگر آج۔ آج اسکے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اُسے شدت سے اپنے باپ کی کمی محسوس ہوئی۔ اگر آج اسکے بابا زندہ ہوتے تو کسی کی ہمت نہیں ہوتی کہ وہ آگینے کو آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے، وہ اسکے لیے مضبوط سہارا بنتے مگر وہ بے سہارا تھی۔ بے یار و مددگار! کس کس بات پر رونا آ رہا تھا۔۔۔

والد کی محرومی پر

اپنوں کے رویوں پر

اور

وہ ایک کمزور سی لڑکی تھی اس بات پر بھی رونا آرہا تھا۔
چلتے چلتے وہ کافی آگے نکل آئی تھی۔ تبھی دور کہیں سے مغرب کی ازان سنائی دی۔ چلتے قدم خود بہ خود تھم گئے۔ گویا وہ شہر کے قریب پہنچ چکی ہے۔ اسنے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ وہ بہت لمبا راستہ طے کر آئی تھی۔ مگر اس بات کا اُسے احساس ہی نہ ہوا۔ وہ۔۔۔ وہ تو خود پر ترس کھاتے چل رہی تھی مگر اللہ اُسے کامیابی کی طرف بلا رہا تھا۔ خود کی حفاظت کرنا بھی کامیابی ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی حفاظت خود کر چکی تھی۔ خدا سے جتنے شکوہ گلے تھے خود بہ خود تحلیل ہو گئے۔ اگر اسکے پاس والد کا مضبوط سہارا نہ تھا تو اسکی حفاظت اللہ خود کر رہا تھا۔ اُسے اپنی خوش قسمتی پر رشک محسوس ہوا جس کے پاس خدا ہو بھلا وہ کیوں کر محروم کہلائے گا۔ وہ نصیب والی تھی کہ جس کے پاس کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی سب کچھ تھا۔ سب سے بڑھ کر اسنے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا اور اب اسکے قدم کبھی نہیں ڈگمگائیں گے۔ آئینے نے خود سے عہد کیا۔

شہر کی روشنیاں اسے نظر آنے لگی تھیں بس چند قدموں کا فاصلہ تھا۔ ازان کی آواز سے اُسے سکون حاصل ہو رہا تھا۔ سامنے سے گزرتی کار کو اسنے روکا۔

قندیل نے دور سے ہی ایک لڑکی کو دیکھ لیا تھا۔ اسکے قریب پہنچنے پر لڑکی کے ہاتھ کے اشارے سے قندیل نے اپنی کار روک دی۔

قندیل کو دیکھ کر آگینے کی آنکھوں میں شناسائی کی رمق دوڑی۔ وہ زرجان کے ساتھ اکثر اس لڑکی کو دیکھ چکی تھی۔ موبائل والے واقعے کی غلط فہمی کی وجہ سے شاید اسے بھی میں یاد آجاؤ۔ آگینے نے دل میں سوچا اور اسے مدد مانگی۔ اور جن لوگوں کے ساتھ خدا ہو وہ کبھی بے یار و مددگار نہیں رہتے! بلکہ اپنی آزمائشوں سے گزر کر دھیرے دھیرے وہ کامیابی کی طرف جا رہے ہوتے ہیں۔۔۔۔!!!!

"عائشے! زیادشاہ عائشے کو بلاتے ہوئے سرھیاں اتر رہے تھے۔

"جی! عائشے شاہ اسٹڈی روم میں عشاء کی نماز پڑھ کر بیٹھی تھیں۔ زیاد کی آواز سن کر اسٹڈی روم سے باہر نکل آئیں۔

"میراثی کہاں ہے؟" وہ شرارت سے گویا ہوئے۔
عائشے شاہ نے تیکھی نظروں سے زیادشاہ کو گھورا۔

"آج دوپہر میں زرنش آئی تھی اسکے ساتھ گیا تھا اور پھر زرجان کو کوئی اور بھی ضروری کام تھا شاید اب وہ کام نبٹا رہا ہو" نماز کی طرح باندھا دوپٹہ کھول کر انہوں نے اچھی طرح سر پر اوڑھا۔

"عائشے! اگر زرجان کو وہ لڑکی پسند ہے تو ہمیں انکے گھر جانا چاہیے۔ اب میں اپنے بیٹے کی زندگی میں خوشیاں دیکھنا چاہتا ہوں" وہ قریب رکھی چیمپر پر بیٹھ گئے۔

"ٹھیک ہے میں زرجان سے پوچھ لوں۔۔۔۔۔ پھر ہم کل ہی زرنش کے گھر چلیں گے" عائشہ شاہ انکے قریب ٹھنڈے فرش پر بیٹھ گئیں۔ پتہ نہیں کیوں انہیں لگتا تھا زرنش اگر اس گھر میں آگئی تو عائشہ شاہ کو زرجان کی زندگی سے نکال دے گی اور اسکا اندازہ انہیں آج زرنش سے مل کر ہوا تھا۔ مگر وہ یہ بات کسی کو بھی نہیں بتا سکتی تھیں۔

"ارے عائشہ! یہ کہاں بیٹھ گئیں آپ۔۔۔ جلدی اٹھیں یہ بھی کوئی بیٹھنے کی جگہ ہے!" زیاد شاہ حیران ہو گئے۔

"رہنے دیں زیاد! میں زمین پر ہی ٹھیک ہوں۔ اتنے اونچے مقام نہ بٹھائیں" عائشہ شاہ اداسی سے گویا ہوئی اور کھڑکی سے نظر آتے چاند کو دیکھنے لگیں۔

"کیا ہوا عائشہ؟" زیاد شاہ نے انہیں اٹھا کر دوسری چئیر پر بٹھایا۔

"کچھ نہیں زیاد بس کچھ سوچوں نے اداس کر دیا" عائشہ شاہ زیاد کو بتا نہ سکی
- انہیں دھڑکا تھا کہیں زیاد اُسے غلط نہ سمجھ لے۔ زرنش نیلم کی بھانجی
ہے اور اگر عائشہ اسکے رویے کے بارے میں بتا دے تو کہیں زیاد یہ نہ سوچ
لیں کہ نیلم کی بھانجی ہونے کی وجہ سے عائشہ اسکے بارے میں ایسا کہہ رہی
ہے۔ اور صرف زیاد ہی نہیں زرجان بھی انہیں غلط سمجھنے لگے گا۔
نہیں نہیں۔۔۔۔۔! وہ کبھی بھی کسی کو زرنش کا رویہ نہیں بتائیں گی۔

"عائشہ! ایسی سوچوں کو سوچنا بھی چھوڑ دیں اور اب اپنے بیٹے کی شادی کی
تیا ریاں کریں" اپنی طرف سے زیاد شاہ نے اُسے خوش کرنے کی کوشش
کی۔

"جی بالکل! ایسی تیاریوں میں آپ کی جیب خالی ہو جائے گی" عائشہ شاہ
بھی مسکرا دیں۔

"مطلب تمھاری شاپنگ سے میری جیب خالی ہوگی!" "زیاد شاہ نے گھورا تو وہ مسکرا دیں۔ اس عمر میں بھلا اب وہ کیا شاپنگ کرتیں انہیں تو زرجان کی زندگی میں آنے والی لڑکی کے لیے شاپنگ کرنی تھی۔ انہیں امید تھی کہ انکے اچھے رویے کی وجہ سے زرنش کا رویہ بہت جلد بدل جائے گا اور ویسے بھی یہ سب عائشے کی خود ساختہ سوچ تھی اسکے رویے پر انہوں نے کچھ زیادہ ہی دھیان دے دیا ہے۔ ہو سکتا ہے زرنش ہر کسی سے ایسے ملتی ہو... روکھے، پھیکے انداز میں.....!!!

فرحت بیگم کی گود میں سر رکھے آگینے نیند کی وادیوں میں گم تھی۔ رونے کی وجہ سے ابھی بھی سانس لینے پر ہچکی محسوس ہوتی اور اسکے چہرے پر ابھی ڈر و خوف کے تاثرات تھے۔ شایان اتنی گرمی ہوئی حرکت بھی کر سکتا ہے! فرحت بیگم کو اندازہ نہ تھا۔ آگینے کو ان لوگوں کی سچائی نہ بتا کر فرحت بیگم نے بہت بڑی غلطی کر دی تھی اور یہ اُسی غلطی کا نتیجہ تھا۔

*

*

"یا اللہ! میری بیٹی کے نصیب میں کوئی تکلیف نہ ہو اور اسکی زندگی خوشیوں بھر دیں" مغرب کی نماز پڑھ کر فرحت بیگم نم آنکھیں لیے دعا مانگنے لگیں۔

جائے نماز تہہ کر کے وہ آگینے کے سرہانے بیٹھ گئیں اور کچھ پڑ کر اس پر پھونکنے لگیں۔ تبھی باہر کے دروازے کی بیل بجی۔

"کیا حال ہیں میری ہونے والی ساسو ماں! میرا مطلب ہے پھوپھی جان"
فرحت بیگم نے جیسے ہی دروازہ کھولا شایان آرام سے کہتے ہوئے اندر داخل
ہو گیا۔

"تمیز نہیں ہے تمہیں! کبھی کسی نے سکھایا نہیں کہ بڑوں سے کس طرح بات
کرتے ہیں" فرحت بیگم غصے سے بولیں۔

"میں بعد میں تمیز بھی سیکھ لوں گا پر اس وقت میں صرف آبی کو دیکھنے آیا
ہوں۔۔۔۔۔ آگینے جان" شایان ارد گرد متلاشی نظروں سے دیکھنے لگا اور
آگینے کو بلایا۔

"خبردار جو میری بیٹی کا نام اپنی گندی زبان سے لیا" فرحت بیگم حقارت
سے بولیں "تم کس قدر گٹھیا انسان ہو کل تمہاری کی گئی حرکت سے پتہ چل
گیا ہے!" غصے کی شدت سے بولنے کی وجہ سے انکی سانس پھولنے لگی تھی۔

"ارے ساسو ماں! اس عمر میں اتنا غصہ ٹھیک نہیں ہے۔ ابھی تو آپ نے میری اور آبی کی شادی کے تقریب بھی انجوائے کرنی ہے" وہ خباثت سے گویا ہوا۔

"تم نے ایسا سوچ بھی کیسے لیا۔۔۔! میں اپنے جیتے جی کبھی اپنی بیٹی کی شادی تم جیسے گھٹیا انسان سے نہیں کرواؤ گی!" فرحت بیگم نے انگلی اٹھا کر کہا۔

"اوہ! اسکا مطلب میری شادی کے لیے آپ کا کوچ کرنا ضروری ہے" شایان کی چہرے پر شیطانی مسکراہٹ تھی۔

"اللہ نہ کرے میری ماں کو کچھ ہو۔ میری عمر بھی امی کو لگ جائے۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہ سب کہنے کی!" آبلگینے شایان کی آواز سن کر جاگ گئی اور روم سے باہر نکل آئی۔

"میری جان اس میں ہمت کی کیا بات ہے۔ بلکہ میں تو چاہتا ہو پھوپھو بھی ہماری شادی میں شرکت کریں۔ مگر یہ ہیں کہ مان ہی نہیں رہیں۔ تبھی مجھے ایسا کہنا پڑا "وہ مصنوعی شرمندہ ہوا۔"

"تم جیسے گھٹیا انسان سے شادی کرنے سے بہتر ہے میں زہر کھا کر مر جاؤ" آگینے نے شایان کو دیکھ کر حقارت سے کہا۔

"میری جان! ایسا تو نہ کہو۔ میں تمہارے بغیر کیسے رہوں گا۔ تم تو جانتی ہو میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں" وہ مخمور لہجے میں بولا اور آگینے کے قریب آکر اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینا چاہا۔

"خبردار جو میری بیٹی کو چھونے کی کوشش کی" فرحت بیگم آگینے کے آگے آئیں۔ انکی آنکھیں غصے سے لال ہو چکی تھیں "نکل جاؤ میرے گھر سے!" فرحت بیگم نے طیش کے عالم میں کہا۔

"خیر میں یہاں تم دونوں کو پریشان کرنے نہیں آیا تھا۔ میں تو بس کل سے پریشان ہو آگینے کو سنسان راستے پر چھوڑ کر مجھے بہت افسوس ہوا۔ پر اب اسے اپنے سامنے دیکھ کر میری جان میں جان آگئی ہے۔ چلتا ہو" اس وقت آگینے کو شایان کوئی گندی نظر والا شیطان لگ رہا تھا۔ جیسے دیکھ کر کراہیت محسوس ہو۔

شایان کے جاتے ہی آگینے فرحت بیگم سے لگ کر رونے لگی۔ اُسے شایان کی نظروں سے خوف محسوس ہونے لگا تھا۔ فرحت بیگم خود بھی اندر سے ٹوٹ چکی تھیں مگر وہ آگینے کے سامنے خود کو بہت مضبوط کیے ہوئے تھیں۔ تاکہ آگینے بھی خود میں حوصلہ پیدا کر سکے۔ وہ جو خوف دل میں کندلی مارے بیٹھا تھا آج فرحت بیگم پر عیاں ہو گیا۔۔۔۔!!!

*

*

"مجھے یقین نہیں آرہا کہ تھوڑی دیر پہلے زرجان کے ڈیڈ آئے تھے" زرنش خوشی سے جھوم کر بولی۔ عائشہ شاہ جیسی عورت زرنش کو بالکل نہ بھائی

تھی۔ عجیب مڈل کلاس والا لک (look) تھا اسکا۔ اور اپنی بے زاری کو عائشہ شاہ سے چھپانے کی ضرورت وہ محسوس نہیں کرتی تھی۔ خیر زرنش کو عائشہ سے نہیں زیاد شاہ سے مطلب تھا اور آج زیاد شاہ خود آئے تھے۔ اسکی تو من کی مراد پوری ہو گئی تھی۔

کل رات زرجان کے آتے ہی عائشہ شاہ نے زرجان سے فائنل بات کی تھی اور زرجان نے اپنی رضامندی ظاہر کر دی۔ آخر کب تم اپنی وجہ سے وہ سب کو پریشان کرتا! چار و ناچار اُسے ہاں کہنا پڑی اور آج زیاد اور عائشہ پہلی دفعہ صبحی کے گھر آئے تھے۔ زیاد منگنی کی ایک چھوٹی سی تقریب کرنا چاہتے تھے۔ صبحی اور نعیم خوشی سے پاگل ہو چکے تھے۔

نیلیم بھی صبحی کے بلانے پر آگئی تھی اور ساتھ میں قندیل کو بھی پکڑ کر لائی تھیں۔

"ارے میری جان یہی سچ ہے۔ یقین کرو!" نیلیم بھی اس پر نہال ہوئی۔

"ہاں یہی سچ ہے میرے بھائی کے نصیب میں تم جیسی چڑیل لکھ دی گئی ہے" قندیل بڑبڑائی۔

"کچھ کہا تم نے قندیل؟" صبحی قندیل سے زرا فاصلے پر بیٹھی تھی اور قندیل کی بڑبڑاہٹ سن لی مگر اُسے سمجھ نہ آیا قندیل نے کیا کہا ہے۔

"بیوٹی فل لیڈی (ہونہہ) میں تو کہہ رہی تھی! کتنی خوشی کی بات ہے نہ کہ میری پیاری کزن (چڑیل، پھاپھے کٹنی، ڈائن) میری بھابھی بنے گی" قندیل نے پیار سے زرنش کو دیکھ کر کہا۔

"میری بیٹی تو ہے ہی پیاری" صبحی نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

"ابھی تو مجھے ڈھیر ساری شاپنگ کرنی ہے" زرنش اپنی شاپنگ کے لیے فکر مند ہو گئی۔

"میں زرجان سے کہوں گی وہ تمہیں شاپنگ کروادے گا۔ تم دونوں کو جو پسند آئے اپنی منگنی کے لیے خرید لینا۔ تم دونوں کی جوڑی چاند سورج کی جوڑی لگنی چاہیے" نیلم نے اسکی بلائیں لے ڈالیں۔

"ہاں ہاں! عیش کرو میرے بھائی کے پیسوں پر" چڑیل عورت "یہی تو تم چاہتی ہو" قندیل نے دل ہی دل میں سنایا۔ وہ کافی بد دل ہو چکی تھی۔ اسلیے نیلم کو چلنے کا کہا۔ آخر کار تھوڑی دیر کے بعد نیلم قندیل کو لے کر گھر آئی۔ مگر راستے میں اُسے بہت کچھ سننا پڑا کیونکہ نیلم ابھی بھی صبحی اور زرنش کے ساتھ بیٹھنا چاہتی تھی۔ اپنے کان لپیٹ کر قندیل ساری باتیں آرام سے سنتی آئی۔

وہ اداس تھی۔۔۔۔!

زرجان کی زندگی میں زرنش نہیں کسی اور کو ہونا چاہیے۔

کاش ایسا ہو جائے۔۔۔۔

اپنے روم میں کھڑکی کے پاس کھڑی ہو کر وہ اپنے بھائی کی بہترین زندگی کے لیے دعا گو تھی۔

ہر طرف چھائی دبیز رات دھیرے دھیرے خود میں سب کی دعاؤں کو سمائے جا رہی تھی۔

*

*

حیدر جیسے ہی روم میں داخل ہوا کھانسنے لگا۔ پورے کمرے میں سگرٹ کا دھواں پھیلا ہوا تھا۔

"منحوس انسان! مرجائے گا" حیدر نے کمرے کے پردے والے تو صبح کی کرنیں کمرے میں داخل ہو گئیں۔ زرجان سیدھا ہو کر بیٹھا اور سگرٹ ایش ٹرے میں ڈال دی جہاں پہلے سے سگرٹ کا ڈھیر موجود تھا۔

"اس کا خوف کر میراثی یہ اتنا ڈھیر تو نے پیا ہے؟" حیدر حیران ہوا۔ جواب زرجان نے اثبات میں سر ہلایا۔

"مجھے لگتا ہے تم ابھی تک پوری طرح سے ٹھیک نہیں ہوئے ہو۔ زیادہ انکل سے کہتا ہوا ایک دفعہ پھر ساتھ ساتھ ٹریٹمنٹ کروائیں" حیدر نے تاسف سے سگریٹ کا ڈھیر اٹھایا اور ڈسٹبن میں ڈال دیا۔

"اگر تم یہاں ایسی بکو اس کرنے آئے ہو تو برائے مہربانی میں ایسی بکو اس اس وقت نہیں سن سکتا۔ جس دروازے سے آپ اندر آئے ہیں اسی دروازے سے باہر تشریف لے جائیں" وہ بہت عزت سے حیدر کی بے عزتی کر گیا۔ حیدر نے زرجان کو گھورا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔ زرجان کی ایسی حالت دیکھ کر اُسے دکھ ہوا۔

"سنا ہے شہزادے صاحب کی منگنیاں شنگنیاں طے ہو گئیں ہیں" حیدر بونگے انداز میں گویا ہوا۔

"منگنیاں نہیں صرف منگنی!" زرجان نے کھڑکی سے اندر داخل ہوتی سنہری کرنوں کو بغور دیکھا۔

"زرجان تم خوش تو ہوناں؟" حیدر نے سوالیہ نظروں سے پوچھا اسکے لہجے میں زرجان کے لیے فکر مندی کا عنصر تھا۔

"پتہ نہیں خوشی کیا ہوتی ہے مجھے کبھی خوشی محسوس ہی نہیں ہوئی۔ اگر خوشی کوئی خوبصورت احساس ہے تو میں نے وہ احساس کبھی محسوس نہیں کیا۔ اگر خوشی رنگ ہے تو وہ رنگ مجھ پر چڑھتے ہی سیاہ ہو جاتا ہے۔ امیری وجہ سے کچھ لوگوں کو خوشی مل رہی ہے تو میرے لیے بھی وہی خوشی ہے بس!" بے ربط لفظوں میں وہ حیدر کو پتہ نہیں کیا سمجھانا چاہا رہا تھا اُسے خود بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"ناشکری نہیں کرنی چاہیے زرجان! تمہارا ماضی بھلے ہی تمہارے لیے کوئی خوشی کا باعث نہ ہو مگر تمہارا حال تو بہتر ہے۔ تم اس بات پر بھی خوش نہیں ہوتے پھر تو تم سچ میں ناشکری کر رہے ہو"

وہ جانتا تھا زرجان کے ساتھ زندگی میں بہت کچھ غلط ہوا تھا مگر اسکا مطلب یہ تو نہیں ہمیشہ کے لیے انسان خود پر ترس کھاتا رہے۔ زرجان خود کو بدل ہی نہ پا رہا تھا۔ اور آج حیدر کو بھی غصہ آگیا۔ اگر وہ خوش نہیں تھا تو اپنی رضامندی دینے کی کیا ضرورت تھی!

"میں ناشکری کر رہا ہوں؟" زرجان حیرانگی سے بولا۔

"زرجان آخر تم خوش کیوں نہیں ہوتے؟ ماضی میں تمہارے ساتھ بہت برا ہوا مگر اب تو زندگی کی تمام آسائشات ہیں تمہارے پاس۔ اگر زندگی تم نے فاقوں میں گزاری ہے تو اب اپنی حالت دیکھو۔۔۔ اچھے کپڑے اچھا کھانا مل رہا ہے! اگر چند سال آزمائش کے تھے تو اگلے چند سال تم نے آسائش میں بسر کیے ہیں۔ کچھ لوگ تو ساری زندگی قید میں گزار دیتے ہیں۔ ان کو بھیک مانگنے کے لیے معذور بنا دیا جاتا ہے۔ مگر زرجان تمہیں اللہ نے اپنے حفظ و امان میں رکھا۔ آج تم یہاں ہو اس بات کا شکر ادا کرو۔ تمہارے پاس دولت، شہرت، ماں باپ سب کچھ ہے اس بات کا شکر ادا کرو۔ خود

پر ترس کھانا چھوڑ دو زرجان۔۔ زندگی کو محسوس کرنا سیکھو! "حیدر نے
آگاہی کا دروا کیے۔ حیدر کی بات سن کر اسنے لب بھینچ لیے۔
ہر کوئی سمجھا سکتا تھا۔۔۔۔۔
مگر وہ کیسے خود کو بدلتا۔ ہزار دفعہ خود کو بدلنے کی کوشش کر چکا تھا مگر ناکام
رہا۔

"چلو! مجھے پتا ہے میری باتیں تم پر کوئی اثر نہیں کر سکتی ش حیدر کھڑا ہوا اور
زرجان کو بھی اٹھنے کا اشارہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد حیدر اُسے کمرے کے گھٹن
زدہ ماحول سے نکال کر باہر لے آیا۔ زرجان کافی حد تک خود کو نارمل کر چکا
تھا۔ حیدر کو امید تھی کچھ وقت بعد وہ بالکل نارمل زندگی گزارے گا۔

* *

شام آج کچھ زیادہ ہی گہری تھی۔ جیسے وہ اپنی لپیٹ میں آج بہت کچھ لے
جائے گی۔۔۔ بہت کچھ!

اداس اور

غمزدہ شام

"بی بی جی! باہر کوئی عورت آئی ہے" عائشہ شاہ کی صبح سے طبعیت خراب تھی۔ ابھی ابھی بانو (میڈ) نے روم میں آکر اطلاع دی تھی۔

"اسنے اپنا نام کیا بتایا ہے؟" جب بھی کوئی ملنے آتا عائشہ کی تاکید کے مطابق بانو آنے والے سے نام ضرور پوچھ لیتی تھی۔ عائشہ شاہ اپنا دوپٹہ درست کرتے ہوئے روم سے باہر نکلی اور بانو سے نام پوچھا۔

"بی بی جی! اسنے اپنا نام فرحت بتایا ہے!" بانو نے کہا اور عائشہ شاہ کو لاونج میں چھوڑ کر وہ فرحت کو باہر سے بلانے چلی گئی۔

"فرحت" عائشہ نے زیر لب نام دیرایا۔ اتنے سالوں بعد آج پہلی دفعہ فرحت خود چل کر شاہ ولا آئی تھی۔

"السلام علیکم! عائشہ بی بی" فرحت بیگم نے لاونج میں داخل ہو کر عائشہ شاہ کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام! بیٹھو فرحت" عائشہ شاہ نے کھڑے ہو کر فرحت کو سلام کیا اور بیٹھنے کا کہا۔

"کافی دیر بعد بھی فرحت نے کوئی بات نہیں کی۔ انہیں الفاظ نہیں مل رہے تھے کہ کیسے وہ اپنا مدعا بیان کریں۔

"فرحت کوئی پریشانی ہے یا پھر پیسوں کی ضرورت ہے؟" عائشہ شاہ نے غور سے فرحت کو دیکھا۔ وہ عمر میں عائشہ شاہ سے بہت چھوٹی تھی مگر اس وقت سفید بال، جھریوں زدہ چہرے سے وہ عائشہ شاہ سے بھی بڑی اور بوڑھی لگ رہی تھی۔

"عائشہ بی بی! اگر پیسوں سے سہارا مل جاتا تو میں ضرور آپ سے پیسے مانگ لیتی مگر۔۔۔۔۔ ان پیسوں نے ہی تو مشکل میں ڈال دیا" نم آنکھیں لیے فرحت بے بسی سے بولیں۔

"سب ٹھیک تو ہے نہ فرحت؟" عائشہ شاہ کو انہونی کا احساس ہوا۔

"کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے عائشہ بی بی! زیاد بھائی کہاں ہیں؟"

"وہ تو کام کے سلسلے میں دوسرے شہر گئے ہوئے ہیں" عائشہ شاہ نے جواب دیا اور اٹھ کر فرحت کے جھریوں زدہ ہاتھ تھام لیے "فرحت! جو پریشانی ہے مجھے بتاؤ"

فرحت بیگم نے شروع سے لے کر آخر تک سب کچھ بتا دیا۔ اگر بات صرف پیسوں کی ہوتی تو فرحت اپنی ساری جائیداد انکو دے دیتی مگر شایان آگینے کو بھی حاصل کرنا چاہتا تھا اور فرحت بیگم اپنی بیٹی کی حفاظت کرنا

چاہتی تھی۔ انہیں کسی مضبوط سہارے کی ضرورت تھی جو آگینے کو دنیا کے سرد گرم رویوں سے بچا کر رکھے۔

عائشہ شاہ کو حیرانی ہوئی دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنوں کو کمزور پا کر انکا سب کچھ لوٹ لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنوں کو بھی بھوک کی نگاہ سے دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ عائشہ شاہ کو یہ سب سوچ کر ہی ان لوگوں نفرت محسوس ہوئی۔

"عائشہ بی بی! میں جانتی ہوں میں اپنی اوقات سے بڑھ کر مانگ رہی ہوں مگر کسی غریب کو جب مدد کی ضرورت ہوتی ہو تو وہ اپنی اوقات نہیں بلکہ سامنے والے کا ظرف دیکھتا ہے کہ اس شخص کا ظرف بھی اسکی طرح امیر ہے یا نہیں" فرحت بیگم کی آواز میں ٹوٹے کانچ کی کرچیاں تڑخ رہی تھیں۔

"کیا مطلب ہے فرحت؟" عائشہ کو کچھ سمجھ نہ آیا۔

"میں چاہتی ہوں کہ میری بیٹی کو ایک مضبوط سہارا مل جائے اور یہ مضبوط سہارا زرجان کا ہو!" فرحت تو اپنی بیٹی کے لیے سب کچھ کر جانا چاہتی تھی کہ جس سے آگینے کی زندگی سہل ہو جائے۔

فرحت کی بات سن کر عائشے کا چہرہ فق ہو گیا۔ مگر دوسری طرف بیٹھی عورت اپنی آنکھوں میں بہت امید اور آس لیے بیٹھی تھی۔ اگر عائشے نے بتا دیا کہ وہ کل رات ہی زرجان کی منگنی طے کر آئی ہیں تو اسکی آنکھوں میں آس اور امید کے جگنو بجھ جائیں گے اور شاید پھر یہ بوڑھی آنکھیں کچھ دیکھنے کے قابل نہ رہیں۔ کیا وہ سچ میں ان آنکھوں سے اپنے لفظوں کے ذریعے بنائی چھین لیتی۔۔؟

کافی دیر تک دونوں کے درمیان خاموشی رہی۔ فرحت کو جانا تھا آگینے کو وہ اکیلا چھوڑ کر آئی تھیں اور شایان کا کوئی بھروسہ نہ تھا وہ اگر دوبارہ آگیا تو!

"ف۔ فرحت میں کیا تسلی دوں" عائشہ شاہ کو کچھ سمجھ نہ آیا۔ نہ زیادہاں تھا اور نہ زرجان۔ جب کہ اس وقت ان دونوں کا ہونا بہت ضروری تھا۔

"میں جانتی ہوں عائشہ بی بی! جب تک زیادہ اور زرجان میرا مدعا نہیں سنیں گے تب تک کچھ نہیں ہو سکتا" فرحت یہ کہہ کر کھڑی ہو گئی۔

"ک۔ کہاں فرحت! بیٹھو۔۔۔ زیادہ تو دوسرے شہر ہیں مگر زرجان یہی ہے وہ تمہاری مدد ضرور کرے گا" عائشہ شاہ نے اُسے روکا اور زرجان کو کال ملانے لگی مگر اسکا نمبر آف تھا۔

"میں انتظار نہیں کر سکتی آگینے اکیلی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ شایان نہ آجائے" فرحت بیگم جلدی جلدی کہا۔

"ٹھیک ہے فرحت میں تمہیں خود چھوڑ کر آتی ہوں" عائشہ شاہ کھڑی ہوئی مگر نقاہت کی وجہ سے چکرا کر رہ گئی۔

"عائشے بی بی! آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ آپ آرام کریں۔ میں چلی جاؤ گی" فرحت نے عائشے کو پکڑ کر صوفے پر بٹھایا۔

"معاف کرنا فرحت میں تمھاری کوئی بھی مدد نہیں کر سکی عائشے شرمندہ ہوئی۔"

"کوئی بات نہیں بی بی جی! خدا کو جو منظور ہوگا وہی انسان کے لیے بہتر ہوتا ہے۔" فرحت نے پر امید ہو کر کہا۔ انہیں امید تھی وہ نامراد نہیں لوٹیں گی۔ زیاد شاہ ضرور اسکی مدد کرے گا۔ عائشے شاہ نے بانو اور ڈرائیور کے ساتھ فرحت کو گھر بھیج دیا۔

* *

دور حدِ نظر سے آگے کہیں
زندگی اب بھی مسکراتی ہے

اداس شام رات کی گہری سیاہی کو خود پر مل رہی تھی۔ کبھی شام بھی ماتم
کناں ہوئی ہے؟
مگر آج تھی۔۔۔

شاید وہ اپنے ختم ہونے پر ماتم کناں تھی
یا پھر دوسروں کے غم پر!
بھلا شاموں کو کسی کا روگ کیوں لگے گا؟
آگینے کب سے بیچ پر بیٹھی یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ فرحت بیگم پتہ نہیں کہاں
گئی تھیں۔ رات ہونے والی تھی مگر وہ اب تک نہیں لوٹی تھیں۔ کمرے
کے گھٹن زدہ ماحول سے نکل کر وہ قریب بنی پارک میں آگئی۔ رات کی
سیاہی پورے آسان پر چھا چکی تھی۔ وہ اپنے اپارٹمنٹ جانے کے لیے اٹھ
گئے۔ پارک تقریباً خالی ہو چکا تھا۔

اُسے اپنے قدموں کی آہٹ کے ساتھ کسی اور قدموں کی آہٹ بھی سنائی
دی۔ اسنے پیچھے مڑ کر دیکھا تو کوئی نہ تھا۔ فرحت بیگم نے اسے باہر نکلنے سے
منع کیا تھا مگر وہ باہر آگئی۔ اور اب اُسے خوف محسوس ہونے لگا۔ وہ تیز تیز

قدم اٹھاتی پارک سے باہر نکل آئی۔ سڑک کافی سنان تھی۔ دس منٹ کی مسافت کے بعد اسکا فلیٹ تھا۔ وہ جلد اپنے اپارٹمنٹ میں پہنچ جانا چاہتی تھی۔ اور تبھی شایان نے اسکی کلائی پکڑ لی۔ اسے پہلے کہ وہ چلاتی شایان نے اسکی ناک پر رومال رکھ دیا۔ کچھ سوچنے سمجھنے سے پہلے ہی وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو چکی تھی۔

*

*

دھیرے دھیرے اُسے ہوش آنے لگا تھا۔ اسکے ذہن کی منتشر طنائیں یکجاں ہو کر سوچنے سمجھنے لگیں تھیں۔ ایک جھٹکے سے آنکھیں کھول کر آگینے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اُسے سب کچھ یاد آگیا تھا۔

پارک سے وہ گھر جا رہی تھی جب شایان نے اسکے ناک پر رومال رکھا اور اس رومال سے اٹھتی سمیل کی وجہ سے اسکے ذہن نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ اسکے بعد کیا ہوا آگینے کو کچھ نہیں معلوم۔۔۔۔۔

آگینے نے ارد گرد طائرانہ نگاہوں سے دیکھنا شروع کیا۔ وہ ایک "تہ خانہ" تھا جس میں وہ قید تھی۔ وہ بیڈ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اٹھنے کی وجہ سے بیڈ میں ہلکی سی چرچراہٹ کی آواز پیدا ہو گئی۔ گویا وہ بیڈ بھی بہت بوسیدہ

تھا۔ چھت پر لٹکتے جالے ظاہر کر رہے تھے کہ تہہ خانے کی کئی سالوں سے صفائی نہیں ہوئی اسکے برعکس فرش پر شاید کسی نے جھاڑو دی تھی۔ بلب کی روشنی میں سب کچھ صاف نہ صحیح مگر دیکھ ضرور رہا تھا۔ تہہ خانہ شاید آدھا زین کے اندر اور آدھا زین کے اوپر تھا کیونکہ تہہ خانے میں صرف ایک چھوٹے سائز کا گھول ہول تھا جس سے چاند کی روشنی بیسمنٹ میں آرہی تھی۔ پتہ نہیں کیا وقت ہوا تھا۔

فرحت بیگم کا تو پریشانی سے برا حال ہو چکا ہوگا۔ یہ سوچ ذہن میں آتے ہیں وہ سیڑھیاں چڑھ گئی اور زور زور سے دروازہ پیٹنے لگی۔

"شایان دروازہ کھولو!" وہ چلائی مگر دوسری طرف مکمل سکوت تھا۔

"شایان بھائی! خدا کے لیے دروازہ کھول دیں۔ امی میرے لیے بہت فکر مند ہونگی" بہت دیر بعد دروازہ پیٹنے اور چلا چلا کر بولنے پر کوئی نہیں آیا تو وہ رو رو کر التجا کرنے لگی۔ اسکے ہاتھ شل ہو چکے تھے۔

"شایان بھائی!" وہ ایک دفعہ پوری قوت لگا کر چلائی اور پھر تھوڑی دیر بعد اُسے کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی۔

"اوبی بی! آرام سے بیٹھو اب اگر تمہاری آواز آئی نہ تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا" دروازے میں بھی گھول گھول تھا جسے کھول کر مہرین نے تنفر سے کہا۔

"مامی! مجھے یہاں سے جانیں دیں۔ آپ کو جو کچھ بھی چاہیے میں دے دوں گی۔ صرف ایک دفعہ مجھے میری ماں کے پاس پہنچا دیں" اسنے رو کر التجا کی۔

"فکر نہ کرتیری آسانی کے لیے تیری ماں کو بھی یہاں لے آئیں گے۔ پھر مل بیٹھ کر دونوں ماں بیٹی اپنے دکھ درد بانٹ لینا۔ بس اب تیری آواز نہیں آئی چاہیے ورنہ۔۔۔۔۔۔۔۔" مہری سختی سے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

بے بسی کا احساس لیے کتنے ہی آنسوؤں آگینے کی آنکھوں سے بہنے لگے۔
گڑگڑانا بھی ان لوگوں کے سامنے کام کرتا ہے جن کے دل پگھل جائیں جن
کے دلوں میں رحم کی جوت جلنے لگے مگر نہ تو ان سب کا دل بگھلے گا اور نہ ہی
ان کے دلوں میں رحم پیدا ہوگا۔ آگینے کا ان سب کے سامنے رونا، التجا
کرنا، گڑگڑانا کسی کام کا نہیں۔۔۔۔۔!!

_____ * _____ *

آج وہ پھر سے کلب آیا ہوا تھا۔ کچھ لوگ دن رات شہرت کے پیچھے بھاگتے
ہیں مگر۔۔۔۔۔

زرجان کے پیچھے شہرت بھاگ رہی تھی اور اب وہ اتنا مشہور ہو چکا تھا کہ
اُسے "اس" شہرت سے وحشت ہونے لگی تھی۔

پتہ نہیں وہ زندگی میں کیا چاہتا تھا؟ اُسے خود بھی سمجھ نہیں آتا تھا۔ نہ اُسے
پیسوں میں دلچسپی تھی اور نہ ہی شہرت میں مگر یہ دونوں چیزیں سائے کی
طرح اسکے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں۔

زرجان کے لیے تو کوئی بھی ایسی حیثیت نہ رکھتا تھا
پھر-----پھر!

اتنی وحشت اور بے چینی کیوں؟
کس کے لیے؟

شاید اس لیے کہ وہ زرنش کو ابھی تک صرف کزن ہی سمجھتا تھا اور کچھ کبھی سمجھ ہی نہ سکا مگر سب کے کہنے پر ہامی بھرنا پڑی۔ شاید اس لیے وہ وحشت

اور بے چینی کا شکار ہو۔ وہ دل ہی دل میں خود کو تسلی دینے لگا مگر وحشت
تھی کہ بڑھتی جا رہی تھی۔۔۔۔۔

* *

فرحت بیگم گھر میں داخل ہوئیں تو آگینے گھر میں نہیں تھی۔ انکے جسم میں
خوف کی لہریں دوڑنے لگیں۔ تبھی آگینے کے روم میں فرصت سے بیٹھے
شایان کو دیکھ کر آگ بگولہ ہو گئیں۔
"شایان میری بیٹی کہاں ہے؟" فرحت بیگم نے شایان کا، کارلر پکڑ کر
مشتعل لہجے میں پوچھا۔

"آرام سے ساسو ماں اپنے ہونے والے داماد کے ساتھ ایسا سلوک کرنا
اچھی بات نہیں" شایان نے اپنا کارلر چھڑوایا۔

"آگینے کہاں ہے؟" فرحت بیگم کا خون اُبل رہا تھا۔

"ارے پھوپھو آبی بلکل ٹھیک ہے۔ آپ چاہیں تو اس سے مل سکتی ہیں
بس پہلے میرا چھوٹا سا کام کریں اس اپارٹمنٹ کے کاغذات اور اپنی چیک
بک لے آئیں" شایان بہت لحاظ سے بولا۔ فرحت بیگم نے نفرت سے
اُسے دیکھا۔ وہ دوسرے کمرے میں گئیں تو شایان اسکے پیچھے آگیا۔

کہیں آپ کسی کو یا پولیس وغیرہ کو اپنی مدد کے لیے نہ بلا لیں بس اس لیے
آپ کو اکیلا چھوڑنا مناسب نہ سمجھا۔ ایک کام کریں اپنا موبائل مجھے دے
دیں" وہ خباثت سے مسکراتے ہوئے وضاحت دینے لگا اور موبائل مانگا۔
فلیٹ میں آنے سے پہلے وہ ٹیلی فون کی وائر کاٹ چکا تھا۔ آگینے کا موبائل
بھی شایان نے اپنے پاس رکھ لیا اور فرحت بیگم کا بھی اُس سے لے لیا۔

"جن لوگوں کی حفاظت خود اسہ پاک کرتا ہے۔ انہیں لوگوں سے مدد مانگنے کی
ضرورت محسوس نہیں ہوتی" فرحت بیگم کے چہرے پر عجیب سا سکون
چھلک رہا تھا۔

"اتنا پر امید ہونا کہی آپ کو نقصان میں نہ ڈال دے" شایان نے انکے
بوڑھے چہرے پر چھائے سکون کو بغور دیکھا۔

"ساری زندگی اسی امید پر گزاری ہے کبھی نقصان نہیں ہوا۔ پھر بھلا آج
کیوں نقصان ہوگا مجھے اپنے رب پر اتنا یقین ہے کہ اگر پوری دنیا بھی سمندر
میں ڈوبنے لگے تو مجھے پانی چھو کر بھی نہیں گزرے گا" فرحت بیگم کے
آنکھوں میں یقین کے جگنوؤں جگمگانے لگے تھے۔ فرحت بیگم نے الماری
سے کاغذات نکال کر شایان کو دیئے۔ شایان اُسے شہر سے باہر ایک کچی
آبادی والے علاقے میں لے آیا۔ یہاں بہت کم لوگ آباد تھے۔ بہت
مسافت کے بعد ایک گھر کے بعد دوسرا گھر بنا ہوا تھا۔ وہ گھر کے اندر آئیں
تو مہرین اور عباس سامنے چارپائی پر بیٹھے تھے۔ فرحت بیگم نے نفرت سے
انہیں دیکھا۔

* *

وہ ابھی تک سیرھیوں میں بیٹھی تھی۔ تب اُسے باہر سے فرحت بیگم کی غم و غصے میں ڈوبی آواز سنائی دی۔ وہ لوگ کافی دور تھے اسلیے اُسے کچھ بھی واضح سنائی نہ دے رہا تھا۔

"لے مل جا کے اپنی بیٹی سے اگر پہلے مان جاتے تو اتنا کچھ نہ کرنا پڑتا"

مہرین کے آواز اُسے قریب آتے ہوئے سنائی دی۔ بیسمنٹ کا دروازہ کھلا اور فرحت بیگم اندر آگئیں۔ مہرین نے جلدی دروازہ بند کر دیا۔

"امی" وہ فرحت بیگم کے گلے لگ کر بے تحاشہ رونے لگی تھی۔ فرحت بیگم اُسکے سر پر پیار کرتی اور دلاسا دیتی جا رہی تھیں۔

"آگینے! اللہ پاک سب دیکھ رہا ہے۔ مکافات عمل ان سے بھی لیا جائے گا۔ چپ کر جاؤ میری بچی" فرحت بیگم اُسے سیرھیوں سے نیچے لے آئیں اور بوسیدہ سے بیڈ پر بیٹھا دیا۔ ادھر ادھر دیکھنے کے بعد انکی بوڑھی آنکھوں

کو بہت مشکل سے ایک مٹکا نظر آیا۔ وہ اسکے قریب گئیں اور اس سے پانی بھر کر آگینے کے پینے کے لیے لے آئیں۔

ہچکیوں سے روتی آگینے نے جب پانی پیا تو پانی کا گلے سے اترنا مشکل ہو گیا۔ کڑوا پانی جسے سالوں سے اس مشکیزے میں قید ہو اور آج سالوں بعد اسے کسی نے لبوں سے لگایا ہو۔ آگینے نے با مشکل وہ پانی پیا اور فرحت بیگم کی گود میں سر رکھ دیا۔ فرحت بیگم اسکے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں۔ دو موتی بوڑھی آنکھوں سے ٹوٹ کر آگینے کے بالوں میں جذب ہو گئے۔

فرحت بیگم آگینے کا سر بیڈ پر رکھ کر اٹھی اور مٹکے سے پانی پینے کے لیے وہ مٹکے کے قریب جانے لگیں تبھی وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر گئیں۔

"امی" آگینے جو غنودگی میں تھی، بھاگ کر فرحت بیگم کے پاس گئی۔

"م۔ میں ٹھیک ہو آبی! پتہ نہیں کیسے لڑکھڑا گئی" اپنے سینے کے مسلتے ہوئے وہ آگینے کے سہارے با مشکل اٹھ بیٹھیں۔

"میں ٹھیک ہوں آبی! " فرحت بیگم نے آگینے کو تسلی دی۔ اس وقت وہ آگینے کو بتا کر اور زیادہ پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ کیونکہ گرنے کی وجہ سے انہیں صرف اور صرف دل میں تکلیف ہو رہی تھی۔

بہت زیادہ

اور ناقابل برداشت بھی۔۔۔۔۔!

_____ * _____ *

وحشت اور بے چینی جب حد سے بڑھ گئی تو زرجان گھبرا کر کلب سے باہر نکل آیا اُسے لگ رہا تھا جیسے اسکی سانس بند ہو رہی ہو۔ وہ کھلے آسمان تلے کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر بعد وہ کافی حد تک نارمل ہو گیا۔ اسنے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔ رات آج بہت گہری تھی۔

گہری-----دیزرات!

جیسے وہ آج خود میں بہت سے راز چھپا دینا چاہتی تھی۔۔۔۔۔
زرجان کو ایسی گہری راتوں سے خوف محسوس ہوتا تھا۔ ہوائیں آج سرسرا
کر اداس سرگوشیاں کر رہی تھیں اور ہوائیں ملی تخمِ ریاں کی کڑوی کسبلی
خوشبو کے ساتھ کافور کی خوشبو رچی بسی تھی۔

_____*_____*____،

"آگینے" فرحت بیگم کو آگینے نے آرام سے بیڈ پر بٹھایا اور خود تہہ خانے کی
سیڑھیاں چڑھنے لگی تاکہ شایان یا مہرین سے کوئی پین کلر ہی لے سکے۔

"جی امی!" دوسرے اسٹیپ پر کھڑے ہو کر اس نے سوالیہ نظروں سے
جواب دیا۔

"مدد انسانوں سے مانگی جاتی ہے اور جن لوگوں سے تم مدد لینا چاہتی وہ
انسان نہیں جانور بن چکے ہیں وہ جانور جس میں صرف اتنی سی عقل ہے کہ
اُسے اپنا پیٹ بھرنا ہے اب وہ اپنا پیٹ بھرنے کے لیے صحیح اور غلط

نہیں سوچے گا بس اُسے اپنا پیٹ بھرنا ہوگا چاہے وہ طریقہ حلال ہو یا حرام! "آگینے نے فرحت بیگم کی بات سن کر بے بسی سے انہیں دیکھا۔

"یہاں آؤ!" فرحت بیگم نے اُسے اپنے پاس بلایا۔ وہ سر جھکا کر فرحت بیگم کے قریب بیڈ پر بیٹھ گئی۔ خاموش تہہ خانے میں بیڈ کی چرچراہٹ ایک ڈراونی آواز کی مانند محسوس ہوتی تھی۔

"مجھے اللہ پر پورا بھروسہ ہے وہ ہمیں یوں تکلیف میں نہیں چھوڑے گا" آگینے کے ہاتھوں کو پکڑ کر فرحت بیگم نے نرمی سے دبایا۔ آگینے نے انکے چہرے کو دیکھا جہاں صرف ایک چیز واضح تھی۔

سکون۔۔۔۔۔

ان حالات میں بھی وہ اگر مکمل سکون میں تھیں تو یہ اللہ سے کی گئی امیدوں کا نتیجہ تھا۔ فرحت بیگم کو مکمل یقین تھا۔ ان حالات سے نکلنے کے لیے اللہ نے کوئی نہ کوئی راستہ ضرور بنایا ہوگا۔

"مجھے نماز پڑھنی ہے آبی! پتہ نہیں رات کا کون سا پہر ہے۔ اگر دن نکل آیا تو میری عشاء قضاء ہو جائے گی اور پھر معلوم نہیں مجھے اپنی قضا کو ادا کرنے کا موقعہ بھی ملے گا یا نہیں" فرحت بیگم آج کچھ عجیب لگ رہی تھیں۔

"امی! ایسا کیوں کہہ رہی ہیں۔ اللہ کرے میری عمر بھی آپ کو لگ جائے" آگینے نے روتے ہوئے چہرہ فرحت بیگم کی گود میں چھپا دیا۔

"آبی! خود کو سنبھالو اور اللہ پر کامل یقین رکھو۔ وعدہ کرو کبھی نہیں ڈگمگاؤ گی۔ اگر تم پر آزمائش بھی آجائے تو اُف تک نہیں کرو گی کیونکہ اللہ عزوجل اپنے نیک بندوں کو ہی بار بار آزمائش میں ڈالتا ہے تاکہ وہ سیدھے راستوں پر ڈگمگائے بغیر چلیں اور کامیاب ہو جائیں۔ ہمارے نبیوں کی زندگیاں ان آزمائشوں سے بھری پڑی ہیں۔ پھر ہم تو گنگہار انسان ہیں اگر اللہ نے تھوڑی سی آزمائش دی بھی دی تو اس میں خدا سے شکوہ کرنے لگتے ہیں۔ آبی! میں نہیں چاہتی تمہارے لبوں سے کوئی شکوے کا لفظ ادا ہوں ان لبوں سے صرف اور صرف اللہ کے ذکر کی آواز بلند ہونی چاہیے" فرحت

بیگم کے چہرے پر ہلکی ہلکی چاند کی روشنی پڑ رہی تھی مگر آگینے کو فرحت بیگم کا چہرہ جلمگاتا ہوا لگ رہا تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے فرحت بیگم کے چہرے کا نور چاند بھی اپنی کرنوں کے ذریعے چھو رہا ہو۔

آگینے نے اثبات میں سر ہلایا۔ لیکن دل ابھی بھی اپنا آشیانہ چھن جانے پر رو رہا تھا پتہ نہیں کل یہ لوگ کیا کریں۔ وہ لوگ سب سے پہلے وہ فلیٹ اپنے نام کرائیں گے جس کی مالیت اب لاکھوں سے بھی اوپر پہنچ چکی ہے۔

وہ فرحت بیگم کو اٹھا کر وضو کرانے کی غرض سے تہہ خانے میں بنے واش روم لے گئی۔

* * *

زرجان پہلے نیلم کے گھر آیا مگر یہاں آکر معلوم ہوا کہ وہ آج وقاص درانی اور قندیل کے ساتھ وقاص کے کسی دوست کی بیٹی کی شادی پر گئے ہیں۔ اس وقت اُسے اتنی وحشت اور بے چینی نے گھیرا ہوا تھا کہ وہ اپنی ماں کی گود

میں سر رکھ کر سکون حاصل کرنا چاہتا تھا۔ مگر بچپن سے لے کر آج تک اُسے کبھی سکون حاصل نہ ہوا۔ وہ پلٹ کر گھر آگیا۔

"شاہ والا" میں اس وقت خاموشی کا راج تھا۔ وہ لاونج عبور کر کے اپنے کمرے میں آیا۔ لیدر کی جیکٹ اتار کر اسنے صوفے پر پھنکی اور خود بیڈ پر آڑا ترچھا ڈھے گیا۔ کچھ دیر کروٹیں بدلنے کے بعد بھی نیند نہ آئی اور سر الگ درد سے دُکھنے لگا۔ پین کلر ختم تھی۔ مجبوراً اُسے اٹھ کر اسٹڈی روم میں جانا پڑا کیونکہ عائشہ شاہ ایک جگہ پر ہی ضرورت کی ادویات رکھتی تھیں۔

اسٹڈی روم کا دروازہ کھلا تھا وہ بغیر آہٹ کیے اندر داخل ہوا۔ سامنے دوپٹے کے ہالے میں چمکتا عائشہ شاہ کا چہرہ نظر آیا۔ جو سکون سے قرآن پاک پڑھ رہی تھیں۔

رات کے اس پہر کچھ لوگ نیند میں سکون حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں تو کچھ الہ کی عبادت میں جاگ کر سکون حاصل کر رہے ہوتے ہیں اور زربان نے اکثر عائشہ شاہ کو راتوں کو جاگتے پایا تھا انکا چہرہ نور سے

جگمگا رہا تھا۔ زرجان یہاں کیا کرنے آیا تھا اُسے یاد نہ رہا وہ یک ٹک عائشہ
شاہ کو دیکھنے لگا۔

کتنا سکون تھا عائشہ شاہ کے چہرے پر!
ایسے ہی سکون کی تلاش زرجان شاہ کو تھی۔۔۔۔
وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا عائشہ شاہ کے قریب تخت پر بیٹھ گیا۔
عائشہ شاہ نے قرآن پاک پڑھ لیا تو قرآن کو لبوں سے لگا کر عقیدت سے
ریک میں سب سے اوپر والے خانے میں رکھ دیا اور واپس تخت پر بیٹھ
گئیں۔

انکا ارادہ تھا کہ وہ فرحت بیگم کے آنے کی وجہ زرجان سے شئیر کرے گی مگر
اس وقت زرجان بہت الجھا الجھا اور کافی حد تک ڈسٹرب لگ رہا تھا۔
انہوں نے اپنا اردہ ملتوی کر دیا ویسے بھی زرجان کا کوئی بھروسہ نہیں وہ یہ
کام کرے گا بھی یا نہیں کیونکہ وہ زرنش کے لیے بھی اتنی مشکل کے بعد
راضی ہوا ہے پھر فرحت کی بیٹی کے لیے وہ راضی ہو یہ بہت مشکل

تھا۔ وہ زیاد شاہ کو ہی بتائے گی۔ زیاد شاہ اس مسئلے کا حل بہتر نکال سکتے ہیں!

"جب دلوں میں سکون نہ ہو تو اپنے رب کو یاد کر لینا چاہیے۔۔۔۔۔ بہت سکون حاصل ہوتا ہے" عائشہ شاہ نے زرجان کو بغور دیکھا اور تسبیح اٹھاتے ہوئے بولیں۔ گویا وہ جان چکی تھی زرجان کے الجھاؤ کا سبب سکون نہ ہونا ہے!

زرجان جو اپنی حالت نہ سمجھ پا رہا تھا۔ عائشہ شاہ کے ایک جملے نے سمجھایا دیا۔ اسکے دل میں سکون نہیں تھا تبھی تو اسکے چاروں طرف وحشت نے گھیر اتنگ کیا ہوا تھا۔ اسکے پاس سکون نہ تھا اور اس بے سکونی میں بھی اُسے اپنے رب کو یاد کرنا۔ یاد نہ رہا تھا۔
کتنا بد نصیب تھا وہ
شرمندگی کے احساس سے اسنے سر جھکا دیا۔
کیا تھا وہ۔۔۔۔۔؟

ایک خطا کار، گنگار کا پتلا، نافرمان بھی، اسنے کئی دفعہ اپنے والدین کا دل بھی
دکھایا، ہمیشہ خود پر خود ترسی کی چادر اوڑھ کر مظلوم سمجھتا رہا، احسان
فراموش۔۔

اور حیدر نے صحیح کا وہ ناشکری کرنے والوں میں سے تھا،
کیسی کوڑھ زدہ سوچ تھی اسکی کیا اسنے اپنے ارد گرد بہت سے لوگوں کو نہ
دیکھا تھا جو آزمائش کے بعد بھی اُف تک نہ کرتے تھے مگر زرجان۔۔۔!
زرجان شاہ ان لوگوں میں سے تھا جو ہر پل ہر لمحہ خود پر کیے گئے ظلم کی تفسیر
بنے رہتے اور لوگوں کی ہمدردیاں سمیٹتے۔۔۔۔۔
پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پھر کیوں کر اُسے سکون حاصل ہو۔۔۔
اسکے اعمال میں ایسا کیا ہے جسکی بنیاد پر اُسے سکون سے نوازہ
جائے۔۔۔۔۔

ایسا کچھ بھی تو نہ تھا۔۔!
احساسِ ندامت نے اُسے کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل بھی نہ چھوڑا۔ اتنا
گنگار تھا زرجان شاہ۔۔۔

"امی! میرے سر میں درد ہے" بے ساختہ ہی اسنے سر عائشے شاہ کے گود میں رکھ دیا اور آنکھیں موند لیں۔

"پین کلر لی تم نے؟" عائشے شاہ فکر مند ہو گئیں اور اسکے گھنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں۔ زرجان نے آنکھیں موندے نفی میں سر ہلایا۔

ماں کے لمس میں ولیوں جیسی تاثیر ہوتی ہے تبھی تو انسان ماں کی گود میں سر رکھتے ہی ہر تکلیف سے بے گانہ ہو جاتا ہے۔ تو پھر اللہ تو ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے پھر بھلا وہ کیوں نہ اپنے گنہگار بندے کو معاف کرے گا۔ بس ایک توبہ کی دیر ہے پھر سکون ہی سکون۔۔۔۔۔

"کیا زرجان کو بھی یہ سکون مل سکتا ہے؟" آنکھیں موندے اسنے خود سے سوال کیا۔

بس اُسے اپنے اللہ کی طرف رجوع کے لیے قدم بڑھانے ہیں اور توبہ کرنی ہے مگر اتنا خیال رکھنا ہے کہ وہ کبھی نہیں ڈگمگائے گا۔

زرجان نے خود سے عہد کیا۔ دھیرے دھیرے وہ نیند کی وادیوں میں گم ہو گیا۔

* * *

آگینے اور فرحت بیگم عشاء کی نماز پڑھ کر فرش پر ہی بیٹھ گئیں۔ کالی سیاہ رات میں آج چاند بھی بہت جگمگا رہا تھا۔ آگینے کو لگ رہا تھا۔ یہ رات اسکی زندگی کی سب سے طویل رات ہے۔ جو سرک سرک کر بہت آہستہ روی سے گزر رہی تھی۔

وہ ہول سے اندر آتی چاند کی روشنی کو ایک ہی زاویے میں دیکھے جا رہی تھی۔

"آگینے! فرحت بیگم نے مجسمہ بنی آگینے کو پکارا۔

"ہوں" وہ ہنوز اُسی زاویے میں بیٹھی تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟"

"ہمارا گھر ہماری جائیداد سب کچھ یہ لوگ چھین لیں گے تو ہم کہاں جائیں گے" وہ اب بھی بت بنی بیٹھی تھی۔

"تو اللہ کی مغفرت اور رحمت اس سے بہتر ہے جو تم دنیا میں جمع کرتے ہو"

﴿ سورة العمران - ۱۵۷ ﴾

فرحت بیگم نے صرف ایک آیت پڑھی۔ آگینے نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔ وہ دنیاوی چیزوں کا روگ لگائے بیٹھی تھی۔ گویا اسکے دل میں آج دنیا کی لگن اسکی چاہ پیدا ہو گئی اور دنیا سے لگاؤ سرا سر گھائے کا سودا ہے۔ اگر وہ پیسہ وہ جائیداد ابھی بھی اسکے پاس ہوتا تو وہ ضرور دنیا کی رنگینوں میں آہستہ آہستہ کھو جاتی۔

"جن لوگوں کے دلوں میں دنیا کی طلب جاگنے لگتی ہے تو خدا انہیں پھر سے آزما رہا ہے تاکہ وہ دنیاوی طلب بھول کر پھر سے اللہ کی طرف راغب ہو جائیں" فرحت بیگم نے بظاہر اُسے کچھ نہیں کہا مگر وہ کچھ نہ کہہ کر بھی وہ بہت کچھ کہے گئی تھیں۔

آگینے کو ندامت کا احساس ہوا۔ آگینے زیر احمد کو دنیا کی طلب ہونے لگی تھی اپنی ماں کے، اتنی دفعہ سمجھانے کے بعد بھی اکثر وہ کہیں ڈگمگا جاتی تھی۔ مگر فرحت بیگم کی وجہ سے اس کے ڈگمگائے قدم خود بخود سنبھل جاتے تھے۔

"ہماری زندگی پہلے بھی اللہ کے فضل و کرم سے بہتر گزری ہے اب اگر یہ جائیداد و پیسہ ہم سے چھین لیا گیا تو اس میں بھی ہماری بہتری ہوگی۔ ہو سکتا آگے کی زندگی پہلے کی زندگی سے بھی بہترین گزرے" فرحت بیگم نے اس کا بغور جائزہ لیا جو احساسِ ندامت سے سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"آبی! میں نے ایک دفعہ پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی کہہ رہی ہوں۔
تمہارے لبوں سے شکوہ نہیں بلکہ اللہ کے ذکر کی صدائیں بلند ہوں گی"
فرحت بیگم نے اپنی بات پر زور دے کر کہا۔ آگینے نے جھلمل کرتی آنکھوں
سے نکلتے آنسو اپنی پوروں سے صاف کیے اور اثبات میں سر ہلایا۔

"مجھے یاسین سناؤ تاکہ میں آج کی رات سکون سے سو سکوں" انکے دل کا درد
ناقابلِ برداشت تھا۔ مگر وہ ضبطِ تحمل سے برداشت کیے بیٹھی تھیں۔ انکی
بیٹی کی حفاظت اللہ خود کرے گا پھر بھلا وہ کیوں بے سکون ہوں۔ زندگی
اتنی مختصر ہے تو وہ کیوں اپنے اللہ سے شکوہ کرے۔ اُسے تو اپنی بیٹی پر
رشتہ تھا جس کی حفاظت خدا کرے گا ورنہ سکون میں تھیں۔۔۔
بہت زیادہ سکون۔۔۔!

آگینے کے دل کو کچھ ہوا۔ مگر اسنے فرحت بیگم سے کوئی سوال نہ کیا۔ فرحت
بیگم نے اُسے پورا قرآن پاک حفظ کرایا تھا۔ اسنے خاموش رات میں

تلاوت شروع کی۔ اسکی آواز سے تہہ خانہ بھی خود پر رشک کر رہا تھا چاروں طرف آگینے کی آواز گونج رہی تھی۔

تلاوت ختم ہوئی تو آگینے نے اپنی بند آنکھیں کھولیں۔ فرحت بیگم بہت پیار سے اُسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

"اٹھیں امی سو جائیں بہت رات ہو چکی ہے" پتہ نہیں کیوں آج فرحت بیگم کی باتوں سے اُسے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ اسلیے وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔ فرحت بیگم اٹھ کر بیڈ پر آگئیں۔ بیڈ پر ایک بوسیدہ سی چادر تھی۔ آگینے نے وہ فرحت بیگم پر ڈالی۔ خود دوسری سائیڈ آکر فرحت بیگم کے گلے میں باہیں ڈال کر سو گئی۔

رات اب بھی بہت آہستہ رومی سے گزر رہی تھی۔ جیسے کوئی ماں اپنے نومولد بچے کو اپنی آغوش میں لیتی ہے آج رات بھی کسی کو اپنی آغوش میں سمانا چاہتا تھی۔

"اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے آگینے۔ تمہیں اللہ کی پناہ میں دے کر جا رہی ہوں۔ پریشان نہ ہونا۔ میرا رب تمہیں کبھی بے سہارا نہیں چھوڑے گا اور نہ کبھی ڈگمگانے دے گا۔ میری دعائیں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہیں" فرحت بیگم نے پیار سے اسکی پیشانی پر لب رکھے۔

انکے دل میں اٹھتی درد کی ٹیسیں اب انکی سانسوں کو اور مہلت نہیں دے
سکتی تھیں۔

"اپنے اللہ پر کامل یقین سے، مرنے کے بعد بھی انسان پر سکون رہتا ہے
"اور کوئی آج اتنا ہی سکون میں "تھا"۔۔۔۔۔"

کچھ باب ختم ہو جاتے ہیں

مگر انکے وجود کی خوشبو چاروں طرف رچ بس جاتی ہے۔۔۔۔!

*

*

"کیا ہوا زیاد فرحت اور اسکی بیٹی کا کچھ پتا چلا؟" عائشہ شاہ نے فکر مندی سے پوچھا۔

زیاد شاہ جیسے ہی صبح شاہ والا پہنچے عائشہ شاہ نے اُسے فرحت کے آنے کا بتایا۔ زیاد شاہ اُسی وقت فرحت بیگم کے اپارٹمنٹ چلے گئے مگر وہ لوگ وہاں نہیں تھے۔ سارا دن وہ اپارٹمنٹ کے باہر فرحت بیگم کے آنے کا انتظار کرتے رہے مگر صبح سے شام ہو گئی وہ لوگ نہ آئے۔

"کہاں ڈھونڈوں میں زبیر احمد کی امانتوں کو!" زیاد شاہ نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔ وہ اپنے آدمی کو فرحت بیگم کے اپارٹمنٹ کے باہر کھڑا کر آئے تاکہ وہ لوگ آئیں تو انکا آدمی زیاد کو انفارم کر دے اور خود شاہ ولا آگئے۔

"ہو سکتا ہے وہ لوگ اپنے بھائی اور اسکے بیٹے سے بچنے کے لیے کہیں چھپ گئے ہوں" عائشہ شاہ انداز بولیں۔

"نہیں عائشہ! اگر اتنے سالوں بعد فرحت نے ہم سے مدد مانگی ہے تو ضرور اُسے ہماری مدد کی ضرورت پڑ گئی ہوگی۔ وہ بغیر مدد لیے کہاں جا سکتی ہے۔ ضرور کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہے" زیاد شاہ نے پُرسوج انداز میں کہا۔

اتنے سالوں میں ان سب کے درمیان صرف خاموش معاہدہ رہا ہے۔ زیاد شاہ زبیر کے شئیر سے حاصل ہونے والے پیسے اکاؤنٹ میں جمع کرا دیتے تھے اور فرحت بیگم انہی پیسوں سے گزر بسر کر رہی تھیں۔ فرحت بیگم جیسی خود ار عورت نے کبھی زیاد شاہ کے پیسوں سے ایک روپیہ بھی نہ لیا تھا۔ وہ زبیر احمد کی رقم کے علاوہ کبھی زیادہ رقم نہیں لیتی تھیں۔ اور اب اگر اس بار وہ زیاد شاہ سے مدد مانگنے آئی بھی تو خالی ہاتھ لوٹ گئی۔ زیاد شاہ کو بہت دکھ ہو رہا تھا کاش وہ میٹنگ کے لیے نہ جاتے تو زبیر احمد کی امانتیں یو در بدر نہ ہو چکی ہوتیں۔

اور یہ سب کچھ صرف زیادشاہ کی وجہ سے ہوا تھا۔۔۔۔۔
اگر زبیر احمد زندہ ہوتا تو آج فرحت بیگم یوں بے سہارا نہ ہوتیں۔ کاش زبیر
اس دن تم نے مجھے نہ بچایا ہوتا تو آج فرحت اور آگینے یوں کہیں گم نہ
ہوتیں۔۔۔

زیادشاہ کے ذہن میں ماضی کسی فلم کی طرح چلنے لگا

* * *

زبیر احمد زیادشاہ کا واحد دوست جس نے اپنی دوستی کا فرض مر کر نبھایا۔
زیاد اور زبیر بچپن کے دوست تھے۔ زیادشاہ امیر گھرانے کا چشم و چراغ
جبکہ زبیر احمد معمولی کلرک کا بیٹا تھا۔ اسکے برعکس وہ دونوں بہت اچھے
دوست تھے۔ زبیر احمد ایک ٹیچر تھا جبکہ زیاد اُسے اپنے بزنس میں لانا چاہتا
تھا مگر زبیر احمد راضی نہ ہوا لیکن اسنے کچھ شئیر ضرور خرید لیے وہ بھی زیاد

شاہ کے اصرار پر اس طرح وہ زیاد کے بزنس میں دس پر سنٹ حصہ دار ہو گئے۔

یہ واقعہ زرجان کے کڈنپنگ سے پہلے کا تھا۔ زیاد شاہ نے ایک بہت بڑا غیر ملکی کانٹریکٹ "جمیل شیخ" کے ہاتھ میں آنے سے پہلے اپنی ذہانت سے حاصل کر لیا۔ جمیل شیخ زیاد شاہ کا اولین دشمن تھا اور زیاد شاہ نے اسے اتنا بڑا کانٹریکٹ چھین کر اسکی دشمنی میں زہر پیدا کر دیا اور اس زہر نے بہت جلد اپنا اثر دیکھایا۔ جمیل شیخ اور اسکا چھوٹا بھائی چونکہ بُرے کاموں میں ملوث تھے اسلیے اسنے اپنے بھائی کے کچھ کارندوں کے ذریعے زیاد شاہ کا کار ایکسڈنٹ کروایا مگر اس ایکسیڈنٹ میں زیر نے زیاد شاہ کو تو بچا لیا مگر خود کو نہ بچا سکے۔

زیاد شاہ نے جمیل شیخ اور اسکے چھوٹے بھائی پر کیس کر کے انہیں جیل بھجوا دیا۔ جمیل شیخ تین مہنے بعد اپنے بھائی کے ساتھ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا مگر پولیس کے آفیسرز نے انہیں بیچ راستے میں پکڑ لیا تب جمیل

شیخ تو دوبارہ فرار ہو گیا جبکہ اسکا بھائی کسی پولیس آفیسر کی گولی کا نشانہ بننے کے سبب وہیں دم توڑ گیا۔

دوسری طرف زیاد شاہ جب بھی فرحت بیگم کی مدد کرتے تو مہرین دونوں کو دیکھ کر باتیں بنانے لگتی۔ حالانکہ زیاد شاہ فرحت کو اپنی چھوٹی بہن سمجھتا تھا مگر لوگوں کے طنز اور مہرین کی واہیات باتوں سے بچنے کے لیے فرحت بیگم نے زیاد شاہ کو روک دیا۔ اور خود مہرین اور عباس کا گھر چھوڑ کر چلی گئی کیونکہ مہرین اُسے ایک لمحہ بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ تب مہوش نے فرحت کا بہت ساتھ دیا۔ اور زیاد شاہ اب فرحت بیگم کے اکاٹ میں پیسے جمع کروادیتے تھے تاکہ فرحت اور آبگینے کو کوئی مسئلہ نہ ہو۔

جمیل شیخ جو اب تک بدلے کی آگ میں سلگ رہا تھا۔ وہ ہر روز اپنا حلیہ بدل کر "شاہ والا" کے پاس کھڑا ہو جاتا کہ موقع ملنے پر وہ زیاد شاہ کو نقصان پہنچا سکے کیونکہ وہ کسی بھی طرح زیاد شاہ سے اپنے بھائی کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ اور پھر اسکا بدلہ لینا بہت آسان نظر آیا۔

زرجان کی صورت میں۔۔۔

وہ ننھے زرجان کو رات کے پہر گھر سے باہر نکلتا دیکھ کر مسکرا دیا۔
زیادشاہ کے بیٹے کو وہ زندہ رکھ کر مردوں میں شمار کرنا چاہتا تھا۔ ننھے زرجان
کو پکڑ کر وہ بدلے کی آگ کو تھوڑا ٹھنڈا کر چکا تھا۔

"زیاد کہاں کھو گئے" عائشہ شاہ کی آواز پر وہ ماضی سے نکل آئے۔

"کیا ہوا عائشہ؟"

"جس آدمی کو آپ نے فرحت بیگم کے اپارٹمنٹ کے باہر کھڑا کیا ہے اسکا
فون ہے" عائشہ شاہ نے فون زیاد کو دیا اور اس آدمی کے بلانے پر وہ اٹھ کر
پورچ کی طرف بڑھ گئے۔

*

*

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کیا سچ میں گزری رات اسکا سب کچھ چھین کر لے گئی ہے۔۔۔۔۔
وہ صبح سے خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہی تھی اور اب رات کی سیاہی
پھیل چکی تھی مگر ابھی تک اُسے لگ رہا تھا جیسے ابھی کہیں سے فرحت بیگم
آئیں گی اور کہیں گی۔

آگینے! تم نے ابھی تک عشاء نہیں پڑھی۔ صرف عشاء نہیں تم نے آج
کوئی بھی نماز نہیں پڑھی۔ وہ ناراض ہوں گی۔ پیار سے سمجھائیں گی اور پھر
آگینے کے ساتھ وہ بھی کوئی نفل ادا کرنے کھڑی ہو جائیں گی۔۔۔۔۔
مگر ابھی تک فرحت بیگم نے کچھ نہیں کہا تھا بلکہ وہ تو ابھی تک آئی بھی
نہیں تھیں۔۔۔۔۔

وہ کیوں آس لگائے بیٹھی تھی جانے والے کبھی نہیں آتے۔۔۔۔۔
اسے یاد ہے فرحت بیگم کا سرد وجود لیکن وہ سرد تو نہ تھا
ایسا لگ رہا تھا وہ پر سکون نیند سو رہی ہوں۔
انکے دل کی دھڑکن ساکن تھی بالکل ساکن!

مگر وہ اتنی پرسکون تھیں کے دیکھنے والا گمان کرتا کہ وہ میٹھی نیند سو رہی ہیں۔
آگینے بھی تو یہی سمجھی تھی۔۔۔

مگر وہ گہری رات جو کل سے سرگوشیاں کر رہی تھی۔ آگینے کی قیمتی متاع
اپنے ساتھ لے گئی۔

گرم سیال اسکی آنکھوں سے، روانی سے بہہ رہا تھا۔
اسنے اپنے دونوں ہاتھوں کو دعا کی صورت میں اپنے سامنے کیے۔ انہی
ہاتھوں سے اسنے اپنی ماں کو غسل دیا تھا۔ پھر اسکی نظر اپنے سفید لباس پر
گئی جسکا سفید دوپٹہ کفن بنایا گیا تھا۔ وہ شدت سے رونے لگی۔

صبح اسکی چیخ و پکار سن کر سب لوگ تہہ خانے میں آگئے۔ آگینے کو لگا شاید
ان سب کے دلوں میں رحم پیدا ہو جائے مگر وہ غلط تھی۔ انکے چہروں پر
رحم نہیں سفاکیت تھی۔ شایان اور عباس پتہ نہیں فرحت کو کہاں دفنا چکے
ہوں گے۔ آگینے کو تو کبھی انکی قبر دیکھنا بھی نصیب نہ ہوگا۔ اسکا دل کر رہا

تھا وہ ان سب کو قتل کر ڈالے جن سب کی لالچ نے اس سے، اسکی ماں
چھین لی تھی۔

"کس کے سہارے چھوڑ گئی ہیں امی! مجھے اس بھیانک دنیا میں تنہا کر
گئیں۔ میں کیسے رہوں گی آپ کے بغیر یہ بھی نہ سوچا۔ کاش! میں بھی آپ
کے ساتھ مرجاتی۔ کیسے میں ان انسانوں میں چھپے جانوروں کا مقابلہ کروں
گی۔ میں کیسے سامنا کروں گی سب کی ہوس بھری نظروں کا۔ میں آپ کے
بغیر نہیں رہ سکتی" وہ بولنے کے ساتھ ہی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ بکھرے
بال، بد حال چہرہ، رو رو کر آنکھیں سوج گئیں تھی مگر آنسو ختم ہی نہ ہو رہے
تھے اور ختم کیسے ہوں گے۔

آگینے زبیر احمد دنیا کی سب سے انمول چیز کھو چکی تھی۔۔۔۔۔
اپنی ماں کو!

پھر بھلا اس درد کا مداوا کہاں ہے۔۔۔۔۔؟
بے ساختہ اُسے اپنے چہرے پر کسی کا لمس محسوس ہوا۔ آگینے نے آنکھیں
کھولی تو شذر رہے گئی۔۔۔۔۔!!!!

*

*

شایان اسکے بے حد قریب بیٹھا۔ اسکے آنسوؤں اپنے پوروں سے صاف کر رہا تھا۔ وہ کرنٹ کھا کر کھڑی ہوئی۔

"میری جان! کیا حالت بنالی ہے اپنی، جانے والے تو چلے گئے اب رو کر انہیں واپس نہیں لایا جاسکتا۔ مجھے بھی پھوپھو کا بہت افسوس ہوا۔ میں نے انہیں دفناتے ہوئے رو رو کر انکی مغفرت کی دعا مانگی ہے۔ بس اللہ انہیں بخش دے۔ اتنا جلدی گزر گئیں۔ ابھی تو فلیٹ مجھے اپنے نام کروانا تھا۔ خیر چھوڑو میں نے ایک کاغذ پر انکے دستخط لے لیے ہیں جہاں لکھا ہے وہ خوشی خوشی فلیٹ میرے نام کر رہی ہیں۔ اب تم بھی اتنا روگ نہ لگاؤ انکی زندگی اتنی ہی تھی وہ اپنی زندگی گزار گئی ہیں تمہیں رو رو کر ہلکان ہونے کی ضرورت نہیں ہے" وہ پیار سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"بچپن میں، میں سوچا کرتی تھی شیطان کیسا ہوگا آج مجھے معلوم پڑ گیا ہے
شیطان بالکل تم جیسا ہوگا" ابگینے نے حقارت سے کہا۔ شایان اسکی بات
سن کر مسکرا دیا گویا ابگینے نے صحیح اندازہ لگایا ہو۔

"خیر شیطان کہو یا انسان شادی تو تمہیں مجھ سے کرنی پڑے گی" وہ خباثت
سے بولا اور اُسے کھینچ کر اپنے قریب کیا۔

"میں تم جیسے شخص پر تھوکتا بھی گوارا نہیں کرتی شادی تو بہت دور کی بات
ہے" ابگینے اشتعال زدہ لہجے میں بولی اور خود کو شایان کے ہاتھوں سے
چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔

اُسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کیسے لوگ تھے یہ جن کے دلوں میں زرہ بھر بھی رحم
پیدا نہ ہو رہا تھا۔ فرحت بیگم کو گزرے ابھی چوبیس گھنٹے بھی نہ ہوئے تھے
اور شایان شادی کا ذکر کر رہا تھا۔ یہ لوگ تو انسان کے لباس میں چھپے
حیوان تھے۔ جو صرف اور صرف دوسرے انسانوں کو نوچنا جانتے تھے۔

"اب تو فرحت پھوپھو جیسا کانٹا بھی نہیں ہے بیچ میں اب کس کے بل
بوتے پر اتنی اکڑ دیکھا رہی ہو "نازک آگینے! اب کون کرے گا تمھاری
حفاظت " وہ شیطان تھا اور خود پر پہنا انسان کا لباس اتار رہا تھا۔

"میرے ساتھ میرے اس کی رحمت ہے۔ میری حفاظت میرا رب کرے
گا۔ مجھے تم جیسے شیطان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے " آگینے اس کی
آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"چچ، چچ، چچ " بہت معصوم ہو تم نازک آگینے اور تمھاری اسی معصومیت
سے مجھے محبت ہو گئی ہے " وہ آگینے کے بال اس کے چہرے سے ہٹانے لگا۔

"دور رہو مجھ سے " آگینے نے حقارت سے کہا اور خود کو شایان سے چھڑوا کر
دور ہو گئی۔ شایان چہرے پر شیطانی مسکراہٹ سجائے کھڑا تھا۔

"کیا سمجھتی ہو خود کو چڑیا جتنی تو تمھاری جان ہے پھر بھیباتی دیدہ دلیری
دیکھا رہی ہو۔ بہت تنگ کیا ہے تم نے مجھے، اب جو تمھارے ساتھ ہوگا تم
نے کبھی خوابوں میں بھی نہیں سوچا ہوگا۔ بہت مشکل سے حاصل ہوئی
ہو۔ شادی تک انتظار کرنا بہت مشکل ہے میری جان!" شایان اسکا سر
سے پاؤں تک جائزہ لیتے ہوئے ہوس بھری نظروں سے بولا۔

وہ کیا کہنا چاہتا ہے آگینے سمجھ گئی تھی۔ آگینے خود خوشی جیسی حرام موت کو
قبول کر لے گی مگر کبھی شایان کے ارادوں کو کامیاب نہیں ہونے دے
گی۔ آگینے کو اسکی ہوس بھری نظروں سے خوف محسوس ہوا۔
اس سے پہلے کے شایان اسکے قریب آتا، شایان کا موبائل بج اٹھا۔ شایان
نے تنفر (بیزاری) سے موبائل اپنی پوکٹ سے نکالا۔ جہاں "شیخ" کا نمبر
جگمگا رہا تھا۔ شیخ نے ابھی اُسے اپنے اڈے پر بلایا تھا۔
مگر۔۔۔۔!

جانے سے پہلے وہ آگینے کو کچھ کہہ کر بھی گیا تھا۔ جو سن کر آگینے آندھیوں کی
زد میں آگئی۔

"دو گھنٹے ہیں تمہارے پاس میری جان اپنا حلیہ درست کر لو۔ جب میں آؤ تو تمہارا روتا بسورتا ہوا چہرہ نہیں بلکہ گلاب کی طرح کھلے ہوئے تروتازہ چہرے کا دیدار کرنا چاہتا ہوں" وہ اسکی گال پر چٹکی کاٹتا تہہ خانے سے باہر نکل گیا۔

اور آگینے زیر احمد خود کو اس شیطان سے چھٹکارا دلوانے کے لیے موت کو خوشی خوشی قبول کر رہی تھی۔

شایان کے جاتے ہی آگینے نے پورا تہہ خانہ چھان مارا مگر کوئی بھی ایسی چیز نہیں ملی جس سے وہ خود کو ختم کر سکتی۔ آگینے کو لگ رہا تھا وہ دنیا کی سب سے بد قسمت لڑکی ہے۔ وہ اپنی بد قسمتی پر ماتم کے سوا کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

"کیا فرحت بیگم ان حالات میں ایسا کرتیں جیسا آگینے کر رہی ہیں؟" آگینے نے خود سے سوال کیا۔

نہیں!

وہ اس وقت اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہوتیں۔
وہ اس ماں کی بیٹی تھی جنہوں نے ساری زندگی کسی بھی آزمائش پر اف تک
ناکی بلکہ کثرت سے اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہتیں۔
پھر آگینے کیسے اللہ کی رحمت سے محروم ہو سکتی ہے۔ وہ اٹھی! فرحت بیگم
کی مہرون چادر اوڑھی۔ وضو کر کے اپنی دن بھر کی ساری قضا نمازیں پڑھنے
لگی۔ عشاء کی نماز پڑھ کر وہ اللہ سے اپنی حفاظت کی دعا مانگنے لگی۔ ہمیشہ
آگینے کہیں نا کہیں ڈگمگا جاتی تھی۔ امید کا جگنو تھامنے سے پہلے وہ اپنی تلاش
ختم کر کے بیٹھ جاتی تھی۔ اسے امید کا جگنو اپنے ہاتھوں میں تھامنا تھا۔
حرام موت کو گلے لگا کر وہ اپنی آخرت بھی خراب کرنے والی تھی۔ اسنے
یہ تو سوچ لیا تھا شایان سے چھٹکارا موت کی صورت میں حاصل ہوگا مگر
آگینے زبیر احمد نے یہ کیوں نہیں سوچا وہ شایان سے چھٹکارا اس قید سے
بھاگ کر بھی حاصل کر سکتی ہے۔ بھلے ہی اس تہہ خانے سے باہر جانے
کا واحد راستہ "دروازہ" ہے۔ وہ یہاں سے کسی انسان کی مدد کے ذریعے باہر
جا سکتی ہے۔

اور پھر ایک خیال آتے ہی اسکی آنکھیں جگمگا اٹھی۔

"ثمرہ-----!"

آگینے نے زیر لب یہ نام دہرایا۔ اللہ نے راستہ تو کب کا بنا دیا تھا۔ مگر آگینے خود ترسی کی چادر سے باہر نکل کر کچھ اور سوچ ہی نہیں رہی تھی۔ جب شایان اور عباس باہر تھے۔ ثمرہ اُسے کھانا دینے آئی تھی۔

"کاش! اس وقت وہ ثمرہ سے مدد مانگ لیتی۔ مگر اب بھی دیر نہیں ہوئی ہے وہ بہت جلد اس قید سے رہائی حاصل کر لے گی۔ دو گھنٹے اسکے لیے بہت تھے۔ جب اللہ اُسے ساتھ تھا تو وہ کبھی بھی شیطان کے شکنجے میں نہیں آسکتی تھی۔

*

*

وہ آج سانگ کی شوٹنگ کے سلسلے میں شہر سے باہر کے ایریا میں آیا ہوا تھا۔ اسکے بعد اُسے مختلف البمز کی تیاری کے لیے، لندن جانا تھا۔ زرجان شاہ

اپنی شہرت سے بیزار ہو چکا تھا مگر ہر طرف سے شہرت اسکے گلے کا طوق بنی ہوئی تھی۔ وہ جگہ بہت سنسان تھی۔

کافی زیادہ سنسان۔۔

زرجان کار آہستہ روی سے چلا رہا تھا۔ اسنے کل ہی خود سے عہد کیا تھا۔ کہ وہ بھی اپنی دن بھر کے ضروری کاموں میں نماز بھی پڑھے گا مگر ابھی تک اس عہد پر عمل نا کر سکا۔

وہ جو ہمیشہ کہتا ہے اُسے سکون نہیں حاصل بھلا بغیر فرض ادا کیے بھی سکون مل سکتا ہے۔ زرجان کو ندامت محسوس ہوئی۔

اُسے سامنے ہی ایک چھوٹی سی مسجد نظر آئی۔ زرجان نے کار کا رخ مسجد کی طرف کیا۔

* *

"مامی مجھے بھوک لگی ہے" آگینے نے چلا کر کئی بار مہرین کو آواز لگائی۔ آگینے نے دوپہر میں ثمرہ کا لایا کھانا واپس کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ ان لالچی لوگوں کے گھر کا کھانا اپنے پیٹ میں ڈالنے سکت نہیں رکھتی تھی۔ پتہ نہیں کتنے

معصوم لوگوں کو برباد کر کے پیسہ حاصل کیا ہوگا اور یہ کھانا بھی انہی پیسوں کا ہوگا۔ اسنے تو کھانے کو ایک نظر دیکھا بھی نا تھا۔ حالانکہ وہ پچھلی دو راتوں سے بھوکی تھی۔

مگر اب یہاں سے باہر نکلنے کے لیے ثمرہ کی مدد چاہیے تھی اور آگینے کو پتہ تھا کھانا دینے ثمرہ آئے گی۔

"لوگوں کی ماں مر جائے تو دس دن تک نوالہ حلق سے نہیں اترتا اور ایک یہ ہے کھانا مانگ رہی ہے۔"

خس کم جہاں پاک! ثمرہ جا کھانا دے اُسے ورنہ اپنی ماں کی طرح وہ بھی مر کھپ جائے گی اور ہمارے ہاتھ کچھ بھی نہیں آئے گا "مہرین نے تخت پر بیٹھے بیٹھے بیزاری سے کہا۔

ثمرہ کو اپنے ماں باپ اور بھائی کی لالچی فطرت سے کراہیت ہوتی تھی۔ وہ لوگ ہمیشہ پیسوں کے بارے میں سوچتے آئے تھے۔ اپنے من کی ہوس کو پورا کرنے کے لیے وہ لوگ اپنی دنیا اور آخرت برباد کر رہے تھے۔

"اٹھ بھی جا منحوس! اور اپنی شکل ٹھیک کر آگینے کم ہے جو تو بھی فرحت کا روگ لگائے بیٹھی ہے۔ خبردار جو تو نے آگینے سے ہمدردی جتائی اگر ایک بھی ہمدرد مل گیا تو وہ لڑکی ہاتھوں سے نکل جائے گی" مہرین نے حقارت اور غصے سے کہا۔

ثمرہ اثبات میں سر ہلاتی، جلدی سے کھانا لے کر تہہ خانے کی طرف چلی گئی۔ دروازہ کھولنے پر سامنے آگینے کا پڑمردی چہرہ نظر آیا۔

"ثمرہ!"

ثمرہ کھانا رکھ کر پلٹنے لگی تو آگینے نے بے بسی سے اسکا نام لیا۔ ثمرہ کے بڑھتے قدم اور دروازہ بند کرتے ہاتھ تھم گئے۔

"مجھے یہاں سے جانے دو۔ میں نے تمہارے آنکھوں میں انسانیت دیکھی ہے تم مامی لوگوں کی طرح بالکل نہیں ہو۔ خدا کے لیے ثمرہ! مجھے حرام موت سے بچا لو" آگینے کی آخری بات سن کر ثمرہ دہل گئی۔

ثمرہ خود بے بس تھی۔ اگر وہ آگینے کی مدد کرتی تو شایان اُسے قتل کر دیتا۔ کچھ دن پہلے ہی اُسے معلوم ہوا تھا کہ شایان اسمگلنگ کرتا ہے۔ صرف چیزوں کی نہیں بلکہ انسانوں کی بھی! تب اسنے اپنے بھائی کو سمجھانے کی کوشش کی تھی اور شایان بھڑک اٹھا۔ یہاں تک کے مار مار کر ثمرہ کو ادھ موا کر دیا۔ اور اب اگر اسنے آگینے کی مدد کر دی تو شایان اس بار اُسے سچ میں زندہ دفن کر دے گا۔ بے بسی کا احساس لیے کتنے آنسو ثمرہ کی آنکھوں سے بہہ گئے۔ وہ اپنی فرحت پھوپھو کے لیے بھی کچھ نہیں کر سکی تھی اور آگینے کے لیے بھی کچھ نہیں کر سکتی۔ وہ دروازہ بند کر کے جانے لگی۔

"ثمرہ! میری موت کی ذمہ دار تم ہوگی۔ میں روزِ محشر کبھی تمہیں معاف نہیں کروں گی۔ میری بہن ہو کر تم مجھے ایک درندے کے لیے چھوڑ رہی ہو اور وہ درندہ میرا جسم نوچ ڈالے گا یا پھر ایک کام کرو مجھے۔ مجھے مار ڈالو ثمرہ! میں حرام موت خود کو نہیں دے سکتی۔

مگر تم۔۔۔ تم تو مجھے قتل کر سکتی ہو اور میں تمہیں اپنا خون معاف کر دوں گی۔ بلکہ تمہاری شکر گزار رہوں گی تمہاری وجہ سے مجھے اس بھیانک دنیا اور اس دنیا کے عذاب چھٹکارا مل جائے گا" آگینے نے بے ربط اپنا مدعا بیان کیا۔ ثمرہ کو لگا وہ ہوش میں نہیں ہے۔

کسی کے ہاتھوں قتل ہونا، آسان ہوتا ہے کیا؟

ثمرہ نے خود کو آگینے کی جگہ پر کھڑا کیا تو محسوس ہوا اس حالت میں موت مل جانا خوش نصیبی ہوگی!

موت جو ہر غم سے چھٹکارا دلا دیتی ہے!

آگینے زبیر احمد کے لیے بھی موت مل جانا زندگی مل جانے کے برابر
ہوگا۔۔۔۔۔!

کیا سچ میں؟

اُسے اتنی آسانی سے موت مل جائے گی؟

"ہاں! سچ میں" ثمرہ نے آگینے بد حال چہرے کو دیکھا۔ ثمرہ ضرور اُسے اس
عذاب سے نجات دلائے گی۔۔۔۔۔ اور کچھ دیر بعد ثمرہ نے آگینے کو نجات دلا
دی۔۔۔۔۔

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

#من_و_تو

#سمیرا_فیاض_احمد

#ناول_ہی_ناول

"کیا آپ کو یقین ہے فرحت کے بھائی کا گھر شہر سے باہر ہے؟" عائشہ شاہ

نے مہوش سے پوچھا۔ تو مہوش نے اثبات میں سر ہلایا۔
مہوش نے نم آنکھیں بند کر کے سیٹ کی پشت پر سر رکھ دیا۔

چند دنوں میں کیا سے کیا ہو گیا تھا۔۔۔۔۔

فرحت بیگم کے انکار میں جواب دینے کے بعد اسکا بھائی اور بھابھی اپنے
اصل روپ میں آگئے۔

لاچھی، بے حس، انسانیت سے کوسوں دور، بے رحم اور سفاکیت کی حد
تک ظالم لوگ۔۔۔۔۔!

پتہ نہیں کیا، کیا ہوگا ان بے رحم لوگوں نے فرحت اور آگینے کے

ساتھ۔۔۔۔۔

فرحت بیگم نے فون پر مہوش کو آنے کا کہا تھا، مہوش اُسی وقت گاؤں
سے روانہ ہو گئی مگر آج یہاں آکر دیکھا تو فرحت کا اپارٹمنٹ لاک تھا۔

مہوش اپارٹمنٹ کا دروازہ زور زور سے بجانے لگی۔ کہیں شاید وہ دونوں اندر ہوں۔

ایک آس، ایک امید تھی جو مہوش نے لگائی ہوئی تھی مگر بہت دیر بعد بھی اپارٹمنٹ میں خاموشی چھائی رہی۔ اسکی جان سے پیاری بہنوں جیسی فرحت کا کچھ پتہ نہ تھا۔ مہوش تو رو کر ہلکان ہو چکی تھی۔

تب زیاد کے گارڈ نے یہ سب دیکھ کر زیاد کو بلا لیا۔ زیاد کے ساتھ عائشہ شاہ بھی آگئیں۔

مہوش چونکہ زیاد شاہ کے بارے میں پہلے سے جانتی تھی۔ اس لیے زیاد کو آتا دیکھ کر انہیں لگا۔ شاید فرحت آگینے کو لے کر زیاد کے پاس گئی ہو مگر مہوش کی یہ آس بھی دم توڑ گئی کیونکہ زیاد خود فرحت کو ڈھونڈ رہا تھا۔

مہوش نے احتیاط فرحت سے عباس کا پتہ پوچھ لیا تھا۔ اب وہ سب (جن میں حیدر بھی شامل تھا کیونکہ زیاد نے حیدر کو بھی بلا لیا تھا) شہر سے باہر پہنچ

چلے تھے۔ بہت جلد وہ لوگ عباس کے گھر پہنچ کر فرحت اور آگینے کو ان سے آزاد کرادیں گے۔۔۔

مگر!

کبھی کبھی بہت کوششوں کے بعد بھی انسان خالی ہاتھ ہی رہ جاتا ہے۔ کیونکہ وقت گزرنے کے ساتھ کچھ لوگ بھی گزر جاتے ہیں۔ اور گزرا وقت، اور گزرے لوگ کبھی واپس نہیں آتے۔۔۔۔۔

*

*

"شایان اس منحوس کو مارنے سے بہتر ہے تو اس فرحت کی بیٹی کو ڈھونڈ ورنہ سب کیے کرائے پر پانی پھر جائے گا" عباس نے ثمرہ کے بال پکڑ کر اسکی گالوں تپھر مارتے ہوئے شایان سے کہا۔

"یہ سب اسکی وجہ سے ہوا ہے، میں اسے جان سے مار ڈالوں گا" شایان نے غصے سے ثمرہ کا سر دیواریں مارا تو خون اسکی پیشانی سے پانی کی طرح بہنے لگا۔

ثمرہ کے ذہن میں کچھ دیر پہلے کا منظر چلنے لگا۔ وہ تہہ خانے کا دروازہ بند کر کے باہر آگئی۔ سامنے تخت پر مہرین اور عباس تک، قورمہ، کباب اور پتہ نہیں گوشت کے کون کون سے قسم کے بنے کھانے، کھا رہے تھے جو یقیناً عباس باہر سے لے کر آیا تھا۔

"اب بھوکوں کی طرح دیکھ کیا رہی ہے۔ جا جا کر دال روٹی کھا۔ خبردار جو تو نے شایان کے کھانے کی طرف دیکھا" مہرین نے شایان کے لیے کھانا الگ کیا ہوا تھا۔

یہ لوگ جتنا بھی کھالیں کبھی انکا پیٹ نہیں بھرے گا۔ ثمرہ نے کراہیت سے سوچا اور اپنے کمرے سے نیند کی گولیاں لینے چلی گئی۔ اُسے آگینے کو باہر نکالنے کے لیے مہرین اور عباس کو نیند کی گولیاں دینی ہونگی مگر یہ کرنا اتنا آسان نہیں تھا۔ ثمرہ نے وہ گولیاں کھانے میں ملا کر دینی تھی مگر اب اتنا سب کچھ کھا لینے کے بعد وہ لوگ گھر کی بنی دال روٹی کو دیکھیں گے بھی نہیں اور پانی یا دودھ میں وہ گولیاں نہیں ملا سکتی تھی کیونکہ مہرین حد سے بھی زیادہ چالاک تھی۔ زرا سے گڑ بڑ بھی محسوس کر لیتی۔ پانی یا دودھ کا الگ ذائقہ

محسوس کر کے وہ فوراً سمجھ جائے گی کے کچھ ملا ہوا ہے۔ لیکن احتیاطاً اسنے گولیا اپنے دوپٹے سے باندھ لیں کیونکہ موقعہ ملنے پر وہ یہ کام کر جانا چاہتی تھی۔

"ثمرہ! یہ بوتل گلاس میں ڈال کر آ" وہ کمرے سے باہر آئی تو مہرین نے پیسی کی بوتل اُسے پکڑادی۔ اسکا کام آسان ہو گیا تھا۔ کچن میں جا کر اسنے اپنا کام کیا اور دو گلاسوں میں بوتل انڈیل کر مہرین اور عباس کو پکڑادی۔

"عباس! یہ بوتل کا ذائقہ کچھ الگ نہیں ہے؟" مہرین نے چند گھونٹ پی کر عباس سے پوچھا۔ ثمرہ کی توجان نکل گئی۔ اگر وہ پکڑی گئی تو شایان بعد میں پہلے مہرین اسکا قتل کر دے گی۔

"اتنا کچھ کھانے کے بعد اب بوتل تو الگ لگے گی" عباس نے اپنے تئیں مہرین کی عقل پر افسوس کیا۔ مہرین نے گھور کر اُسے دیکھا تو وہ سڑک سڑک کر بوتل پینے لگا۔

ٹھیک پندرہ منٹ بعد وہ دونوں نیند کی وادیوں میں چلے گئے۔

"آگینے!" تہہ خانے کا دروازہ کھول کر وہ آہستگی اسنے آہستگی سے پکارا۔

"ثمرہ" آگینے کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ثمرہ آگئی۔ آگینے کو لگا تھا وہ بھی اسی تہی خانے میں مرجائے گی مگر وہ غلط تھی۔

وہ بغیر آہٹ کیے آگینے کو تہہ خانے سے باہر لے آئی۔

"میں۔ میں تمہارا شکر کیسے ادا کروں ثمرہ، تمہاری وجہ سے آج میری عزت بچ گئی۔ میں۔ میں تو مر کر بھی تمہارا شکریہ ادا نہیں کر سکتی۔" آگینے نے اسکے دونوں ہاتھ پکڑ کر نم آنکھوں سے کہا۔

"شکر میرا نہیں اللہ کا ادا کرو میں تو اللہ کی گنہگار بندی ہوں۔ ہمیشہ میرے ماں باپ اور بھائی نے لوگوں پر ظلم کیا ہے اور میں یہ سب دیکھ کر بھی

خاموش رہتی ہوں۔ مگر فرحت پھوپھو کی موت نے میرے ضمیر کو شرمندہ کر دیا اگر میں پھوپھو کو یا تمہیں پہلے سے آگاہ کر دیتی تو شاید یہ سب نہیں ہوتا۔ مجھے معاف کر دو آبی! اور میرے ماں باپ کو بھی، وہ لوگ جتنے بُرے صحیح پر میرے ماں باپ ہیں میں انہیں لوگوں کی نظروں میں شرمندہ نہیں کر سکتی۔ اس لیے خاموش رہتی ہوں۔ مگر پھوپھو کی موت پر بھی ان کے دلوں میں رحم پیدا نہیں ہوا تو مجھے لگا ان سب کے ساتھ میں بھی شامل ہوں۔ جتنے ظالم وہ ہیں خاموش رہے کر میں بھی انکی طرح ظالم بن جاتی ہوں۔ مجھے معاف کر دینا آبی! "ثمرہ نے شرمندگی سے کہا۔ آگینے نے رات ہوئے اُسے گلے سے لگا لیا۔

"جاؤ آبی! اگر ابو امی جاگ گئے تو تمہیں پکڑ لیں گے۔" ثمرہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ مہرین اور عباس سو رہے تھے مگر گولیوں کا اثر کسی بھی وقت ختم ہو سکتا تھا کیونکہ انے نے بہت کم گولیوں کا پاؤڈر گلا سمیں ڈالا تھا کہ کہیں مہرین کو ذائقہ بہت الگ محسوس نہ ہو۔

"اپنا خیال رکھنا ثمرہ! میں آج بہت خود غرض بن گئی ہوں۔ اپنی عزت بچانے کے لیے تمہیں موت کے منہ میں دھکیل کر جا رہی ہوں" آگینے نے الوداع کہتے ہوئے کہا۔

"جن لوگوں کے ساتھ میں زندگی گزار رہی ہوں اس زندگی سے بہتر موت ہے آبی!" ثمرہ نے زخمی مسکراہٹ سے کہا۔

اور آگینے کے اوجھل ہونے تک دروازے میں کھڑی رہے گئی۔ اور اب آگینے بہت دور پہنچ چکی ہوگی، یہ سوچ کر ثمرہ کے رگ رگ میں سکون دوڑ گیا۔ اسکی پیشانی سے خون نکل کر اسکے چہرے اور کپڑوں کو داغ دار کر چکا تھا۔

"بس کر شانی! یہ ڈھٹ اتنی جلدی نہیں مرے گی۔ جا پہلے آگینے کو ڈھونڈ" مہرین نے گھومتے سر کو پکڑ کر کہا۔ شایان، ثمرہ کو ٹھوکر مار کر باہر چلا گیا۔ ثمرہ

کرہا کر رہ گئی۔ مگر اسکے ماں باپ کو اسکی کوئی فکر نہیں تھی اولاد سے زیادہ
ان لوگوں کو پیسہ پیارا تھا۔

*

*

کچھ خود بھی تھے افسردہ سے
کچھ لوگ بھی ہم سے روٹھ گئے
کچھ خود بھی زخم کے عادی تھے
کچھ شیشے ہاتھ میں ٹوٹ گئے
کچھ خود بھی تھے حساس بہت
کچھ اپنے مقدر روٹھ گئے
کچھ خود بھی اتنے محتاط نہ تھے
کچھ لوگ بھی ہم کو لوٹ گئے
کچھ تلخ حقیقتیں تھیں اتنی
کہ خواب ہی سارے ٹوٹ گئے

آبگینے نے شکوں کناں نظروں سے تاروں بھرے آسمان کو دیکھا۔ کتنا وسیع تھا یہ آسمان پوری زمین کو ڈھانپے ہوئے تھا کسی چھت کی طرح، مگر آبگینے زیر احمد کے سر پر آسمان ہوتے ہوئے بھی وہ بے سرو سامان تھی۔ وہ بہت دور نکل آئی تھی۔۔ بہت دور شاید اب تک شایان گھر آچکا ہوگا اور جب اُسے تہہ خانے میں آبگینے نظر نہیں آئے گی تو وہ ثمرہ کی کیا حالت کرے گا۔

کاش! اسکے خدشات غلط ثابت ہوں۔ شایان کو اپنی بہن پر رحم آجائے اور وہ اسے کچھ بھی نہیں کہے مگر ایسا ناہوا تو۔۔۔۔۔ اسکے آگے سوچ کر آبگینے نڈھال ہو گئی۔

آخر تھک ہار کر وہ ایک پیڑ کے نیچے بیٹھ گئی۔ اگر لوگ اسے زندگی کہتے ہیں جس میں سوائے درد کے اور کچھ بھی نہیں تو اس زندگی سے بہتر موت تھی صرف ایک دفعہ درد ہوتا ہے اور انسان ہر درد سے آزاد ہو جاتا ہے۔ یہ دنیا فریب ہے اور اس میں بسنے والے لوگ بے رحم جنہیں سوائے اپنے اور

کچھ بھی دیکھائی نہیں دیتا۔ کہیں بہت دور سے شایان کے آگینے کا نام لے کر، چلانے کی آواز آئی تو وہ خوف سے کھڑی ہو گئی۔ اُسے جلد از جلد شہر کی حدود تک پہنچنا تھا۔

*

*

چلو کہ صبر کی ساری حدوں کو چھو آئیں
چلو کہ دُکھ کی کوئی انتہا تلاش کریں

"یا اللہ! میری مدد فرما مجھ میں بھاگنے کی اور سکت نہیں ہے" آگینے نے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔ اسکا حلق خشک ہو چکا تھا۔ بھاگ بھاگ کر پاؤں تھک چکے تھے۔ پتہ نہیں اسکا وہم تھا یا حقیقت اُسے دوسری دفعہ بھی شایان کی آواز سنائی دی تو وہ دوبارہ بھاگنے لگی۔ اگر شایان نے اُسے پکڑ لیا تو۔۔۔۔۔

یہ سوچ کر ہی آگینے کانپ گئی۔

سامنے ایک چھوٹی سے مسجد تھی۔ وہ نظر آتے ہی آگینے کی جان میں جان آگئی۔ اُسے اپنے گھر کی طرف لے آیا تھا۔ بھلا اُس کے گھر سے زیادہ بھی کوئی محفوظ پناہ گاہ ہوگی۔ آگینے نے اپنے قدم مسجد کی طرف بڑھا دیئے۔ ایسا لگ رہا تھا مسجد سے آتی روشنی اسکے چاروں طرف گھوم رہی ہو، اسکا سر بھاری ہو رہا تھا۔ آگینے نے اپنے سر سے ڈھلتی چادر درست کی۔ مسجد کا دروازہ بس چند قدم دور تھا اور آگینے کے لیے ایک قدم آگے چلنا بھی اب محال ہو چکا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر گرنے لگی تب دو مضبوط ہاتھوں نے اُسے سہارا دیا۔

خدا نے اُسے محفوظ ہاتھوں میں پہنچا دیا تھا اور وہ ہر خوف و ڈر سے آزاد ہو کر ارد گرد سے بیگانہ ہو گئی۔

*

*

درواز کھٹکنے کی آواز پر مہرین نے 'مرتے ناکیا کرتے کے مصداق' دروازہ کھولا تو سامنے زیادشاہ کو دیکھ کر شذر رہے گئی۔

"فرحت کہاں ہے؟" زیادشاہ نے گرج دار آواز میں پوچھا اور اندر داخل ہوئے انکے تقلید میں مہوش، حیدر اور عائشہ شاہ بھی گھر کے اندر داخل ہو گئے۔

"میں کہتی ہوں کہ تم لوگوں میں کچھ شرم و حیاء بھی ہے یا نہیں جو منہ اٹھا کر اندر چلے آ رہے ہو!" مہرین غصے سے بل کھا کر رہے گئی۔

"فرحت اور آگینے کہاں ہیں" اس بار مہوش نے زیادشاہ کا پوچھا سوال دہرایا۔

"ہمیں نہیں معلوم ہونگی ماں بیٹی کہیں! ہم لوگ فرحت کے پلو سے لگ کر نہیں بیٹھے ہیں" عباس نے کاٹ دار لفظوں کا وار کیا۔

"جھوٹ بولتے ہو تم لوگ تم لوگوں نے ہی فرحت کے ساتھ کچھ کیا ہے۔ تم جیسے گھٹیا اور خود غرض لوگوں کی وجہ سے فرحت بہت پریشان تھی اور

مجھے یقین ہے کہ فرحت اور آگینے کی گمشدگی میں تم لوگوں کا ہاتھ ہے " مہوش
نے زور دے کر کہا۔

"اوبی بی! یہ اپنے ڈرامے بند کرو۔ ہم شریف لوگ ہیں۔ فرحت اور اسکی
حرافہ بیٹی پتہ نہیں کہاں کہاں عیاشیاں کرتی پھر رہی ہیں اور تم نے ہم
شریف لوگوں کو بدنام کر دیا " مہرین نے ہاتھ نچا نچا کرتی لہجے میں کہا۔

"میں تم جیسے شریف لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ حیدر! تلاشی لو
پورے گھر کی، فرحت اور آگینے اس گھر میں ہی ہوں گی! " زیاد شاہ نے دوبارہ
جواب دیا اور مڑ کر حیدر سے کہا، حیدر نے اثبات میں سر ہلایا اور ارد گرد دیکھنے
لگا۔

"بس کرو! بہت چپ رہ چکا ہوں میں، لوگوں کے گھر گھس کر ایسی بے
غرتی کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے تم سب کو! " عباس بھڑک کر بولا۔

تبھی عائشے کمرے سے بے حال ثمرہ کو لے کر باہر آئی۔ ثمرہ کی حالت قابلِ رحم تھی۔ حیدر بھی پوئے گھر کی، اور گھر کے پیچھے بنے تہہ خانے (جو آدھا زمین کے اندر تھا) کی تلاشی لے آیا تھا۔ مگر وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ مگر تہہ خانہ کے آثار دیکھ کر ایسا ضرور لگ رہا تھا جیسے یہاں کسی کوئی رہے کر گیا ہو یا کسی کو قید کیا گیا ہو!

"اس بچی کی کیا حالت کردی ہے تم لوگوں نے" عائشے شاہ نے برہمی سے پوچھا۔

"ہماری بچی ہے، ہم جو بھی کریں اسکے ساتھ تم لوگوں کو پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے اور ویسے بھی پورا گھر چھان لیا ہے تم سب نے یہاں فرحت اور اسکی بیٹی نہیں ہے۔ اب جا سکتے ہو تم لوگ!" مہرین نے حقارت سے کہا اور عائشے شاہ کے ساتھ کھڑی ثمرہ کو کھینچ کر اپنے پاس کیا۔

"اگر تم لوگوں کی تلاشی ختم ہو گئی ہو تو باہر جانے کا دروازہ کھلا ہے" عباس نے زیاد کو بے عزت کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

زیاد شاہ کو مجبوراً وہاں سے آنا پڑا۔ مگر اتنا ضرور سوچ لیا تھا کہ وہ ان لوگوں سے سچ اگلو کر ہی رہے گا۔

* *

مدھم سی سرگوشیاں اُسے اپنے قریب محسوس ہونے لگیں۔ جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا ایسا لگ رہا تھا وہ بہت لمبی مسافت طے کر آئی ہوں اور پاؤں آبلہ پا ہو چکے ہوں۔ مگر منزل ابھی بہت دور تھی، بہت دور!

اس نے دھندلی آنکھوں سے بولنے والے انسان کی طرف دیکھا۔ اسکی شبہ ابھی تک واضح نہیں ہوئی تھی۔ اسنے اپنے ذہن پر زور دیا۔۔۔ کل رات اس بہوش ہونے سے پہلے جس شخص کو دیکھا تھا وہ "زرجان شاہ" تھا۔ سب کچھ یاد آتے ہی وہ کرنٹ کھا کر اٹھ بیٹھی۔

"آرام سے آگینے! ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے!" عائشہ شاہ نے پیار سے کہا
اور اُسے سہارا دے کر بیٹھا دیا۔

"میں۔ میں کہاں ہوں؟" انجانے خوف کے زیرِ اثر وہ ابھی تک گھبراہٹ
کا شکار تھی۔

"تم بالکل صحیح اور محفوظ جگہ پر ہو۔۔۔ جہاں تمہیں ہونا چاہیے۔ میں
تمہارے لیے جو س لے کر آتی ہوں" عائشہ شاہ پتہ نہیں کیا بتانا چاہتی تھیں
، اس وقت آگینے کو کچھ سمجھ نہ آیا۔

اسنے ارد گرد دیکھا، وہ ایک خوبصورت، کشادہ اور آڑسٹک روم میں تھی۔
کھڑکی سے لگے پردوں سے سنہری روشنی چھم سے اندر داخل ہو رہی تھی۔

عائشہ شاہ اسکے لیے جو س لے آئیں اور آگینے کو پہلے جو س تھا دیا جسے لے
کر آگینے نے کچھ بولنے کے لیے لبوں کو جنبش دی۔

"میں بہت شکر گزار رہوں گی آپ کی۔۔۔۔۔۔" وہ آگے بھی بہت کچھ کہنا چاہتی تھی، مگر الفاظ کہیں گم ہو گئے تھے۔

"کیا تم مجھے جانتی ہو؟" عائشہ شاہ کو وہ بہت معصوم لگی۔۔۔ بھولی بھالی سی شہزادی جو راستہ بھٹک کر اس دنیا میں آگئی ہو۔ ہاتھوں میں جوس کا گلاس تھا، آگینے سر جھکائے بیٹھی تھی۔ عائشہ شاہ کے سوال میں سر اٹھا کر اسنے نفی میں سر ہلایا۔

"فرحت نے تمہارے سامنے کبھی عائشہ شاہ کا ذکر تو کیا ہو گا نا؟" عائشہ نے نرمی اور حلاوت سے مسکرا کر پوچھا۔

آگینے حیرانی سے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ لوگ بھلے ایک دوسرے سے سالوں سے نہ ملے ہوں مگر فرحت بیگم نے اُسے سب کے بارے میں بتا رکھا تھا۔

اسکا مطلب زرجان اسے اپنے گھر لے آیا تھا۔ کیا زرجان جانتا ہے کہ وہ
زیر احمد کی بیٹی ہے؟ آگینے یہ سوال عائشہ شاہ سے کرنا چاہتی تھی مگر
خاموشی درمیان میں حائل آگئی۔

عائشہ شاہ اس کے معصوم چہرے کو دیکھا جس پر کرب اور بے بسی کی داستان
رقم تھی۔ کتنے ظالم تھے مہرین اور عباس، عائشہ شاہ کو ان لوگوں سے
نفرت محسوس ہوئی۔

وہ لوگ خالی ہاتھ عباس کے گھر سے لوٹ آئے تھے۔ ان ڈھیٹ لوگوں
نے خود کو اتنا شریف ثابت کیا ہوا تھا کہ آگینے اور فرحت کے کڈنپنگ کا
الزام ان پر نہیں لگایا جاسکتا تھا۔ گھر کی تلاشی لینے کے بعد کوئی ایسا ثبوت
نہ ملا جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ آگینے اور فرحت کو یہی قید کیا گیا تھا۔ اوپر
سے ان لوگوں کا رویہ ایسا تھا کہ آنے والا سمجھدار انسان دوبارہ کبھی ان
جاہل لوگوں کے گھر کا رخ نہ کرتا۔ اور پھر ان لوگوں نے اپنی معصوم بیٹی

کا جو حشر کیا ہوا تھا۔ عائشہ شاہ تو دیکھ کر کانپ گئی۔ جو لوگ اپنی بیٹی پر ایسا ظلم کر سکتے ہیں وہ لوگ دوسروں کو کیا بخشیں گے؟
عائشہ شاہ کو تو مہرین اور عباس نفسیاتی لوگ لگے تھے۔ بہت دیر بعد بھی جب وہ لوگ نامانے تو مجبوراً انہیں خالی ہاتھ واپس آنا پڑا۔ مہوش کو چھوڑ کر جب زیاد اور عائشہ شاہ ولا آ گئے۔

مگر کبھی کبھی انسان جو سوچتا بھی نہیں وہ ہو جاتا۔ انسان جو سوچتا ہے کہ یہ چیز ناممکن ہے تو خدا کے کن کہنے کی دیر ہوتی ہے اور وہ ناممکن چیز ممکن ہو جاتی ہے۔

وہ جو ہر امید توڑ بیٹھے تھے کہ اب ان دونوں کا ملنا ناممکن ہے۔۔۔ تو! آگینے کو شاہ ولا دیکھ کر زیاد اور عائشہ متحیر رہ گئے۔ بانو (میڈ) نے ہی انہیں خبر دی تھی کہ زرجان ایک بیہوش لڑکی کو اپنے ساتھ لایا ہے۔ یقین کی حد تک بے یقین تھے۔ مگر انکی تلاش ختم کر دی گئی تھی۔ آگینے کو ایسی حالت میں دیکھ کر زیاد شاہ کو اپنی بے حسی پر ندامت ہوئی۔ اتنے

سالوں تک زیادہ نے کبھی انکی خیر گیری نہیں کی، ہمیشہ اکاونٹ میں پیسے جمع کروا کر انہیں لگتا تھا وہ اپنا فرض ادا کر چکے ہیں۔ مگر وہ تو اپنے فرض میں ہمیشہ کوتاہی کرتے آئے تھے۔ لوگ باتیں نہ بنائیں اسلیے وہ کبھی دوبارہ آگینے یا فرحت سے نہیں ملے، مگر اتنے سال گزرنے جانے کے بعد لوگ اب بھی ویسے تھے۔ بے حس، بے رحم اور خود غرض! لوگوں کا تو کچھ بھی نہیں بگڑا تھا۔

اگر کچھ بگڑا تھا تو فرحت اور اسکی معصوم سی بیٹی کا۔ کیسی درگور حالت تھی آگینے کی۔۔

زیادہ شاہ شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں تھے۔۔۔
مگر شکر تھا آگینے ٹھیک تھی۔

"آگینے تمہاری والدہ کہاں ہیں؟" عائشہ شاہ نے اس طویل خاموشی کو (جو ان دونوں کی اپنی اپنی سوچوں پر محیط تھی) ایک کرب زدہ سوال سے توڑا۔
عائشہ شاہ اس سے سب سے پہلے یہی سوال کرنا چاہتی تھی مگر تھوڑی دیر پہلے اگر وہ یہ سوال پوچھ لیتی تو آگینے کا نارمل زہن پھر سے منتشر ہو جاتا۔

"انکی۔ دیتھ ہو گئی" کس قرب کی سے آگینے نے یہ چند لفظ ادا کیے تھے، صرف وہی جانتی تھی، اس کرب کی آگ اسے جھلسا گئی اور وہ جھلس کر خاک ہو گئی۔ آنسوؤں شدت سے بہتے ہوئے اسکے ہاتھ میں پکڑے جو س میں گرنے لگے۔ عائشہ شاہ اندر تک کانپ گئیں۔ وہ تو پر امید تھیں کہ آگینے کی وجہ سے فرحت کو ڈھونڈنا بہت آسان ہو جائے گا۔ مگر بہت دیر ہو چکی تھی۔

"آگینے! بس کرو!" عائشہ شاہ کو سمجھ نہیں آیا وہ آگینے کو کن لفظوں میں دلاسا دے۔

"وہ لوگ بہت بہت ظالم ہیں عائشہ آنٹی انہیں میری امی پر زرا بھی رحم نہیں آیا" جو س کا گلاس سائیڈ پر رکھ کو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ ابھی تو یہ زخم تازہ تھا۔۔۔۔۔

ابھی تو اس زخم پر مرہم ہی نہ لگا تھا، اگر لگ بھی جائے تو اس زخم کا درد کبھی کم نہیں ہوگا۔

یہ زخم تو بے درماں (لاعلاج) تھا، ناسور تھا جو زندگی بھر اسے درد میں مبتلا کرتا رہے گا۔

عائشہ شاہ کو افسوس ہوا انہیں اتنا جلدی ایسا سوال نہیں پوچھنا چاہیے تھا۔ آگینے کی بند آنکھوں سے آنسو ابھی بھی جاری تھے۔ عائشہ شاہ نم آنکھوں سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں۔ اس وقت آگینے کو سکون کی ضرورت تھی تاکہ اسکی حالت نارمل ہو سکے۔ وہ اس وقت بہت زیادہ ازیت میں تھی۔۔

میں نے دنیا میں دوزخ کی ازیت پالی
اپنے احساس کو رشتوں کے حوالے کر کے

"عائشہ! آگینے کی طبیعت کیسی ہے؟" زیاد شاہ جیسے ہی آفس سے آئے، فکر مندی سے عائشہ شاہ سے پوچھنے لگے۔

"آگینے ابھی بھی صدمے میں ہے" عائشہ شاہ نے نحیف لہجے میں جواب دیا۔

"کون سے صدمے میں؟" زیاد شاہ کو انہونی کا احساس ہوا۔

"زیاد فرحت __" عائشہ شاہ نے لب بھینچ لیے۔ فرحت کی موت کا بتانے کے لیے اسکے پاس لفظوں کا کال پڑ گیا۔ درد محسوس ہونے لگا۔ پھر آگینے تو اسکی بیٹی تھی پتہ نہیں اس معصوم بچی نے یہ سب کیسے سہا ہوگا۔

"کیا ہوا فرحت کو وہ ٹھیک تو ہے ناں؟" ایک امید، ایک آس تھی انکے لہجے میں جو بہت جلد دم توڑنے والی تھی۔

"وہ __ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ دکھ، درد اور غم اُسے کھا گئے زیاد!" عائشہ شاہ نے روتے ہوئے کہا۔ زیاد شاہ بے بس ہو گئے۔

کیا سے کیا ہو گیا تھا۔۔۔ اور انہیں لگتا آیا تھا کہ وہ زیر احمد کی امانتوں کو سنبھالے ہوئے ہے حالانکہ وہ تو اپنا ایک بھی فرض ادا نہ کر سکے۔ کیا منہ دیکھائیں گے وہ زیر احمد کو، جس شخص کو بچانے کے لیے زیر احمد نے اپنی جان کی پروا نہیں کی۔۔۔ اس شخص نے کیا صلہ دیا تھا۔۔۔ کچھ بھی تو نہیں۔۔۔

زیر احمد کی امانتیں در بدر ہو گئیں اور زیاد کچھ بھی نہ کر سکا۔۔۔ زیاد شاہ کو آج سے پہلے کبھی خود سے اتنی نفرت محسوس نہیں ہوئی۔۔۔

"عائشہ امی! زرجان نے لاونج میں آتے ہوئے عائشہ شاہ کو پکارا تو انہوں نے جلدی سے اپنے آنسو پونچھ لیے۔

"امی! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟" زرجان نے انکے بے حال چہرے کو بغور دیکھا۔

"یہ ٹھیک ہے بس تمہارے لندن جانے کے غم میں آنسو بھائے جا رہے ہیں" زرجان حقیقت سے ناواقف تھا۔ یہاں تک کہ شاید وہ آگینے کو بھی انسانیت کے ناطے گھر لے آیا تھا شاید وہ ابھی تک جان نہیں پایا تھا کہ آگینے زیر احمد کی بیٹی ہے۔ اسلیے زیاد شاہ نے بات پلٹ دی۔

"کیا سچ میں" وہ حیران مگر اسکی نیلی آنکھوں میں واضح شرارت تھی۔ پہلی دفعہ ان آنکھوں میں عائشہ شاہ نے کسی معصوم بچے کی شرارت دیکھی تھی۔ زرجان زندگی کی طرف لوٹ رہا ہے۔ عائشہ شاہ کو آج نیلی آنکھوں کی معصوم شرارت بہت بھائی تھی۔

"سچ میں، میں اپنے بیٹے کے بغیر ایک پل بھی نہیں رہے سکتی اور تم تو ایک مہنے سے بھی زیادہ دنوں کے لیے جا رہے ہو" عائشہ شاہ اداس ہو گئیں۔

"میں بہت جلدی آنے کی کوشش کروں گا" وہ نرم لہجے میں مسکرا کر بولا۔

"لیکن تمھاری ماں تو بور ہو جائے گی اسلیے کہا تھا کہ شادی کر لو ہماری بہو ہوتی تو وقت گزرنے کا احساس بھی نہیں ہوتا" زیاد شاہ نے میٹھا سا طنز کیا۔ جس پر زرجان نے برا سا منہ بنایا۔

بلیک پینٹ، بلیک شرٹ میں ملبوس، قیمتی گلاسز لگائے (جو اسنے لاونج میں آنے سے پہلے سر پر اٹکائے تھے) زرجان بہت وجہی لگ رہا تھا۔ ایک دنیا تھی جو انہیں انکے بزنس کی وجہ سے نہیں بلکہ زرجان کے والد ہونے کی وجہ سے جانتی تھی۔ جس طرح اولاد اپنے ماں باپ کے نام جاننے پر خود پر فخر محسوس کرتی ہے اس طرح ماں باپ جب اپنی اولاد کے نام سے جانے جاتے ہیں تو انہیں بھی خود پر بہت فخر محسوس ہوتا ہے۔ زرجان کو دیکھ کر زیاد شاہ کو بھی خود پر فخر محسوس ہو رہا تھا۔

زیاد اور عائشے اُسے پورچ تک چھوڑنے آئے تو زرجان کو یاد آیا اسکی امپورٹنٹ سی ڈی روم میں رہ گئی ہے۔ وہ اپنے روم میں ڈھونڈنے آیا مگر نہیں ملی تب اسے یاد آیا، کچھ دن پہلے جب اسکے روم کی صفائی ہو رہی

تھی تو وہ نیچے والے روم میں اپنا سامان لے کر کام کرنے کی غرض سے آگیا تھا اور وہ سی ڈی اسی روم میں رکھی ہے۔ مثلاً یہ تھا اُس روم میں ایک عدد لڑکی تھی۔ عائشہ شاہ کو اتنی دور سے بلانا مناسب نہ لگا۔ مجبوراً وہ خود ہی سیڑھیاں اتر، کر نیچے آیا اور روم کا دروازہ کھٹکھٹایا، وہ کچھ منٹ باہر کھڑا رہا تھا تا کہ اندر سے کوئی جواب موصول ہو مگر جواب نہ در۔۔۔ وہ یہ سوچتا ہوا کہ شاید لڑکی سو رہی ہو اندر داخل ہو گیا۔

سائیڈ ٹیبل پر سی ڈی رکھی تھی اور اس سے کچھ فاصلے پر کھڑکی کی طرف چہرہ کیے وہ مجسمہ بنی کھڑی تھی۔ شاید اسے ابھی تک احساس نہیں ہوا کہ روم میں اسکے علاوہ کوئی اور بھی ہے۔

زرجان کے ساتھ کوئی اسکی نڈل کا گھڑاپ نہ کھڑا ہو اس لیے وہ آگینے کو گھر لے آیا تھا۔ اتنی رات وہ اگر کسی عام سے ہو سپٹل میں بھی چلا جاتا تو صبح زرجان کے ساتھ آگینے کے نام سے اخبار اور ٹی وی میں سرخیاں پڑھنے کو ملتیں۔ زرجان کا نام جہاں بھی جس بھی لفظوں میں آئے اسے کوئی فرق

نہیں پڑتا مگر جو لڑکی بہوش تھی (کیونکہ زرجان ابھی تک اسکا نام نہیں جانتا تھا) وہ کسی شریف گھرانے کی تھی ایک بہت ہی پروقار ماں کی بیٹی۔
زرجان نہیں چاہتا تھا کہ اس لڑکی کے نام پر کچھ غلط لکھا جائے اس لیے وہ اُسے شاہ والے آیا۔۔۔

اسنے رات کا واقعہ زیادہ شاہ کو بتا دیا تھا۔ زیادہ شاہ بہت جلد اسے اپنے گھر چھوڑ آئیں گے۔ پتہ نہیں کیا ہوا تھا اسکے ساتھ جو وہ رات میں بد حال بھاگے جا رہی تھی۔ کلب والے واقعے کے بعد زرجان کل اُسے دیکھ رہا تھا۔

زرجان نے سی ڈی ٹیبل سے اٹھائی تو اسکا ہاتھ ساتھ رکھے گلاس سے ٹکرایا۔ جسے زمین پر گرنے سے پہلے زرجان نے پکڑ لیا۔
آگینے نے آواز پر مڑ کر دیکھا تو سامنے زرجان شاہ تھا۔ جس نے کل رات اُسے زندہ درگور ہونے سے بچایا۔ اگر زرجان نہ ہوتا تو وہ "زندہ مثل مردہ" کی مثال بن چکی ہوتی۔ پتہ نہیں وہ کیسے اس شخص کا شکریہ ادا کرے گی۔
اسکا احسان تو وہ زندگی بھر نہیں بھول سکتی۔

"تم — ٹھیک ہو؟" کب سے چھائی خاموشی کو زرجان کے نرمی اور
حلاوت سے پوچھے گئے سوال نے توڑا۔

"جی" فقط اتنا کہہ کر آگینے نے گردن جھکا دی۔

"میں نے ڈیڈ سے کہہ دیا ہے وہ بہت جلد تمہیں، تمہارے گھر چھوڑ دیں
گے۔ تمہاری مدر بھی کافی پریشان ہوں گی ناں!" زرجان آگے بھی کچھ بول
رہا تھا مگر آگینے تو فرحت بیگم کا سن کر ترپ اٹھی۔
اب کوئی بھی نہ تھا جو اسکے لیے پریشان ہوتا۔
اسکی ماں تو خاموشی سے من و مٹی تلے سوچکی تھی۔ اب کوئی بھی نہیں جو
آگینے کے لیے فکر مند یا پریشان ہو۔

"بائے دی وے! اتنی رات میں تم وہاں کیسے پہنچی اور پھر ایسے کیوں
بھاگے جارہی تھی؟" وہ سوال جو کل سے زرجان کے زہن میں ڈیرا جمائے

بیٹھے تھے آخر کار زرجان نے پوچھ ہی لیے۔ جبکہ اس سوال کی جواب میں
آگینے نے بے بسی سے زرجان کو دیکھا۔

کیا بتائے وہ کہ اُسکے اپنوں نے اسکا یہ حال کر دیا۔۔

اسکی ماں چھین کر اسے بے آبرو کر دیا۔ ان لوگوں سے بچنے کے لیے وہ
رات کے پہر اسطرح بھاگ رہی تھی۔ نیلی آنکھوں نے بغور اسکے چہرے
کے بدلتے زاویوں کا جائزہ لیا۔ دکھ، درد، بے بسی اور کچھ کھودینے کا کرب
سب کچھ رقم تھا اس "لڑکی" کے چہرے پر۔۔۔!

"چھوٹے صاحب آپ کو عائشہ بی بی بلا رہی ہیں" بانو نے روم میں آکر
اطلاع دی۔ زرجان اثبات میں سر ہلاتا روم سے باہر چلا گیا۔

"کچھ چاہیے بی بی!" بانو نے مجسمہ بنی آگینے سے پوچھا۔ مگر آگینے نے کوئی
جواب نہیں دیا پھر اسنے سنا ہی نہیں۔

"یہ بی بی تو سچ میں اس دنیا کی نہیں لگتی" بانو منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔ بانو

کو وہ کوئی پری ہی لگی تھی جو بھول بھٹک کر دنیا میں آگئی ہو۔ بانو نے آگینے کے پاس جا کر اسکا ہاتھ پکڑا۔ آگینے چونکی اور شرمندہ ہو گئی نہ اس نے زرجان کے سوالوں کا جواب دیا تھا اور نہ ہی وہ سامنے کھڑی عورت کے سوال کو سمجھ سکی تھی۔ اس وقت تو اسے فرحت بیگم کا دکھ کھائے جا رہا تھا۔ باقی سب کچھ، سب باتیں اور سب لوگ کہیں پیچھے رہ گئے تھے۔

کیسا حساب، کیا حساب، حالتِ حال ہے عذاب
زخمِ نفسِ نفس میں ہے، زہرِ زماں زماں میں ہے

*

*

یہ زیاد اور عائشے تو بھول ہی گئے کہ ان لوگوں نے باقاعدہ اعلان کر کے تم دونوں کی انگیمنٹ کرنی تھی " صبحی نے ناک بھوؤں چڑھا کر کہا۔ اس دن کے بعد زیاد اور عائشے شاہ کا آنا ہی نہیں ہوا۔ حالانکہ زیاد شاہ کہہ کر گئے تھے کہ وہ جلد زرجان اور زرنش کی منگنی کی تقریب کرنا چاہتے ہیں۔ مگر دوسری طرف مکمل خاموشی تھی اور یہ خاموشی صبحی کے کانوں کو چبھ رہی تھی۔ تبھی وہ اتنی بے چین ہو گئی۔

"میں کچھ بول رہی پوزر نش!" غصے میں آکر صبحی نے زرنش کو کمر پر دھپ رسید کی۔

"اف! مام ہزار دفعہ کہا ہے ہاتھوں سے نہیں منہ سے بات کیا کریں" زرنش نے کمر سہلاتے ہوئے ناگواری سے کہا اسنے ہاتھ میں پکڑائی وی کاریموٹ اچھال کر صوفے پر پھینکا۔

"پہلے منہ سے ہی بات کی تھی مگر تم توٹی وی دیکھنے میں اتنی مصروف ہو کوئی، ٹینشن ہی نہیں ہے۔ پھر مجھے ہاتھوں کا استعمال کرنا پڑا" صبحی نے شاید آج ہری مرچیں چبائی ہوئی تھیں تبھی تو اتنا مرچی زدہ لہجے میں بول رہی تھی۔

"زرجان انگلیجمنٹ یا پھر شادی کے بارے میں کیا کہتا ہے؟" صبحی نے بیڈ سے اٹھتی زرنش کو تیکھے چتونوں سے گھورا۔

"تو آپ کے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ زرجان تو میری کوئی بات نہیں سنتا اور زیادہ انکل سے جا کر کہوں کہ اپنے سارے کام کاج چھوڑ کر میری اپنے بیٹے سے انگیجمنٹ کروادیں" زرنش کو بھی پتہ لگ گئے۔

"تم تو عقل سے پیدل ہی رہنا۔ اب مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا" صبحی نے پُرسوج انداز میں کہا۔ زرنش نے اسے ایسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو "میری بلا سے کچھ بھی کریں"

صبحی تو اس انتظار میں بیٹھی تھی کہ کب زیادہ اور کب انگیجمنٹ کی ڈیٹ فلکس ہوگی مگر انتظار انتظار ہی رہا اور اب تو صبحی کے دل میں بہت وسوسے آنے لگے تھے۔ اگر زرجان لندن سے کوئی گوری لے آیا تو۔۔۔۔۔ یہ سوچ کر ہی صبحی کو اپنی آگے کی "عیش و عشرت میں گزرنے والی زندگی" خطرے میں نظر آنے لگی۔ اب تو اسے جلد از جلد کچھ کرنا پڑے گا۔ اگر زرجان ہاتھوں سے نکل گیا تو سمجھو قارون کا خزانہ ہاتھ میں آکر نکل گیا۔

*

*

زندگی رواں دواں رہتی ہے اور وقت گزرتا چلا جاتا ہے۔
زخم مندمل ہونے لگتے ہیں
مگر۔۔۔۔۔

زخم سے اٹھتی درد کی ٹیسیں ہمیشہ اول روز کی طرح رہتی ہیں۔
کتاب زیست میں یہ زخم درد کی سیاہی سے لکھ دیئے جاتے ہیں۔ کتاب
زیست میں آگے کتنے ہی اوراق کیوں نہ پلٹ دیئے جائیں۔۔۔۔۔
مگر۔۔۔۔۔

جب کتاب زیست کے اوراق الٹ پلٹ ہوتے ہیں اور ماضی ان اوراق
سے چھلکنے لگتا ہے تو درد کی سیاہی سے لکھے گئے زخم پھر سے انسان کی دنیا
تہہ وبالا کر دیتے ہیں اور وہ چاہ کر بھی ان زخموں سے چھٹکارا حاصل نہیں
کر سکتا بلکہ یہ زخم تو اول روز کی طرح تروتازہ ہو جاتے ہیں۔

آگینے زیر احمد کا زخم بھی اول روز کی طرح تازہ تھا۔ ایک ماہ ہو چکا تھا مگر
ایسا لگتا تھا، فرحت بیگم ابھی اُسے چھوڑ کر گئی ہو۔
یہ زخم کیوں نہیں بھرتے؟

کاش! ان زخموں کا مداوا عجب ہوتا تو آج اسکی زندگی یوں ویران نہ ہوتی!

اسکی آنکھیں یکدم پُر نم ہوئیں۔ پلکوں کہ باڑ توڑ کر آنسو جائے نماز پر گر کر اپنی بے بسی کی فریاد کرنے لگا۔

اس ایک ماہ میں عائشے، مہوش، زیاد انکل، صباء اور وانیہ سب نے اسکا بہت خیال رکھا۔ سب کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ وہ اب زندگی کو بہتر طریقے سے جینے لگی تھی۔ صبا اور وانیہ اسے یونی لے کر جانا چاہتی تھیں مگر اب بھی اسے شایان لا خوف محسوس ہوتا۔ اگر وہ یونی آگیا تو۔۔۔۔۔ وہ اب کبھی یونی نہیں جائے گی۔ اسنے صباء اور وانیہ سے کہہ دیا تھا۔

وہ اب بھی شاہ والا میں تھی حالانکہ اسنے کئی دفعہ زیاد شاہ سے کہہ دیا کہ وہ اُسے ہوسٹل چھوڑ آئیں۔ لیکن زیاد شاہ کچھ بھی سننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ "وہ اس گھر کی بیٹی تھی اور اب اس گھر سے کہیں نہیں جائے گی" زیاد شاہ ہمیشہ اُسے یہ کہتے تو وہ خاموش ہو جاتی۔ مگر کب تک؟ ایک نہ ایک دن تو

اُسے شاہ ولا چھوڑ کر جانا پڑے گا اور پھر زرجان بھی آجائے گا، پھر اسکا
یہاں رہنا ناممکن ہو جائے گا۔

آج نہیں تو کل اسے جانا پڑے گا اور پھر سے انسانوں کے حلیے میں چھپے
بھیڑیوں کا تن تنہا سامنا کرنا پڑے گا۔
مگر یہ سب آسان تو نہ تھا۔

فرحت بیگم اسکا حوصلہ، اسکی ڈھال، ہمت اور اسکا سب کچھ تھی۔ اب
فرحت بیگم کے بغیر وہ کم ہمت، بزدل اور ڈرپوک ہو گئی ہے۔ وہ دنیاوی
حیوانوں کا سامنا نہیں کر سکتی۔

اسکے جسم پر لگے زخم سے اٹھتا درد صرف اسے ہی محسوس ہوتا ہے باقی
سب کو مندمل ہوتے زخم نظر آتے ہیں۔ کسی کو کیا خبر آگینے زیر احمد اندر
سے کتنی ویران اور کھوکھلی ہو چکی ہے۔

دو نرم ہاتھوں نے اسکے آنسو صاف کیے۔ آگینے نے بند آنکھیں کھولیں تو اسکے سامنے عائشہ شاہ بیٹھی تھی۔

"آگینے بیٹا! اسطرح نہیں روتے، کیا حالت بنا دی ہے اپنی!" عائشہ شاہ نے اسکے قطار در قطار بہتے آنسوؤں کو صاف کیا۔

"عائشہ آنٹی! یہ سب میرے ساتھ ہی کیوں ہوا؟ میں نے تو کبھی کسی کا برا نہیں چاہا۔ پھر میرے ساتھ اتنا برا کیوں ہو گیا۔ میری امی مجھ سے چھین لی گئی۔ م۔ میں انکے بغیر نہیں رہ سکتی میری قسمت اتنی بری کیوں ہے؟" وہ شدت سے رونے لگی۔

"ایسا نہیں کہتے میری بچی! جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا وہ ہم بدل نہیں سکتے، نہ ہی فرحت کو واپس لا سکتے ہیں۔ اسطرح مت رویا کرو۔ تمہیں اسطرح روتا دیکھ کر ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ آبی! ہم سب کو اسطرح تکلیف نہ دیا کرو اور فرحت کو بھی تمہارے آنسوؤں کی نہیں بلکہ دعاؤں کی ضرورت

ہوتی ہے تاکہ تمھاری دعاؤں کے زیرِ اثر فرحت کو اُس جہان میں بھی سکون ملتا رہے "عائشہ شاہ سے آگینے کی ایسی حالت دیکھی نہ گئی اس لیے وہ آگینے کو پیار سے سمجھانے لگیں۔

آگینے تو یہ سوچے بیٹھی تھی وہ اس دنیا میں تنہا ہے اور اسکے اندر کا غم بھی صرف اسے محسوس ہوتا ہے۔ مگر اسکے ساتھ جڑے سب لوگ اسکے غم میں شریک تھے۔ ان سب کے ہوتے ہوئے وہ تنہا تو نہیں تھی۔ پھر وہ کیوں اپنے قسمت کو برا بھلا کہہ کر ناشکری کر رہی تھی۔

"اپنی قسمت کو برا مت کہو آگینے ہو سکتا ہے تمھاری قسمت پر صرف تمہیں ہی نہیں بلکہ ایک دنیا کو اس پر رشک ہو!" عائشہ شاہ کی بات سن کر آگینے نے انہیں ایسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو "بھلا کھوکھلی قسمت والوں پر بھی کسی نے رشک کیا ہے؟" اور شاید اسکی آنکھوں میں رقم یہ تحریر عائشہ شاہ نے بھی پڑھ لی۔

"میں مانتی ہوں آگینے! فرحت کے بغیر تمہاری زندگی ادھوری ہے۔ اور تمہاری زندگی کا یہ ادھورا خانہ کوئی بھی پُر نہیں کر سکتا۔ مگر اس ادھوری زندگی میں اور کردار بھی ہونگے جو تمہاری ادھوری زندگی کو مکمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ آگینے! زندگی میں جو لوگ آتے ہیں انہیں ایک نہ ایک دن جانا پڑتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ جانے والے کو اپنی دعاؤں کے سنگ رخصت کریں تاکہ انہیں بھی سکون حاصل ہو۔ اس دنیا میں اور بھی ہزاروں لوگ ہوں گے جن کا غم بالکل تمہارے جیسا ہوگا۔ مگر وہ لوگ آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ زندگی اسی کا نام ہے۔ اگر آگے بڑھنے میں کہیں ڈگمگاؤ گی تو ہم سب ہیں تمہیں تھامنے کے لیے۔ بس تم ایک دفعہ کوشش تو کرو!" عائشہ شاہ نے سمجھانے کی کوشش کی۔

"یہ سب بہت مشکل ہے عائشہ آنٹی!" وہ ہار مانتے ہوئے بولی۔

"اچھا۔! میں تمہیں ایک بات بتاتی ہوں پھر شاید تمہیں سمجھ آجائے کہ ہماری قسمت اتنی بری بھی نہیں جتنی ہم سمجھتے ہیں!" عائشہ شاہ اسکا ہاتھ

پکڑ کر اٹھایا، پھر جائے نماز تہہ کر کے رکھی اور آگینے کو لے کر بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

"ہم دونوں کے غم بھلے ہیں الگ الگ ہوں مگر میری طرح تم بھی اپنی قسمت کو برا بھلا کہہ رہی ہو۔ بس یہ ایک چیز ہمیں ایک جیسا بنا رہی ہے!" عائشہ شاہ نے آگینے کو کچھ بتانا شروع کیا۔

"زیادہ شاہ اور میرا رشتہ بچپن سے طے تھا۔ کزن ہونے کے ناطے زیادہ اکثر میری بہت کئیر کرتے تھے اور میں نادان اس کئیر کو محبت سمجھ بیٹھی۔ میں اس رشتے کو لے کر خوبصورت خواب بننے لگی تھی، خوابوں کا سوداگر بھی مجھ پر مہربان رہا اور میں جوانی کی دہلیز تک وہ خواب بنتی رہی مگر نیلم نے میرے سارے خواب کرچیوں میں بکھیر دیئے۔"

میں ہمیشہ سوچتی تھی۔ میری زندگی برباد کرنے نیلم کیوں آئی۔ اگر زیادہ کو میرا ہی ہونا تھا تو خدا اُسے پہلے ہی مجھے دے دیتا۔ زیادہ کو میری تقدیر میں لکھ کر کس اور کو کیوں دیا گیا۔ میں بھی تمہاری طرح سوچتی تھی جب میں نے کسی کا ساتھ برا نہیں کیا تو میرے ساتھ کیوں برا کیا گیا۔ مجھے لگتا تھا میں دنیا کی سب سے بد قسمت لڑکی ہوں۔

میں بھی ناشکری کر رہی تھی اپنے رب کی جو ہمیں ستر ماؤں سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے پھر بھلا اتنی محبت کے بعد ہماری قسمت کیسے بری ہو سکتی ہے۔

جب زیادہ مجھے چاہیے تھا۔ تو وہ کسی اور کا ہو گیا۔ نیلم وہ عورت جس نے مجھے جیتے جی مار دیا۔ وہ زیادہ کو حاصل کر کے فاتح ہو گئی تھی اور میں سوائے اپنی قسمت پر ماتم کے سوا کچھ نہیں کر سکی۔ وقت تھوڑا آگے سرکا تو میرے بابا نے میری شادی اپنے دوست کے بیٹے سے کروادی۔ دو سال گزرنے کے بعد بھی میں خالی گود رہی۔ جبکہ نیلم ایک شہزادے جیسے بیٹے کی ماں بن چکی تھی۔ میں جب بھی اپنے بابا کے ہاں آتی

تو چپکے سے زرجان کو ڈھیر سارا پیار کرتی کیونکہ زیاد اکثر زرجان کو بابا سے ملانے کے لیے آتا تھا۔ یہ بھی عجیب بات تھی میں نیلم سے جتنی نفرت کرتی تھی زرجان سے اتنی ہی محبت تھی۔

مزید وقت آگے دوڑا تو سب لوگ مجھے بے اولادی کا طعنہ دینے لگے۔ منخوس، سبز قدم اور پتہ نہیں کیسے کیسے لفظ مجھے میرے سسرال میں دیئے گئے تھے۔ میں بانجھ تھی اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں تھا بلکہ سارا قصور تو میری کھوکھلی قسمت کا تھا۔ تبھی تو میری کوکھ خالی تھی۔ اپنے شوہر کا ساتھ ہونے کی وجہ سے میں سب کچھ سہہ گئی۔ مگر ابھی میری قسمت میں اور بربادی لکھی تھی اور میں بیوگی کی چادر اوڑھ کر دوبارہ اپنے بابا کے گھر آگئی۔

یہ سب ایسا تھا جیسے کچھ پل میری زندگی کسی نادیدہ جھونکے کی زد میں آکر بکھری اور بکھری زندگی پھر سے سمٹنے لگی۔

جینے کی امنگ ختم ہونے کے بعد مجھے زیاد مل گیا۔ میں نے کبھی یہ نہیں چاہا تھا کہ نیلم کی زندگی برباد ہو۔ برباد ہونے کی تکلیف میں خود پر جھیل چکی تھی۔ اس لیے کبھی نیلم کو برباد کرنے کے لیے نہیں سوچا۔ مگر تقدیر کو ایسا منظور تھا۔ جب مجھے زیاد شاہ چاہیے تھا وہ نیلم کو عطا کر دیا گیا اور جب مجھ میں جینے کی لگن ہر آس ختم ہو گئی تو وہ مجھے مل گیا۔ عائشے تو اُسی دن مر گئی تھی جب اُسے یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ کبھی ماں نہیں بن سکتی۔

مگر وہ جو رب ہے نہ وہ ہر وہ چیز عطا کر دیتا ہے جو ہمارے گماں میں نہیں ہوتی۔ زرجان کے ملنے کے بعد میری ممتا سیراب ہو گئی۔ جب زرجان مجھے امی کہتا ہے تو مجھے اپنا آپ معتبر لگنے لگتا ہے۔ زیاد اور زرجان دونوں ہیں میرے پاس پھر بھلا کوئی بانجھ عورت میری طرح خوش قسمت ہوگی۔ جس کے پاس شہزادوں جیسا بیٹا اور محبت کرنے والا شوہر ہو۔

تب مجھے پتہ چلا نیلم تو میری زندگی سنوار گئی ہے۔ اگر وہ ہماری زندگی میں نہ آتی تو آج میری زندگی ویران ہوتی۔ اگر میری شادی پہلے زیاد شاہ سے ہو جاتی

تو انہیں اولاد کی وجہ سے دوسری شادی کرنی ہی پڑتی پھر عائشہ کے پاس نہ زیادہ ہوتا نہ زرجان بلکہ میں تو آج بھی خالی دامن، خالی گود رہتی۔

مگر میرے رب مہربان نے میری زندگی بہت خوبصورت بنائی ہے میں جتنا شکر ادا کر لوں کم ہے۔ میں نیلم کی خوشحال زندگی کے لیے بھی ہمیشہ دعا گو رہتی ہوں کیونکہ اسکی وجہ سے آج میں مکمل ہوں اور خوشحال زندگی گزار رہی ہوں۔

آبی! ہماری تقدیر میں جو بھی لکھا ہوتا ہے وہ ہمارے لیے بہتر ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیں اپنی تقدیر پر نہیں رونا چاہیے "عائشہ شاہ نے پیار سے اپنی گود میں رکھے آگینے کے سر میں ہاتھ پھیرنے لگی۔

"انسان کے غم بھلے ہی الگ الگ نوعیت کے ہوں مگر ان غموں سے ملنے والے درد کی تاثیر ہمیشہ ایک جیسی ہوتی ہے۔ مجھے امید ہے تم بہت جلد آگے بڑھنے کی کوشش کرو گی۔

"میں۔۔ ضرور کوشش کروں گی" آگینے سر اٹھا کر آہستگی سے کہا۔ سچ میں دنیا میں رہتے ہزاروں لوگ اپنے اندر کوئی نہ کوئی غم چھپائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسے بھی اب آگے بڑھنا ہوگا۔

"چلو اٹھی آگینے کھانا کھا لو۔ دیکھو کیا ٹائم ہو گیا، تم ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے اسٹڈی روم میں آئی تھی اور اب مغرب ہو رہی ہے۔ صبح سے تم نے کچھ نہیں کھایا ہے۔ جلدی اٹھو شاباش!" عائشہ شاہ نے پیار سے آگینے کو کہا اور دونوں اسٹڈی روم سے باہر نکل آئیں۔

*

*

عشق تیری انتہا، عشق میری انتہا
تو بھی ابھی ناتمام، میں بھی ابھی ناتمام

وہ سایہ شہزادی سے چند قدم آگے چل رہا تھا، مگر شہزادی کو لگ رہا تھا وہ ان چند قدموں کی مسافت کبھی نہیں طے کر سکے گی۔

اسکی وادی اپنا حسن کھو کر کسی بیوہ کی طرح لگ رہی تھی۔ وہ روش پار
کر کے زمین پر آگئی۔ پیروں کے نیچے پتے چرم رانے لگے۔ بہت دور اُسے
ایک چبوترہ نظر آیا۔

بہت حسین چبوترہ!

مگر وہاں تک پہنچنے کے لیے اُسے لمبا سفر کرنا تھا۔ اسکے پاؤں شل ہو چکے
تھے۔

وہ آہستہ رومی سے آگے بڑھتی اور مرجھائے پودوں کو چھوتی جا رہی تھی۔
چند موتی اُسکی آنکھوں سے ٹوٹ کر زمین پر گرے اور پھر
وہ ہوا جو شہزادی کے گماں میں بھی نا تھا۔۔۔۔۔
مرجھائے پھول خود بہ خود کھل اُٹھے۔۔

آسمان پر چھائے دھبے آہستہ آہستہ ختم ہو گئے۔۔۔
اب چاندی نہیں بلکہ سنہری رنگ کی زرفشاں آسمان سے برسنے لگی تھی۔۔
آسمان کی وسعتوں میں میں سنہرا سورج کبھی چھپنے لگا، کبھی جھانکنے
لگا۔۔۔

خوبصورت پہاڑوں سے سترنگی آبشار بہنے لگے۔۔۔۔۔

ارد گرد ہوائیں رقص کرنے لگیں۔۔۔۔۔ پرندے آسمان پر جھوم جھوم کر
خوشے کا اظہار کرنے لگے۔۔۔

پیڑ، پودوں میں نکھرتی تروتازگی اور ہریالی وادی دل کو حسین بنانے لگی!

ایسا لگ رہا تھا وہ تپتے ریگستان سے نخلستان میں آگئی ہو۔۔۔۔۔
وہ جو تہی دست و تہی داماں تھی۔۔۔۔۔ بانصیب ہو گئی تھی۔۔۔۔۔
شہزادی حیران ہوئی۔۔۔۔۔ بڑے مصومانہ انداز میں۔۔۔۔۔
اسکی رگ رگ میں سرشاری اُترنے لگی۔۔۔۔۔
وہ خوشی سے کھلکھلانے لگی۔۔۔۔۔

اور اسکی کھلکھاہٹ نے آگے چلتے سائے کے قدم جکڑ لیے۔ وہ پلٹا اور
شہزادی کے چہرے پر چھائے خوشی کے رنگ دیکھ کر مبہوت رہ گیا۔۔۔۔۔

اور وہ جو محبت ہے نا وہ دونوں کے دیکھ کر مسکرا اٹھی۔۔۔۔۔ اتنی تکلیفوں
کے بعد آخر وہ دونوں سائے ایک دوسرے کے ساتھ تھے۔۔۔۔۔ ہاں! ابھی
چند قدموں کی دوری تھی۔۔۔۔۔ جسے دونوں نے طے کرنا تھا۔۔۔۔۔

محبت خود پر نازاں ہونے لگی۔۔۔ دونوں نے "محبت ش کو معتبر رکھا تھا۔
اسکا احترام کیا تھا۔۔۔ پھر تو بہت کو خود پر فخر ہونا ہی تھا۔۔۔۔۔
وہ اترائی۔۔۔ بڑے دلبرانہ انداز سے۔۔۔۔۔
اور اگر جو محبت کا کوئی اور نام ہوتا تو وہ
"من و تو" ہوتا۔۔۔

پاک محبت، کسی شیشے کی طرح شفاف جس میں کوئی کھوٹ نا ہو فقط احترام
ہو۔۔۔۔۔
تعظیم ہو۔۔۔۔۔

لیکن یہ محبت ان دونوں کو اپنے اصل "من و تو" سے محبت کے عوض ملی
تھی۔۔۔۔۔ احترام لازم تھا اور شکر بھی۔۔۔۔۔!

گھٹنوں تک آتی سفید لمبی فرائ، تنگ پائجامے اور سفید دوپٹے (جس کے
کناروں پر موتی لگے ہوئے تھے) جو سر سے ڈھلک کر کندھوں پر آچکا تھا۔ وہ

سادگی میں بھی اپنی مثال آپ تھی۔ صبح کی روشنی سے پھوٹی نو خیز کلیوں کو چھوٹی وہ آگے بڑھ رہی تھی۔

اپنے اندر پنتے غم کو اسنے اپنے اندر ہی رہنے دیا۔ فرحت بیگم کا غم کبھی بھلائے نہیں بھولے گا۔ مگر اب وہ اپنے غم کو اتنی فوقیت نہیں دے گی کہ خوشیاں ہی روٹھ جائیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ وہ بھی سنبھل جائے گی۔ یہ زندگی غم منانے کے لیے نہیں ملی بلکہ خدا کی عبادت اور شکر ادا کرنے کے لیے ملی ہے۔ آگینے فرحت کی بیٹی ہے وہ فرحت جس نے کبھی اپنے غم کو فوقیت نہیں دی اور اب آگینے بھی ایسا کرے گی۔ اسکی زندگی سنوارنے کے لیے اسکی ماں کی دعائیں ہی کافی ہیں۔ اب وہ کبھی بھی اپنی زندگی یا قسمت کو برا بھلا نہیں کہے گی۔

اب وہ کافی بہتر ہو چکی تھی۔ اسے شاہ والا رہتے ہوئے دو ماہ ہونے والے تھے۔ عائشے اور زیاد شاہ آگینے کو زندگی کی طرف لوٹتا دیکھ کر پرسکون ہو چکے تھے۔

لان میں بیٹھے صبح کی چائے پیتے عائشے اور زیادشاہ زرجان کو دیکھ کر خوشی سے نہال ہو گئے۔ زرجان نے چند دن پہلے آکر زیاد اور عائشے کو سر پرائز ہی دے دیا تھا۔

اس فیملی میں آبگینے زیر احمد کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ یہ سوچ کر وہ نظریں جھکا گئی۔ زیاد اور عائشے، زرجان کو لے کر اندر چلے گئے تھے اور آبگینے بت بنی کھڑے یہ سوچ رہی تھی اب اُسے اندر جانا تھا۔۔۔۔۔

[illegible]

*

*

جاری ہے۔۔۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

"کچھ لوگ بہت ہی ڈھیٹ ہوتے ہیں" قندیل نے بظاہر نارمل انداز میں کہا تھا۔ مگر حیدر جانتا تھا یہ اسے سنانے کے لیے کہا گیا ہے۔

"تمہاری طرح" وہ حیدر ہی کیا جو حساب برابر نہ کرے۔

"میری مثال بعد میں دینا پہلے خود پر غور کر لو" قندیل نے دوبارہ جواب دیا۔

"اگر تم خاموش نہ ہوئی تو میں تمہیں چلتی کار سے باہر پھینک دوں گا" حیدر نے تپ کر کہا۔ کل رات سارا دن ڈیوٹی دینے کے بعد وہ صبح میٹھی نیند کی غرض سے اپنے اپارٹمنٹ جا رہا تھا۔ لیکن قندیل کہ یہ بتانے پر کہ وہ ایئرپورٹ پہنچ چکی ہے۔ ناچاہتے ہوئے بھی اسے ایئرپورٹ کا رخ کیا۔

"پھینک کر دیکھاؤ تو زرا۔۔۔۔۔" وہ بھنائی۔ حیدر نے کچا چبا جانے والے انداز میں قندیل کو دیکھا۔

"آہا۔۔۔۔۔ دیکھا۔۔۔۔۔ تم یہ نہیں کر سکتے، اگر ایسا کرنے کا سوچا بھی
ناں تو میرا بھائی تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا" قندیل فخر سے اترائی۔

"مجھے زرجان سے ڈر نہیں لگتا۔۔۔ بار بار بلیک میل کرنے کی ضرورت
نہیں ہے" حیدر نے فل اسپید پر کار چلانا شروع کر دی تاکہ قندیل کو ڈر لگے
کیونکہ یہ واحد چیز تھی جس سے قندیل بچوں کی طرح ڈرتی تھی۔

"آرام سے حیدر جس اسپید پر تم کار چلا رہے ہو۔ اس اسپید پر ہم گھر نہیں
اوپر پہنچ جائیں گے" قندیل نے بظاہر خود کو نارمل رکھا مگر اندر ہی اندر وہ
بہت ڈر گئی تھی۔

"ہم تو اوپر جائیں گے، ساتھ میں محبوب کو بھی لے کر جائیں گے" حیدر نے
بڑے پیار بھرے انداز میں کہا، جیسے وہ سوز لینڈ جانے کی بات کر رہا ہو۔

"دو مہینوں میں انتہائی بدتمیزی ہو گئے ہو تم!" قندیل نے غصے سے کہا۔
پچھلے دو ماہ سے وہ ہو سٹل میں ایگزیم کی تیاری کرنے اور پھر ایگزیم دینے
میں مصروف رہی۔ یہاں تک کے وہ زرجان کو لندن جانے کے لیے سی
آف بھی نہیں کر پائی تھی۔ دو ماہ میں وہ نہ نیلم کے پاس گئی تھی نہ ہی
عائشہ کے پاس، کل زرجان لندن سے واپس آیا تھا جبکہ کل قندیل کا لاسٹ
ایگزیم تھا۔ آج صبح ہی وہ پہلی فلیٹ سے، زرجان سے ملنے کے لیے آچکی
تھی مگر اسکا اچھا خاصا موڈ حیدر خراب کر چکا تھا۔

"اور ان دو ماہ میں تم کافی خوبصورت ہو گئی ہو" حیدر نے جس انداز میں
قندیل کی تعریف کی، قندیل کا دل کیا، وہ اپنا سر پیٹ لے۔۔۔

پندرہ منٹ بعد بھی جب قندیل خاموش بیٹھی رہی تو حیدر نے اسپید کم کر
دی۔ اس کے چہرے کے زاویے بتا رہے تھے کہ قندیل درانی سخت خفا ہو چکی
ہے۔۔۔۔

*

*

"کیا ہوا آبی! کوئی پریشانی ہے کیا؟" صبا جو کب سے آگینے کی خاموشی نوٹ کر چکی تھی، آخر کار وجہ پوچھنے لگی۔

"نہیں صبا بس امی کی یاد آرہی تھی" آگینے نے اداس لہجے میں کہا۔

"کیا اسکے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں؟" صبا جانتی تھی وجہ کچھ اور ہے۔ جواباً آگینے نے نفی میں سر ہلایا۔

" Handsome boy where are you ? "

اس سے پہلے کے صبا مزید سوال کرتی۔ کسی لڑکی کی کھنکھاتی آواز نے دونوں کو چونکا دیا۔ وہ دونوں روم سے باہر آئیں تو عائشہ شاہ ایک خوبصورت لڑکی کو گلے لگائے کھڑی تھیں۔

"کیسے ہو حیدر؟" عائشہ شاہ نے پیار سے حیدر سے پوچھا۔

"اب تک تو ٹھیک تھا مگر لگتا ہے آج کے بعد مجھ معصوم کا ٹھیک رہنا مشکل ہوگا" حیدر نے قندیل کی طرف دیکھ کر اشارہ کیا تو عائشہ شاہ مسکرا دیں۔ جبکہ قندیل نے غصے سے حیدر کو دیکھا۔

"میں بھائی کو بلا کر لاتی ہوں۔ مجھے پتہ ہے اگر میں یہاں سے چلاتی رہی تو وہ کبھی بھی اپنے روم سے باہر نہیں نکلیں گے" قندیل نے کہتے ساتھ ہی دوڑ لگا دی۔ لیکن سیرھیوں میں استعادہ دو عدد لڑکیوں کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔

"السلام علیکم! آگینے کی آنکھوں میں اسکے لیے شناسائی تھی۔ اس لڑکی کی وجہ سے وہ سنسان راستے سے گھرتک پہنچی تھی۔

"وعلیکم السلام" قندیل نے جواب دے کر سوالیہ نظروں سے عائشہ شاہ کو دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو یہ دونوں کون ہیں؟

"قندیل یہ آگینے اور صباء ہیں" عائشہ شاہ نے قندیل کی سوالیہ نظریں پڑھ لیں۔ صباء کو اسکے والدینے آئے تو وہ چلی گئی۔ جبکہ آگینے کچن میں، مہمانوں کے لیے کچھ لینے چلی گئی۔

خیر یہ اتفاق تھا یا قسمت خراب تھی۔
صباء کے جاتے ہی زرنش اور صبحی شاہ ولاد داخل ہوئے۔

"آبی! تم یہ سب چھوڑو۔ میں خود کر لوں گی" عائشہ شاہ نے پیار سے منع کیا۔

"عائشہ آنٹی! آپ مہمانوں کے ساتھ بیٹھیں۔ میں کون سا روز روزیہ کام کرتی ہوں آج ہی تو موقع ملا ہے ورنہ آپ تو مجھے کچن میں گھسنے کا موقع ہی نہیں دیتیں" آگینے نے فرائی کبابوں کو سلیقے سے ڈش میں رکھا۔ عائشہ شاہ اسکے سلیقے کو دیکھ کر مسکرا دیں۔

"بانو! ایک کام کروں، لنچ کے لیے اچھا سا احتتام کر لو زرنش اور صبحی بھی آگئے ہیں۔ شاید لنچ کر کے جائیں گی" عائشہ شاہ نے گوشت صاف کرتی بانو سے کہا۔ بانو نے اثبات میں سر ہلایا تو عائشہ شاہ ڈرائنگ روم میں چلیں گئیں۔ جبکہ آگینے زرنش کا نام سن کر چونک گئی تھی۔ کیونکہ اسے تھپڑ والا وقع یاد آگیا تھا۔

اسنے سوچا سب لوازمات بانو کے ذریعے ڈرائنگ روم میں بھجوادے مگر عائشہ شاہ کیا سوچے گی۔ یہی سوچ کر وہ خود ڈرائنگ روم میں لوازمات سے بھری ٹرالی لے کر داخل ہوئی۔

آگینے پر نگاہ پڑتے ہی زرنش کے چہرے کی ہنسی غائب ہو گئی۔ یہ لڑکی یہاں کیسے؟ کیوں اور کس وجہ سے ہے؟ زرنش کے زہن میں ڈھیروں سوال نے ایک ساتھ جنم لینا شروع کر دیا۔ انگوری رنگ کی شلوار قمیص میں سلیقے سے سر پر دوپٹہ جمائے کسی بھی زاویے سے وہ گھرنو کروں میں شمار نہیں ہو رہی

تھی۔ لیکن۔۔ ایک موقع زرنش کو مل چکا تھا اور اب وہ یہ موقع ہاتھ سے نہیں جانے دے سکتی تھی۔

"عائشے آنٹی! آپ کی "نوکرانی" تو بہت سلیقے سے کام کرتی ہے۔ ایکچولی مجھے بھی اپنے کاموں کے لیے ایک لڑکی کی تلاش تھی۔ آپ کے گھر آکر لگتا ہے میری تلاش ختم ہو گئی۔ ویسے آپ اسے کتنی سیلری دیتی ہیں۔۔۔۔؟ میں زیادہ کام نہیں کرواؤں گی اور سیلری بھی دو گنی دوں گی" زرنش نے اہانت آمیز لہجے میں، اسے چائے کا کپ پکڑاتی آگینے پر طنز کیا۔ اس قدر زلت پر آگینے سرخ پڑ گئی۔ ڈرائنگ روم میں آتا زرجان بھی یہ سب کچھ سن چکا تھا۔ زرنش کی بات سن کر عائشے، حیدر اور قندیل کے چہروں پر ناگوار تاثرات آ گئے۔

"زرنش! یہ نوکرانی نہیں میری بھانجی ہے۔ میری خالہ زاد بہن کی بیٹی آگینے زیر احمد" عائشے شاہ نے جھوٹ بول کر زرنش کو منہ توڑ جواب دیا۔

"اوہ! ایکچولی اسکا لک (look) دیکھ کر مجھے لگا کہ یہ میڈ ہے" زرنش نے چالاکی سے بات بدلی ویسے بھی اتنے لوگوں کے درمیان آگینے کو بے عزت کر کے اسکے کلیجے کو ٹھنڈک پہنچ چکی تھی۔

"دوسروں کے حلیے سے اندازہ لگانا کوئی اس چڑیل سے سیکھے۔ جبکہ اپنے لک سے زرنش کسی بھوتنی سے کم نہیں لگتی" قندیل بڑبڑائی۔

"آگینے آؤ اب تم بھی بیٹھو صبح سے کسی نہ کسی کام میں لگی ہوئی ہو" عائشہ شاہ نے پیار سے اسے اپنے پاس بلایا۔ وہ جھجھکتی ہوئی عائشہ شاہ کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"تمہارے ماں باپ کہاں ہیں؟" جوان جہان لڑکی کو زرجان کے گھر منڈلاتے دیکھ کر صبحی کو ہول اٹھنے لگے تھے۔

"انکی دیتھ ہو چکی ہے" آگینے نے رندھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ جبکہ صبحی کے کان کھڑے ہو گئے۔ ماں باپ نہیں ہونے کا مطلب اب وہ مستقل اس گھر میں ڈیرہ ڈال کر رہے گی۔

"پھر کوئی اور رشتہ دار تو ہوں گے ناں؟" صبحی نے اگلا سوال کیا۔ جواباً آگینے نے نفی میں سر ہلایا۔

"اچھی بات ہے عائشہ بہن زیاد شاہ نے ایک یتیم لڑکی کو اپنے گھر پناہ دی ہوئی ہے۔ ورنہ کون آج کے دور میں اتنا مہربان ہوتا ہے" صبحی بظاہر خوش دلی سے بولی۔ مگر اندر ہی اندر اسے آگینے کے معصوم چہرے پر تیزاب ڈالنے کا دل کر رہا تھا۔ باقی سب خوش گپوں میں مصروف رہے جبکہ صبحی سارا وقت آگینے کو شاہ والا سے نکالنے کے بارے میں سوچتی رہی۔ جبکہ آنے سے پہلے وہ عائشہ شاہ کے کانوں میں ایک بات انڈیل آئی تھی۔

*

*

"عائشے بہن! کسی یتیم کو پناہ دینا تو اچھی بات ہے لیکن اس بات کا خیال ضرور رکھیں۔ آپ نے جس لڑکی کو گھر میں رکھا ہے وہ کوئی بوڑھی یا بچی نہیں ہے جبکہ جوان جہان اور دیکھنے میں حسین ہے۔۔۔ اس گھر میں بھی دو مرد رہتے ہیں (وہ صرف زرجان ہی نہیں زیاد شاہ کو بھی بیچ میں گھسیٹ لائی) کل کلاں کو کچھ الٹا سیدھا ہو گیا تو پھر آپ کو اس لڑکی کے ساتھ کی گئی نیکی بہت مہنگی پڑ جائے گی" صبحی کے کہے گئے الفاظ ابھی تک عائشے شاہ کے زہن میں چکرار رہے تھے۔ آج صبحی اور کل کوئی اور پرسوں کوئی اور۔۔۔۔۔ ہر کوئی ایسی بات کرنے لگے گا تو آگینے پھر سے پاگلوں جیسی ہو جائے گی۔ اس دنیا میں رہنے والے انسان ہی انسان کے دشمن ہوتے ہیں۔ اپنی خود ساختہ تراشیدہ باتوں اور زہن کے ذریعے وہ دوسروں کا جینا محال کر دیتے ہیں۔

"عائشے آنٹی! میں نے پورا گھر چھان لیا اور آپ یہاں ہیں۔ اتنی ٹھنڈی میں آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟" آگینے نے پھولا سانس بحال کیا۔ سیڑھیاں چڑھ کر اسکا سانس پھول چکا تھا۔ عائشے شاہ نے پیار سے آگینے کے چہرے پر

آئے ننھے قطروں کو اپنے دوپٹے صاف کیا۔ وہ شاید کافی دیر سے اسے ڈھونڈ رہی تھی۔ تبھی تو ٹھنڈ میں بھی اسکے چہرے پر ننھے ننھے قطرے آگئے تھے۔

"کیا واقعی میں تم نے پورے شاہ ولا میں مجھے ڈھونڈا ہے" عائشہ شاہ نے مسکرا کر پوچھا۔

"جی! "آگینے نے سر ہلا کر جواب دیا۔

"پھر بھی تم شاہ ولا کے ایک حصے کو نہیں دیکھ سکی ہوں گی"

"وہ کون سا حصہ ہے" وہ پورا شاہ ولا کئی دفعہ دیکھ چکی تھی۔ ابھی بھی اگر کچھ دیکھنا باقی رہے گیا تھا تو حیرت کی بات تھی۔

"اس جگہ میں جانے کا واحد راستہ زرجان کا روم ہے" عائشہ شاہ نے کچھ کتابیں اٹھائیں جو وہ پڑھ رہی تھیں۔

"زرجان کے روم میں تو وہ کبھی نہیں گئی اسکی بلا سے اسکے روم میں جو بھی ہو آگینے کو کوئی فرق نہیں پڑتا" آگینے نے کندھے اچکائے اور عائشہ شاہ کے ساتھ نیچے آگئی۔

*

*

"میں کہتی ہوں زرنش ہوش کے ناخن لو" صبحی نے شیشے کے سامنے بیٹھی نفاست سے میک اپ کرتی زرنش کو کہا۔

"مام! آج آپ بتا ہی دیں کہ یہ ہوش کے ناخن کہاں سے ملیں گے تاکہ میں ایک ساتھ نو دس کلو لے کر رکھ دوں اور جب بھی آپ مجھ سے کہیں"

زرنش ہوش کے ناخن لو" تو میں ان ناخنوں کی ایک چٹکی منہ میں ڈال دوں

"زرنش نے چڑ کر کہا۔

"کب عقل آئے گی تم میں! وہاں وہ دو ٹکے کی لڑکی شاہ والا میں دندناتی پھر رہی ہے اور تمہیں اپنے لالی پاؤڈر سے فرصت ہی نہیں مل رہی" صبحی

نے اسکے ہاتھ سے لپسٹک چھینی اور زرنش میڈم کی لپ اسٹک ذرا سی خراب ہو گئی۔

"اف مام! آرام سے۔۔۔۔۔" زرنش نے ٹشو سے اپنی پھیلی لپ اسٹک صاف کی۔

"تم کل زرجان سے بات کرو گی۔۔۔۔۔ شادی ابھی نہ سہی مگر وہ لوگ دھوم دھام سے منگنی ضرور کر لیں تاکہ سب کو پتہ چل جائے تم زیاد شاہ کہ بہو بننے والی ہوں" صبحی کے چہرے پر ناگوار سلوٹوں کا جال تھا۔

"او کے میں بات کروں گی" زرنش خود بھی یہی چاہتی تھی۔ بس ایک دفعہ قسمت مہربان ہو جائے پھر زرنش بھی شاہ ولا میں راج کرے گی۔ یہ سوچ کر ہی زرنش کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی وہ تصور میں شاہ ولا میں پہنچ گئی۔ جہاں عائشہ اسکے سامنے مؤدب انداز میں اسکے کسی حکم کے لیے سر

جھکائے کھڑی تھی۔ ارد گرد شاہ ولا کے نوکر بھی سر جھکائے کھڑے تھے
اور وہ سر اونچا کیے رانی کی طرح بیٹھی تھی۔

"میکپ کرو! بس!" صبحی کا طعنہ اسے ہوش کی دنیا میں لے آیا اور وہ
منہ بگاڑ کر اپنا پرس اٹھاتی باہر نکل گئی۔

*

*

"اسکے لیے زرجان کبھی نہیں مانے گا" عائشہ شاہ نے صبحی کی بات جب
زیاد شاہ کو بتائی تو کئی لمحے زیاد شاہ خاموش بیٹھے رہے اور جب بولے تو عائشہ
شاہ حق دق رہے گئیں۔

"اگر آگینے کے والدین زندہ ہوتے تو وہ لوگ اسکے لیے مجھ سے بھی زیادہ
بہترین فیصلہ کرتے مگر اب آگینے کا سرپرست میں ہوں اور میں نے جو فیصلہ
کیا ہے اس فیصلے پر زرجان اور آگینے دونوں کو راضی ہونا پڑے گا" زیاد شاہ
نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"پر زیاد اس طرح زرجان اور آگینے دونوں کی زندگی خراب ہو جائے گی۔
آپ سمجھ کیوں نہیں رہے "عائشہ شاہ نے بے بسی سے کہا۔

"بھروسہ کرو عائشہ! مجھے اپنے فیصلے پر پورا یقین ہے۔ اس طرح ہمارے
بیٹے کے ساتھ اس معصوم بچی کی بھی زندگی سنور جائے گی "زیاد شاہ ناممکن
کو ممکن بنا رہے تھے۔

"اور زرنش؟ "عائشہ شاہ نے زرنش کے بارے میں دریافت کیا۔

"عائشہ! زرنش بہت اچھی لڑکی ہے۔ اسے ہمارے بیٹے سے کہیں زیادہ
اچھا لڑکا مل جائے گا۔ اسکے پاس ماں باپ دونوں کی نعمتیں ہیں۔ ہاں
ہمارے اس فیصلے سے اس بچی کو دکھ ہوگا مگر اسکے ماں باپ اسے
سنمبھال لیں گے۔ جبکہ آبی! کے پاس کچھ بھی نہیں۔۔۔ میں اسے دوبارہ
دربدر نہیں کر سکتا۔ میں فرحت کی آخری خواہش پوری کرنا چاہتا ہوں۔
فرحت کو میرے بیٹے پر پورا یقین تھا کہ وہ آگینے کے لیے مضبوط سہارا ہے

اور مجھے بھی زرجان پر پورا یقین ہے وہ میرا یقین ٹوٹنے نہیں دے گا " زیاد
شاہ مسکرائے۔ جبکہ عائشہ شاہ یہ سوچ کر ہی پریشان ہو گئیں کہ یہ سب سننے
کے بعد زرجان کا رویہ کیسا ہوگا۔

*

*

وہ گنگناتے ہوئے گھر میں داخل ہوئی۔ لاونج میں اپنی کچھ ڈریس سلیکٹ
کرتی نیلم نے چونک کر قندیل کو دیکھا۔

"خیریت آج بڑی خوش نظر آرہی ہو!" نیلم نے ساری ڈریسز سائڈ پر رکھ
دیں۔

"ہاں مام! بہت بڑی خوش خبری ہے، اگر آپ سنیں گی، تو ہو سکتا ہے
آپ کو خوشی سے ہارٹ اٹیک آجائے" قندیل نے جوش میں آکر کہا اور
پرس اچھال کر صوفے پر ڈھیر ہو گئی۔

میں اتنی خوش تھی کہ معلوم ہی نہیں ہوا۔۔۔۔۔ جلدی میں کیا بول گئی " معصومیت سے بولتے ہوئے وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ نیلم نے نفی میں سر ہلا کر دوبارہ ڈریس دیکھنا شروع کر دیئے۔

"مام کیا آپ کو خوش خبری نہیں سننی؟" قندیل نہیں حیرانی سے کہا۔

"نہیں بیٹا! اپنی خوشی اور خوش خبری تم اپنے تک ہی محدود رکھو۔ مجھ گنہگار کو نہ سناؤ، میں تمہاری خوشخبری سن کر اتنا جلدی اس دارِ فانی سے کوچ نہیں کرنا چاہتی" نیلم نے دانت کچکچا کر کہا اور سارے ڈریسز لے کر روم میں جانے لگی۔

"مام خوش خبری تو سن لیں "قندیل انکے پیچھے بھاگی۔ لیکن نیلم نے ان سنی کرتے ہوئے روم کا دروازہ بند کر دیا۔

"آف! مام تو سچ میں روٹھی محبوبہ بن گئیں۔ مام بھی ناں سن لیتیں انکے خو برو بیٹے کی شادی ہونے والی ہے۔ وہ بھی آگینے سے۔۔۔۔۔ ہائے۔۔۔۔۔ شکر زرنش چڑیل سے جان چھوٹ گئی۔

ماشاء اللہ! ماشاء اللہ! کیا حسین جوڑی ہے۔۔۔۔۔ زرجان بھائی اور آگینے بھا بھی کی!۔ اسے آج ہی عائشہ شاہ نے کال کر کے یہ بات بتائی تھی۔

قندیل کا تو مارے خوشی کے بورا حال ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ وہ خوشی سے بڑبڑاتی ہوئی، دوبارہ صوفے پر ڈھیر ہو گئی۔

*

*

"وہاٹ؟ آپ کے خیال میں 'میں اتنا اچھا بچہ ہوں جو آپ کہیں گے وہ آرام سے کرنے لگوں گا" زرجان کا چہرہ شدید غصے کی وجہ سے سرخ ہو چکا تھا۔

"میرے خیال میں، جو میں نے کہا تمہیں وہ کرنا چاہیے۔ باپ ہونے کے
ناٹے مجھے اتنا تو حق ہے کہ میں اپنے بیٹے کی زندگی کا فیصلہ خود کر سکوں" زیاد
شاہ نے نارمل انداز میں کہا۔

"آپ کا فیصلہ سراسر غلط ہے" زرجان کو اس وقت اس معصوم لڑکی پر
شدید بے انتہا غصہ تھا۔

"میں اس غلط فیصلے پر مستمعین ہوں اور بہت جلد میں شادی کی تیاریاں بھی
شروع کر دوں گا" زیاد شاہ نے آرام سے کہا۔

"شوق سے کریں جو بھی کرنا ہے۔ جس سے مرضی چاہے اس معصوم لڑکی
کی شادی کروادیں، پر میرا خیال اپنے زہن سے نکال دیں" وہ زرجان ہی کیا
جو اپنے باپ کی ہاں میں ہاں ملا لے۔

"کسی اور سے نہیں۔۔۔۔۔ بلکہ آگینے کی شادی تم سے ہوگی"

"زرجان وہ حالات کی ستائی ہوئی ہے۔ اسے جینے کے لیے مضبوط سہارے کی ضرورت ہے اور میں چاہتا ہوں یہ سہارا میرا بیٹا بنے۔ اس میں غلط کیا ہے؟" زیاد اس کے قریب کھڑے ہو گئے۔

"غلط۔۔۔۔۔۔؟ اس فیصلے میں سب کچھ غلط ہے۔ آپ کے اس فیصلے سے صرف مجھے نہیں زرنش کو بھی تکلیف ہوگی۔ آپ ایک لڑکی کے

"میں جانتا ہوں میرے اس فیصلے سے زرنش کو بھی بہت دکھ ہوگا مگر میرے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے" زیادشاہ خود بھی شرمندہ ہوئے۔

"اس لڑکی کو اگر سہارا ہی دینا ہے تو ہمارے پاس اتنا پیسہ ہے۔ وہ ساری زندگی بیٹھ کر اپنا گزارا کر سکتی ہے۔ اس سے زیادہ اگر اسکی شادی ہی کرنی ہے تو آپ اپنے کسی فرینڈ کے بیٹے سے کرا دیں اسطرح بھی اسے مضبوط سہارا مل جائے گا۔۔۔۔۔ بس آپ بھی تو یہی چاہتے ہیں نا۔۔۔"

زرجان نے اس بار قدرے آرام سے مشورہ دیا۔

"آگینے میری ذمہ داری ہے اور اگر میں ہی اُسے سہارا نہیں دوں گا تو دوسرے لوگ خاک سہارا دیں گے۔ مجھے تمہاری سوچ پر تاسف ہو رہا ہے زرا! تم ایک یتیم لڑکی کی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ وہ یتیم بھی تمہارے باپ کی وجہ سے ہوئی ہے اگر آج تمہارا باپ تمہارے سامنے کھڑا ہے تو یہ سب آگینے کے والد کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس نے مجھے بچانے کے لیے اپنی جان دے دی۔ ساری زندگی وہ ماں بیٹی مضروب و مخدوش حالت میں رہیں۔ در بدر کی ٹھو کریں انکے مقدر میں میری وجہ سے لکھ دی گئیں۔ یہ صلہ دیا ہے میں نے اپنے جان بچانے والے محسن زبیر احمد کو۔ آگینے کی ماں مدد مانگنے کے لیے آئی، میں تب بھی کچھ نہیں کر سکا نتیجتاً وہ اپنی ماں سے بھی محروم ہو چکی ہے۔ اور اب جب ایک دفعہ پھر تقدیر مجھے اپنی غلطی سدھارنے کا موقع دے رہی ہے تو تم کہہ رہے ہو میں اسے کسی اور کے حوالے کر دوں۔ ایک دفعہ پھر آگینے کو در بدر کی خاک چھاننے کے لیے بے سہارا کر دوں" زیاد شاہ نے کرب سے کہا۔

شاید وہ بے حس ہو چکا تھا

یا پھر وہ جو نہیں چاہتا تھا وہ ہونے والا تھا۔۔

"بھائی صاحب شادی بیاہ کوئی گڈے گڈیوں کا کھیل نہیں ہے۔ جب چاہا شادی بیاہ کی بات کر لی جب چاہا انکار کر دیا۔ اگر آپ کو اپنے بیٹے کی شادی کہیں اور کرنی تھی، تو ہمارے ساتھ اتنا گھٹیا مذاق کرنے کی، کیا ضرورت تھی۔ ہائے۔۔۔۔۔ میری معصوم بچی کے خوابوں کو روند ڈالا۔ بہت ہی

بے حس لوگ ہیں آپ سب۔۔۔۔ احساس اور شرم نام کی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ پچھلے دو مہینوں سے میری بیٹی آپ کے بیٹے کے نام سے بیٹھی ہے (صبوحی نے ایسے کہا جیسے دو مہینے نہیں دس سال سے زرنش اس کے نام پر بیٹھی ہو اور گزرتے وقت کے ساتھ زرنش کے بالوں میں چاندی نظر آگئی ہو)۔ اب کیا جواب دوں گی میں لوگوں کو! ہزاروں اچھے اچھے رشتے آئے تھے میری بیٹی کے لیے (خالص جھوٹ) میں سب کو فخر سے بتاتی رہی۔ اسکی شادی تو زرجان سے ہوگی اور اب وہی ہزاروں لوگ مجھ سے پوچھیں گے آخر کون سی کمی نکل آئی ہے میری بیٹی میں جو آپ لوگوں نے منگنی توڑ کر زرجان کی شادی کہیں اور کروادی "صبوحی زیادشاہ کے منہ سے انکار سن کر تو آپے سے باہر ہو چکی تھی اور جو منہ میں آیا بولتی گئی۔

"میں مانتا ہوں بہن جی! میں نے آپ لوگوں کے ساتھ بہت غلط کیا ہے مگر حالات کچھ ایسے ہیں کہ مجھے یہ قدم اٹھانا پڑ رہا ہے۔ اگر ایسا نہیں کیا تو لوگ اس معصوم بچی کا جینا محال کر دیں گے۔ وہ پہلے بھی میری وجہ سے

مشکلوں میں زندگی گزار چکی ہے اور اب میں اسے مشکلات میں نہیں چھوڑ سکتا " زیادشاہ شرمندہ تھے۔

"واہ ایک طرف بے ظرفی دیکھا کر میری بیٹی کی خوشیاں چھین رہے ہیں اور دوسری طرف ہمدردی دیکھا کر وہی خوشیاں کسی اور لڑکی کی جھولی میں ڈال رہے ہیں " نعیم بیگ نے طنز کیا۔ اسے بھی امیر کبیر داماد کے ہاتھ سے نکل جانے کا قلق ہو رہا تھا۔

"نعیم بھائی! میں معافی چاہتا ہوں۔ میں جو کر رہا ہوں اس سے آپ سب کو بہت تکلیف پہنچ رہی ہے۔ زرنش بہت پیاری بچی ہے انشاء اللہ اسے میرے بیٹے سے بھی زیادہ اچھا لڑکا ملے گا "

"میری بیٹی اپنی منگنی کی تیاریوں میں مصروف ہے (خالص جھوٹ) اور اب اسے کیا کہوں گی جس شخص سے تمہاری منگنی ہونے والی ہے۔ اسکی

شادی کسی اور سے ہو رہی ہے! "صبحی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس لڑکی قتل کر ڈالے جس کی وجہ سے زرجان جیسا داماد ملتے ملتے رہ گیا۔

"صبحی بہن! ہم جانتے ہیں کہ ہم نے آپ کی بیٹی کے خواب پورے ہونے سے پہلے ہی بکھیر دیے ہیں مگر ہم مجبور ہیں! "کب سے خاموش بیٹھی عائشہ شاہ نے دلاسہ دینے کی کوشش کی۔

"رہنے دو بی بی! اب تو اپنے نائک بند کر دو۔ میری بیٹی تو پہلے ہی تمہیں کھٹکتی ہے۔ تم کیوں نیلم کی بھانجی کو بہو بنانا چاہو گی۔ جب تمہاری اپنی بھانجی موجود ہے۔ لے آئی اسے شاہ والا اور اب ان سب مجبوریوں کے بہانے نہ بناو۔ نیلم کے خاندان کو بے عزت کرنے کا بہترین موقعہ تم کیسے ہاتھ سے جانے دے سکتی تھی عائشہ بی بی! "صبحی نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا اور آخر میں عائشہ پر زور دیا۔ صبحی بات کو کوئی اور ہی مطلب دے گئی تھی۔

"کیوں کہ میں نیلم کی بہن جو ہوں۔۔۔ نیلم سے تمہاری دشمنی پرانی ہے۔
اب نیلم کو تو تم بے عزت کرنے سے رہی سو اسکی بہن بھانجی کو ہی بے
عزت کر کے اپنی انا کو تسکین پہنچا چکی ہو۔ صحیح کہتی ہے میری بہن تم
کسی کو بھی خوش نہیں دیکھ سکتی۔ نیلم کے بیٹے کو بھی خوش دیکھنا گوارا
نہیں تبھی تو اپنی معصوم بھانجی کو لے آئی۔ پتہ نہیں کون ہے وہ، کہاں
سے آئی ہے، پتہ نہیں اسکی ماں کو بھی معلوم ہوگا کہ یہ کس کی اولاد ہے یا
نہیں، کیسا خون ہے۔ کیا خبر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ "صبحی کی بات مکمل ہونے
سے پہلے ہی زیاد شاہ غصے سے کھڑے ہو گئے۔

"بس کافی دیر سے آپ الٹا سیدھا بول رہی ہیں۔ ہم یہاں معافی مانگنے آئے تھے مگر آپ الٹی سیدھی باتیں بنا کر، بات کو کہاں سے کہاں لے گئی ہیں"

زیادشاہ نے غصہ کو ضبط کیا۔

"معافی مانگنے سے میری بیٹی کے بکھرے خواب و آپس نہیں جڑ جائیں گے اور اب لوگوں میں جو ہماری باتیں ہوں گی وہ الگ۔۔۔ ہزار منہ ہزار باتیں، آپ تو معافی مانگ کر بری الزمہ ہو جائیں گے، لوگوں کے طنزیہ باتیں تو ہمیں گھائل کر دیں گی۔ آپ لوگوں کو کیا فرق پڑتا ہے۔ آپ جیسے ہی لوگ ہوتے ہیں جو دوسروں کا تماشہ بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے" نعیم کے اشاروں سے منع کرنے کے بعد بھی صبحی اپنی بھڑاس نکال چکی تھی۔

"چلو عائشے! "زیاد شاہ نے عائشے شاہ کو حکم دیا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے باہر چلے گئے۔ عائشے شاہ تاسف سے صبحی کو دیکھتی ہوئی زیاد شاہ کے پیچھے چل دیں۔

* *
جمیل شیخ نے غصے سے آنے والے شخص کا گریبان پکڑ لیا۔

"م۔ مجھے نہیں پتہ تھا "شیخ"، کاریں زرجان نہیں اسکا باپ ہوگا!" پچاس سالہ غلام و سایا نے ہکلا کر کہا۔

"تمھاری وجہ سے بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا، اتنا عرصہ میں نے انتظار کیا، اب منزل کے پاس آکر کوئی غلطی ہو یہ مجھے گوارا نہیں" شیخ نے مشتعل سے غرا کر کہا۔

"م۔ معاف کر دو شیخ! آئندہ ایسی غلطی نہیں ہوگی" گریبان پکڑا ہونے کی وجہ سے اسنے اٹک اٹک کر کہا۔ شیخ نے زور سے اسے جھٹک دیا تو وہ زمین پر جا گرا۔

"شایان!" شیخ دھاڑا۔ تو شایان بوتل کے جن کی طرح حاضر ہو گیا۔

"اسے میری نظروں سے اوجھل کر دو" شیخ نے زمین پر پڑے شخص کو درد سے کرباتے دیکھ کر حقارت سے کہا۔ زمین پر گرنے کی وجہ سے اسکے سر کی پشت سے خون نکل رہا تھا۔ اتنے سال وہ شیخ کے ہر غیر قانونی کام کو پوری

ایمانداری سے کرتا رہا۔ صرف ایک غلطی پر شیخ نے اسے اسکی حیثیت بتا دی۔

"زیادشاہ قسمت اچھی تھی تمھاری اس دفع بچ گئے!" شیخ خود کلامی کرنے لگا۔ کچھ مہینوں پہلے اسنے زیادشاہ کو ایک رقعہ پر زرجان کی تصویر پر کر اس لگا کر soon لکھ کر بھیجا تھا۔ اس وقت وہ زیادشاہ کو ڈرانا چاہتا تھا اور زیادشاہ ڈر بھی گیا، تبھی تو زرجان کی سکیورٹی بڑھا دی۔ لیکن کچھ مہینوں تک وہ خاموش رہا کیونکہ وہ اپنے کہہ پر اس وقت عمل کرنا چاہتا تھا، جب زیادشاہ کے زہن سے یہ بات بالکل نکل جائے۔ خاموش رہنے کا نتیجہ اسکی سوچ کے مطابق تھا۔ زرجان نے خود ہی سکیورٹی کا دم چھلہ خود سے دور کر دیا۔ جمیل شیخ کو اسی وقت کا تو انتظار تھا۔ وہ زرجان کی صورت میں زیادشاہ کو ایسی تکلیف دینا چاہتا تھا کہ اسکی روح تڑپ اٹھے۔ مگر غلام و سایا کی غلطی کی وجہ سے سب کچھ خراب ہو گیا اور زرجان کی جگہ زیادشاہ اس حملے کا شکار ہو گئے۔ جمیل شیخ نے غصے سے ٹیبل پر ہاتھ مارا۔ شیشے کا جگ اور گلاس

ٹیبل سے گر کر کرچی کرچی ہو چکے تھے۔ وہ سرخ آنکھوں سے کرچیوں کو دیکھنے لگا۔ ایسی ہی کرچیوں میں وہ زیاد شاہ کو بٹے دیکھنا چاہتا تھا۔

*

*

"مجھے وہ شخص چاہیے کسی بھی حال میں!" زرجان کا خون کھولنے لگا۔

"ریلیکس زرجان!" حیدر نے اسے تسلی دی۔ وہ دونوں اس وقت ہو سٹل میں تھے۔ عائشہ شاہ کو بڑی مشکل سے زرجان نے گھر بھیجا تھا۔ زیاد شاہ کی کنڈیشن اب خطرے سے باہر تھی مگر ایج زیادہ ہونے اور کافی مقدار میں خون بہنے کی وجہ سے وہ مکمل ہوش میں آنے سے پہلے دوبارہ غنودگی میں چلے جاتے۔

"حیدر تم نے ڈیڈ کی حالت دیکھی ہے۔ ان لوگوں نے ڈیڈ کے ساتھ کیا، کیا ہے۔ اور تم مجھے ریلیکس کا کہے رہے ہو" زرجان نے غصہ ضبط کیا۔

"زرجان میں جانتا ہوں اس وقت انکل کی حالت دیکھ کر تم پر کیا بیت رہی ہوگی۔ مجھ پر بھروسہ رکھو بہت جلد جمیل شیخ جیل میں ہوگا اور پھر تمہیں اسکے ساتھ جو کرنا ہے کر لینا" حیدر نے تسلی دی۔ اس سے پہلے کہ زرجان کچھ کہتا نرس نے انہیں زیاد شاہ کے ہوش میں آجانے کی اطلاع دی۔

ٹیوں میں جکڑا وجود اور چہرے پر پھیلے زخموں سے اٹھتے درد کے
تاثرات۔۔۔۔۔

زرجان زیاد شاہ کو اس حال میں دیکھ کر کٹ گیا۔ اسکا باپ عمر کے اس حصے میں بھی کسی پینڈسم شخص سے کم نہیں لگتا تھا۔ مگر اس وقت وہ بہت بوڑھے اور عمر رسیدہ لگ رہے تھے۔ زیاد شاہ نے مسکرا کر زرجان کو دیکھا۔

اولاد بھی کیسی نعمت ہے۔۔۔ انسان درد کی کسی بھی منزل پر کیوں نہ ہو جب اولاد پر نظر پڑتی ہے تو آسودگی رگ رگ میں اتر آتی ہے۔ زیاد شاہ بھی زرجان کا چہرہ دیکھ کر پر سکون ہو گئے۔

"وڈا! زرجان نے کرب سے انکے پٹیوں میں جکڑے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر چوم لیا۔

"میرا بیٹا اتنا کمزور تو نہیں ہے کہ حالات سے گبھرا جائے۔۔۔۔۔ پھر یہ حالت کیوں؟" زیاد شاہ کا اشارہ اسکے بد حال چہرے اور حلیے کی طرف تھا۔ زرجان نے خفا اور ناراضگی بھرے تاثرات سے زیاد شاہ دیکھا جیسے کہہ رہا ہو مجھے تو ایسی حالت میں شیروانی پہن کر گھومنا چاہیے تھا! زیاد شاہ نے بغور اسکا بدلتے تاثرات نوٹ کیے۔

"آگینے۔۔۔۔۔ زرجان، آگینے کہاں ہے؟" زیاد شاہ نے بے چینی سے پوچھا۔ جبکہ اسکے ذکر پر زرجان کے چہرے کے تاثرات جتنے سخت ہو سکتے تھے، اتنے سخت ہو گئے۔

"اس وقت آپ کو اپنے علاوہ کسی کی بھی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے" لہجہ قدرے روکھا تھا۔

"کہیں تم نے اسے گھر سے تو نہیں نکال دیا؟" زرجان سے کچھ بھی کر جانے کی امید تھی۔ جو چیز زرجان کی زندگی میں زیادہ دخل انداز ہو زرجان اکثر اس چیز کو سرے سے غائب کر دیتا تھا۔ پر آگینے کوئی چیز نہیں ایک جیتی جاگتی انسان تھی۔

"مجھے" امید" نہیں تھی کہ آپ مجھ سے کچھ ایسی "امیدیں" بھی وابستہ کر سکتے ہیں! کیا آپ کو لگتا ہے میں ایسا کر سکتا ہوں وہ بھی ایک لڑکی کے ساتھ!" وہ خفا ہوا۔ آگینے کی وجہ سے اسکا باپ اسے بھی کیا سمجھ بیٹھا تھا۔ اسکا دل کر رہا تھا وہ آگینے نام کی بلا کو کہیں جنگل میں چھوڑ آئے۔

زرجان وہ بہت معصوم اور بے ضرر لڑکی ہے "زیادشاہ اس حالت میں بھی آگینے کا "معصوم نامہ" بیان کرنے سے باز نہیں آئے تھے۔

کاش! وہ معصوم لڑکی یہاں ہوتی اور زرجان اسے کسی خلائی شٹل میں بٹھا کر آسے آسمان کی سیر پر بھیج دیتا۔ لو بھئی زمین پر تو اپنی معصومیت کے

باتیں کرتے کرتے زیادشاہ غنودگی میں چلے گئے۔ نرس نے آکر انہیں آرام دہ ادویات دیں تو زرجان باہر آگیا۔ حیدر کچھ دیر پہلے ہی چلا گیا تھا۔ اگر حیدر بیچ میں نہ ہوتا تو کب کا جمیل شیخ کو قتل کر چکا ہوتا۔ جو نے زرجان کا بچپن برباد کرنے کے بعد بھی پرسکون نہیں ہوا تھا۔

اس وقت وہ کھا جانے والی نظروں سے آگینے کو اور آگینے بے یقینی سے آنکھیں پھیلانے زیاد شاہ کو دیکھ رہی تھی۔ عائشہ شاہ کے ساتھ آگینے بھی ہو سہٹل آئی تھی اور زیاد شاہ کی بات سن کر اسکے اوسان خطا ہو گئے۔

"میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔۔۔۔ آج سانس چل رہی ہے اگلے پل سانسوں کے چلنے کی مہلت ملے۔۔۔۔ نہ ملے، مجھے اپنی موت کا خوف نہیں ہے مگر میں اس معصوم (زرجان نے ابلتے خون کا جولا ضبط کر کے

"ڈیڈ آپ کو کچھ نہیں ہوگا۔۔ ایسی باتیں نہ کریں!"

"موت کو کون روک پایا ہے زرجان! موت کوئی پیغام نہیں جو موصول ہونے کے بعد آئے گی۔ موت کو اگر آنا ہے تو وہ کسی بھی بہانے سے بغیر دستک دیئے آئے گی۔ اور مجھے ڈر لگتا ہے۔۔۔۔۔ کہ موت کے بعد بھی میری روح تڑپتی رہے۔ میں اپنے دوست کا ایک فرض بھی پورا نہ کر سکا۔ کیا منہ دکھاؤں گا اسے۔ مجھے لگتا ہے اتنی سی مہلت بھی مجھے اس لیے ملی ہے کہ میں اپنا فرض نبھاسکوں۔ ورنہ مجھ جیسا بوڑھا کبھی ایسے حملے کے بعد نہیں بچ سکتا۔ زرجان! کیا تم اپنے مرتے باپ کی ایک خواہش بھی پوری نہیں کر سکتے؟" تمام سامعین انکی اتنی کرب زدہ تقریر پر تڑپ اٹھے تھے۔

زرجان نے لب بھینچ لیے۔

"انکل! آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں۔ اسہ پاک! آپ کو لمبی عمر دیں۔
میری فکر نہ کریں۔ میں۔۔ بہت جلد اپنی دور کی خالہ کے پاس چلی جاؤں گی"
آگینے نے تحمل سے جھوٹ بولا۔ اسکا اردہ تھا کہ وہ مہوش کے پاس چلی
جائے گی۔

اسکی ذات کوئی ایسی گرمی پڑی تو نہ تھی جو اُسے ایسے سرعام ایک شخص پر
تھوپ دیا جائے۔ جب زرجان کو اسکا ساتھ نہیں قبول تو اسے بھی اپنی
ذات کو اتنا بے مول یا ارازن نہیں کرنا۔ کیا کسی کی شادی کی بات اسطرح
کی جاتی ہے۔۔۔۔؟ ہاں۔۔۔۔ اسکے ماں باپ نہیں تھے جو اسکی زندگی
کے لیے ایک بہترین شخص کا انتخاب کرتے۔ اسکے جہیز میں ڈھیروں سامان
دیتے۔ مگر اسکا مطلب یہ تو نہیں اس جیتی جاتی لڑکی کی زندگی کا فیصلہ یوں کر
دیا جائے۔۔۔۔۔۔!

زیادشاہ نے محسوس کیا۔ وہ کس کرب میں مبتلا ہے۔ پر سامنے کھڑا اسکا بیٹا
ناک میں دم کر دینے کی حد تک ضدی تھا۔

"تم سب جاؤ مجھے آگینے سے اکیلے میں بات کرنی ہے" زیادشاہ نے روکھے
انداز میں مخاطب سب کو کیا تھا مگر اشارہ زرجان کی طرف تھا۔ ایک ایک
کر کے سب لوگ باہر گئے تو زیادشاہ نے آگینے کو اپنے بیڈ کے ساتھ رکھی
چئیر پر بیٹھنے کا کہا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے مجھے خبر نہیں کہ تم پر کیا بیت رہی ہے؟" زیادشاہ نے سر
جھکا کر بیٹھی آگینے سے کہا۔ اسنے تڑپ کر سر اٹھایا۔ سیاہ آنکھیں نمکین
پانیوں سے بھر گئی تھیں۔

"میں جانتا ہوں میری بچی! زندگی کے فیصلے اسطرح کسی سے منوا کر یا کسی
پر تھوپ کر نہیں کیے جاتے ہیں۔ مگر مجھے اپنے بیٹے پر پورا بھروسہ ہے۔
میرے بعد وہ تم پر آنچ تک نہیں آنے دے گا۔ ہاں! اسے چیزیں قبول

"آگینے! میں تمہیں بے مول کر کے اپنے بیٹے کے ذمہ نہیں لگانا چاہتا۔ بلکہ پورے عزت و احترام سے وہ تمہیں قبول کرے گا اور ہاں! یہ سمجھ لوں میں تھوڑا خود غرض بھی ہو چکا ہوں اس لیے چاہتا ہوں کہ تمہاری شادی زرجان سے ہو جائے کیونکہ مجھے پتا ہے زرجان کی بکھری ذات کو صرف تم سمیٹ سکتی ہوں۔ کیا تم اپنے انکل کے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتی؟" سارے عرصے میں وہ خاموش رہی۔ زیاد شاہ کی آنکھوں میں یقین تھا وہ نا نہیں کرے گی۔

کیا کہے وہ۔۔۔۔۔

وہ تو خود بکھری ہوئی ہے دوسروں کی ذات کو کیسے سمیٹ سکے گی۔۔۔۔۔ مگر سامنے بیٹھے بوڑھے وجود کی آنکھوں میں اتنا یقین دیکھ کر وہ اثبات میں سر ہلا کر جھکا گئی۔ زیاد شاہ کے چہرے پر خوشی پھیل گئی۔ اب صرف زرجان کو منانا تھا۔ جو صرف قندیل کے بتائے گئے مشوروں کی وجہ سے ممکن تھا۔

دوپہر میں زرجان کے بعد شام ڈھلے قندیل آگئی۔ زیاد شاہ جو آگینے اور زرجان کے لیے پریشان تھے۔ قندیل نے یہ معاملہ سٹوں میں حل کر دیا۔ اس حالت میں زرجان کو بلیک میل کر کے ہر کام آسانی سے کروایا جاسکتا ہے۔ یہ نادرو نایاب مشورہ قندیل کا تھا۔ اس مشورے پر عمل کرنے سے زرجان تھوڑا پگھلا ضرور تھا مگر مانا نہیں تھا۔ بس اب انہیں کچھ زیادہ ہی ایموشنل بلیک میلنگ کرنی ہوگی۔۔۔

دودن ادویات نہ لینے کے باعث زیاد شاہ کی سنبھلتی طبیعت دوبارہ خراب ہو گئی تھی۔

"اگر انکل کو کچھ ہو گیا نہ قندیل درانی! تو۔۔۔۔ میں تمہیں جیل بھیج دوں گا"

حیدر نے غصے سے کہا۔

"مجھے کیا پتہ تھا انکل میرے مشوروں پر کچھ زیادہ ہی عمل کریں گے!" اسنے
بھنچی بھنچی آوازیں کہا تا کہ اسکے ارد گرد بیٹھے لوگوں کو اسکے کام کی بھنک تک
نہ پڑے۔

"تمہارے یہ نادروں نایاب مشورے کس قدر نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔
اسکا اندازہ بخوبی ہے تمہیں!" حیدر کے تاثرات اسے ڈرا رہے تھے۔

"م۔ میں انکل کے پاس جاتی ہوں" وہ اٹھ کر زیاد شاہ کے پاس جانے لگی
تو حیدر نے کھنچ کر اسے بیٹھا دیا۔

"یہیں بیٹھی رہو۔۔۔ زرجان خود ہینڈل کر لے گا۔ خبردار! جو آئندہ تم نے
کسی کو ایسے اوٹ پٹانگ مشوروں سے نوازہ" انداز تنبیہ زدہ تھا۔ قندیل زور
زور سے سر اثبات میں ہلانے لگی۔

"وید آپ کیوں بچوں کی طرح تنگ کر رہے ہیں؟" زرجان پچھلے دو دن سے انکے لیے پریشان تھا۔

"اگر میں مر گیا تو تمہیں کبھی نہیں معاف کروں گا زرجان!" "زیاد شاہ نے فقط اتنا کہا اور آنکھیں موند لیں۔ خاموش کمرے میں صرف گھڑی کی ٹک ٹک سنائی دے رہی تھی۔ وہ یک ٹک زیاد شاہ کو دیکھ رہا تھا۔

ایک منٹ

پانچ۔۔۔۔۔

دس۔۔۔۔۔

بارہ۔۔۔۔۔

پندرہ۔۔۔۔۔

زیاد شاہ زرا بھہ جنبش کیے بغیر کسی جسم کی طرح سوئے رہے۔ زرجان نے ڈر کر انکے دل پر ہاتھ رکھا۔ دل کی دھک دھک اپنے ہاتھ میں محسوس کر کے اسکی جان میں جان آئی۔

فقط ایک قربانی ہی تو دینی تھی۔۔۔۔۔ اپنے باپ کے لیے!
کیا وہ اتنا بھی نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔؟
مگر اس سے پہلے اسے زرنش سے معافی بھی مانگنی ہوگی۔۔۔
اسکی وجہ سے زرنش بہت ہرٹ ہوئی تھی۔۔۔۔۔
اب معافی مانگنا ضروری تھا۔

*

*

زمین پر پھیلی دھوپ دھیرے دھیرے دیواروں پر چڑھ گئی تھی۔ پچھلے تیس
منٹ سے وہ اپنے اسٹوڈیو کے قریبی ریسٹورنٹ میں بیٹھا زرنش کا انتظار کر
رہا تھا۔

"کوئی ضروری بات تھی زرجان!" زرنش نے دیر سے آنے پر معذرت
کرنے کے بعد خاموش بیٹھے زرجان کو اسکی کہی بات یاد دلائی۔ کیونکہ زرجان
نے اسے کسی ضروری بات کا کہہ کر جلدی آنے کا کہا تھا۔ اس وقت وہ
ماڈلنگ کی شوٹنگ میں مصروف تھی۔ کام ختم ہوتے ہوتے اسے کافی ٹائم
لگا۔

"زرنش میں تم سے معافی چاہتا ہوں! میری وجہ سے تمہیں ازیت سے دوچار ہونا پڑا۔ زرنش! زندگی میں ہم جو سوچتے ہیں وہ نہیں ہوتا بلکہ ہماری تقدیر میں جو کچھ ہونا لکھا ہوتا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ ہوتا ہے۔ تم میری کزن ہو، میری بہت اچھی دوست بھی! اس سے آگے بڑھ کر میں نے تمہارے لیے کبھی نہیں سوچا۔ میں تمہاری محبت کی قدر کرتا ہوں مگر زرنش! زندگی صرف اپنی محبت کے سہارے نہیں گزارا جا سکتی۔ ہمارے ارد گرد جو ہمارے اپنے ہوتے ہیں انکی محبتوں کا پاس بھی رکھنا پڑتا ہے۔ انکی خواہشات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے" زرجان نے لمحہ بھر کا توقف کیا۔

"تو تمہیں انکل کا فیصلہ منظور ہے؟" زرنش کو آگینے سے جلن محسوس ہوئی۔ اگر وہ لڑکی درمیان میں نہ ہوتی تو زندگی کی خوشیاں یہ دولت سب کچھ زرنش کی جھولی میں ہوتا۔

"ہوں" زرجان نے بے تاثر لہجے میں کہا اور خاموش ہو گیا۔

"تمہیں کیا اس لڑکی سے محبت ہو گئی ہے؟" زرنش نے خاموشی کو ایک عجیب سوال سے توڑا۔

"محبت؟" وہ حیران ہوا۔۔۔۔۔

پھر تصویریں آگینے کو دیکھ کر اسکی کشادہ پیشانی پر پرت در پرت سلوٹیں

آگئیں۔

[illegible]

"پھر۔۔۔۔۔؟" حیران ہونے کی باری زرنش کی تھی۔

"یہ سب تو میں صرف ڈیڈ کی وجہ سے کر رہا ہوں!" جو سچ تھا، زرجان نے وہی بتا دیا۔

"زرجان تمہاری زندگی میں تمہاری بھی کوئی "چاہ" ہے یا نہیں؟"

"کیا تم نے مجھے

معاف کیا؟" زرجان نے جواب دینے کے بجائے سوال داغا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ اس سب میں تمہاری غلطی نہیں ہے شاید قسمت میں یہی لکھا تھا!" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"تھینکس!" زرجان پر جو بوجھ تھا وہ ایک دم غائب ہو گیا۔ اب وہ خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔

"میری" چاہ "کیا ہے مجھے خود بھی نہیں معلوم!" زرنش کو گھر ڈراپ کرنے کے بعد وہ آپسی کے راستے میں گامزن خود سے اتنا ہی کہہ سکا۔

*

*

انا پرست ہوں۔۔۔۔۔

ضدی ہوں۔۔۔۔۔

سر پھرا ہوں۔۔۔۔۔

مگر!

مجھے تمہاری محبت بدل بھی سکتی ہے۔۔۔۔۔!

پورا "شاہ ولا" برقی قمقموں اور پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ مایوں، مہندی ہر رسم زیاد شاہ نے ایسے کی تھی کہ دنیا دیکھتی رہے گئی۔ ایک عرصے تک ہر کوئی یاد کر سکتا تھا کہ زیاد شاہ نے اپنے بیٹے کی شادی کی رسمیں کس طرح کی تھیں اور آج تو شادی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شاہ ولا کو دو لہن کی مانند سجا ہوا تھا۔ قندیل گلابی کلر کے کلیوں والے خوبصورت فرائ میں کسی تتلی کی طرح ادھر ادھر پھر رہی تھی۔ نیلم آنا تو نہیں چاہتی تھی مگر زرجان کے

منانے پر انہیں آنا پڑا۔ جبکہ وقاص درانی کو بزنس حلقے میں ہونے کے باعث زیادہ شاہ پہلے ہی انویٹیشن دے چکے تھے۔ صبا اور وانیہ بھی بمعہ فیملی موجود تھے اور تو اور اس نے سمعیہ زیدی (کلب لے جانے والی لڑکی) کے گروپ کو بھی انوائٹ کیا تھا اور یہ کام صبا اور وانیہ نے کیا تھا۔۔۔ پریس، میڈیا، بزنس سرکل اور انڈسٹری کے لوگ ہر کوئی زرجان شاہ کی دلہن دیکھنے کے لیے خواہش مند تھا۔

گولڈن کلر کی شیروانی میں زرجان شہزادوں جیسی آن بان لیے سب کے ہوش اڑا چکا تھا۔

"یار! تو نے تو بہت سارے دل توڑ ڈالے" حیدر جو شہہ بالا بنا تھا۔ اسنے آنکھ دبا کر کہا۔ زرجان نے گھورا تو اسکی بتیسی کی نمائش ختم ہوئی۔

اور پھر ایک دنیا نے اس لڑکی کو رشک، حسد، خوشی اور جلن بھری نظروں سے دیکھا تھا۔ لال عروسی جوڑے میں، زیور سے لبریز، خوبصورت کیے

گئے میک اپ میں وہ زرجان سے کسی بھی طور پر کم نہیں تھی۔ ایک پل کے لیے زرجان بھی اسے دیکھ کر مبہوت ہو گیا تھا۔ کیا یہ واقعی میں وہی معصوم لڑکی تھی جسے وہ خلائی شٹل میں بٹھانا چاہتا تھا۔

"ہائے ہائے! زربینٹا بھابھی کو دیکھ کر تو تم پلکیں جھپکانا بھی بھول گئے!"
حیدر شوخ انداز میں بولا۔

پورے ماحول میں دھیماسا زرجان کا کوئی دل موہ لینے والا سانگ چل رہا تھا۔ وہ اسٹیج پر آئی تو زرجان نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ جسے حیرانگی سے تھام کر وہ نظریں جھکا گئی۔

"مبارک ہو! معصوم لوگوں کا کام ہو گیا!" زرجان نے سرگوشی کی تو وہ حق دق رہے گئی۔ تین مہینوں میں یہ اسکا بولا گیا پہلا جملہ تھا۔

"ج۔ جی" وہ حیرانگی سے دیکھتے ہوئے نہ سمجھی سے بولی۔

زرجان کے طرزِ مخاطب پر وہ غش کھا گئی۔ کہاں تو یہ شخص شادی کے لیے راضی نہیں تھا اور کہاں اسے مسز زرجان شاہ بنا دیا۔

"میں نے تم جیسے معصوم لوگ زندگی میں پہلی بار دیکھے ہیں۔۔۔۔۔۔ جو
اپنی معصومیت سے بڑے بڑے کاموں کو چٹکی بجا کر سرانجام دے دیتے
ہیں" موصوف نے طنز کا ایک اور تیر چلایا۔ وہ بھی سرگوشی کے سے انداز
میں۔۔۔۔۔۔

دور سے دیکھنے پر معلوم ہوتا دلھا میٹھی میٹھی سرگوشیوں میں مصروف ہے۔۔۔۔ جبکہ حقیقتاً تو وہ معصوم سی دلہن کو لتاڑ رہا تھا۔

"مجھے لگتا ہے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے!" اتنے سارے لوگوں کو دیکھ کر آگینے گھبرا گئی تھی مگر زرجان کے طنز سن کر اسکی ساری گھبراہٹ بھک سے اڑ گئی۔

"غلط فہمی تو اب دور ہوئی ہے۔۔۔۔ آگینے زرجان شاہ!" وہ مسکرا کر لوگوں کو دیکھ رہا تھا مگر اسکی زبان جلتی پر تیل کا کام کر رہی تھی۔ آگینے نے اسکے طنز کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا اور اسٹیج پر آتی صبا، وانیہ، سمعیہ زیدی اور دوسری فرینڈز کی طرف متوجہ ہو گئی۔

زیادشاہ نے ارتجمنٹ بہت خوبصورت کی تھی۔ وہ تو خوابوں میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی۔ اسکی زندگی میں کبھی ایسا موڑ بھی آئے گا۔

*

*

کاش تو بھی، کبھی مجھے
محبوب لکھے، مطلوب لکھے۔۔۔

وہ ایک شخص جسے اسنے کبھی دعاؤں میں بھی کسی "احساس" کے تحت
نہیں مانگا تھا۔ وہ بن مانگے ہی مل گیا تھا۔۔۔۔۔

"سامنے کھڑا شخص وہ دعا تھا جو اسکے لبوں پر آنے سے پہلے ہی "قبولیت"
کا درجہ اختیار کر چکی تھی" اسنے سامنے کھڑے حیدر کی کسی بات پر مسکراتے
ہوئے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ آگینے یک ٹک زرجان کو دیکھے گئی۔

وہ شخص بہت سے لوگوں کے دلوں میں دھڑکتا تھا۔ وجہ اسکی آواز، اسکی
دولت اور سب سے بڑھ کر اسکی پرسنلٹی۔ اسکی آدھے سے زیادہ یونی
زرجان شاہ کی آواز کی دیوانی تھیں۔ ہونی سے نکل کر باہر بہت بڑی دنیا تھی
اور اس دنیا کے لاکھوں۔۔۔۔۔ کروڑوں لوگ۔۔۔۔۔ وہ سب بھی اس
شخص کے دیوانے ہوں گے۔۔۔۔۔

مگر ان لاکھوں۔۔۔۔۔ کروڑوں لوگوں کا چھوڑ کر وہ شخص آگینے زیر احمد
کو ملا تھا۔ کیا کوئی اسکی طرح بھی خوش نصیب تھا۔۔۔۔۔ جسے بن مانگے
ہی سب کچھ دے دیا گیا ہوں۔۔۔۔۔

پہلی دفعہ وہ اسے پورے حق سے دیکھ رہی تھی۔
آگینے کی فقط ان نیلی آنکھوں سے شناسائی تھی۔۔۔۔۔
ایک تصویر جس میں نیلی آنکھوں والا نو دس سالہ بچہ بہت اداس بیٹھا
تھا۔۔۔۔۔
وہ بڑے ہونے تک اس لڑکے کی نیلی آنکھوں کو پہروں بیٹھی دیکھتی آئی
تھی۔۔۔۔۔

فقط ایک تصویر جس میں ہر چیز پر شخص ساکت تھا۔۔۔۔۔
مگر نیلی آنکھیں اپنا درد بیان کرتی تھیں۔۔۔۔۔
وہ ان آنکھوں میں تیری اداسی کو پڑھ گئی تھی۔۔۔۔۔
بس ایسی شناسائی تھی اسکی "زرجان شاہ" سے۔۔۔۔۔

اسنے فرحت بیگم کی ڈائری سے وہ تصویر نکالی تھی اور کبھی فرحت بیگم کو بھی اس بات کا علم نہیں ہوا۔۔

اور پھر وہ نیلی آنکھوں والا شخص اسکے سامنے ہنستا۔۔۔۔۔ مسکراتا اور چلتا پھرتا نظر آنے لگا۔۔۔۔۔ وہ حیران ہو گئی۔۔۔۔۔ بہت کم عمر میں زرجان نے انڈسٹری میں اپنی دھاک بٹھادی اور دیکھتے ہی دیکھتے اسکی شہرت کے چرچے دور دور تک پھیلی گئے۔۔۔۔۔ آگینے زبیر احمد نے تو اسکی ایک تصویر چھپا رکھی تھی۔۔۔۔۔ اب تو ہر اخبار ہر میگزین میں لوگ اسکی تصویر لگانا فرض سمجھنے لگے تھے۔۔۔۔۔ مگر اسے زرجان کی دوسری کسی تصویر سے کوئی سروکار نہیں تھا۔۔۔۔۔ وہ کوئی سراب میں رہنے والی لڑکی نہیں تھی۔۔۔۔۔ نہ ہی اسے زرجان شاہ کی ذات کھوجانے کا شوق تھا۔۔۔۔۔ اسکی تو بس ان نیلی آنکھوں سے شناسائی تھی۔۔۔

اور اب وہ آنکھیں اُسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ گڑبڑا کر اسنے نظریں جھکا دیں۔
زیاد اور عائشے شاہ اسکی قریب آکر بیٹھ گئے۔ زیاد شاہ نے محبت اور شفقت
سے اسکے سر پر ہاتھ پھیرا۔۔۔۔۔

"خوش تو ہے ناں میری بچی؟" زیاد شاہ نے پیار سے پوچھا تو وہ اثبات میں
سر ہلا کر مسکرا دی۔۔۔ عائشے شاہ کتنی دفعہ اس پر پیسے وار چکی تھیں۔ زیاد اور
عائشے لوگوں کے بلانے پر گئے تو زرجان آبیٹھا۔ اسکے چہرے کے تاثرات
ایسے تھے جیسے وہ کوئی کڑوا بادام کھا کر آیا ہو۔

"تم جیسی معصوم لڑکی نے کبھی نہیں سوچا ہوگا کہ تمہاری شادی ایسے
ہوگی!" زرجان شاہ کا اشارہ سب سے سجائے شاہ ولا کی طرف تھا اور پھر آئبرو
سے سب سے سنورے لوگوں کی طرف بھی اشارہ کیا۔

"میں تو ہمیشہ خواب میں ہر روز اپنی شادی اسی طرح سوچتی آئی تھی مگر"
آپ نے کبھی نہیں سوچا ہوگا کہ آپ کی شادی کبھی اس طرح ہوگی!" اگر وہ

زرجان نے نیلی آنکھیں تحیر سے پھیلائی۔۔۔۔۔

کہاں۔۔۔۔۔ تو معصوم اور بے ضرر لڑکی۔۔۔۔۔

اور کہاں۔۔۔۔۔ یہ تیز طرار لڑکی!

اسکی نیلی آنکھوں کو اتنے قریب سے دیکھ کر وہ گھبرا گئی۔۔۔ اور دھڑکتے
دل کے ساتھ نظریں جھکا دیں۔۔۔

"کتنی چالاک لومڑی ہو تم! اپنا کام ہوتے ہی اپنے اصلی روپ میں آگئی"

وہ بھنایا۔

"بھوکے انسان کہیں اور بھی دیکھ لوں۔ ان گلاب جامنوں کے علاوہ اور بھی بہت چیزیں ہیں دیکھنے کے لیے!" اسکا اشارہ اپنی طرف تھا۔

"وہ چیزیں صرف دیکھنے لائق ہیں کھانے لائق نہیں" حیدر نے سر اٹھایا اور شرارت سے کہا۔

"کھا کھا کے مر جاؤ!" وہ غصے سے کہتی ہوئی جانے کے لیے مڑی تو حیدر نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

"اتنے حسین چہرے پر ایسے جارحانہ تیور تو نہ سجاؤ یا رمن!" حیدر نے بڑے دلربانہ انداز میں تعریف کی۔

"مجھے تم سے بات نہیں کرنی" وہ ہنوز خفا تھی۔

سمجھتا ہی نہیں وہ شخص الفاظ کی گہرائی.....!!
میں نے ہر وہ لفظ کہہ دیا جس میں محبت ہو.....!!

وہ خوبصورت انداز میں گنگنایا۔ وہ اپنے ہی انداز میں کتنی دفعہ اسکی تعریف
کر چکا تھا۔ مگر وہ لڑکی جتنی زمین تھی۔۔۔۔۔ اتنی ہی کم عقل بھی!

"تمھاری آفسری میں کی گئی تعریف مجھے ہضم نہیں ہوتی!" وہ مسکرائی۔

"یار! جیسا میرا کام ہے مجھے ویسی زبان ہی بولنا آتی ہے" وہ سر کجھانے لگا تو
قندیل کھلکھلا دی۔ جبکہ دوسری طرف اسٹیج پر بیٹھے دولہا دلہن میں ابھی تک
گولہ باری جاری تھی۔۔۔۔۔

*

*

انا پرست ہوں۔۔۔۔۔

ضدی ہوں۔۔۔۔۔

سر پھرا ہوں۔۔۔۔۔

مگر!

مجھے تمہاری محبت بدل بھی سکتی ہے۔۔۔۔!

پورا "شاہ ولا" برقی مقموں اور پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ مایوں، مہندی ہر رسم زیاد شاہ نے ایسے کی تھی کہ دنیا دیکھتی رہے گئی۔ ایک عرصے تک ہر کوئی یاد کر سکتا تھا کہ زیاد شاہ نے اپنے بیٹے کی شادی کی رسمیں کس طرح کی تھیں اور آج تو شادی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔ شاہ ولا کو دو لہن کی مانند سجا ہوا تھا۔ قندیل گلابی کلر کے کلیوں والے خوبصورت فرائ میں کسی تتلی کی طرح ادھر ادھر پھر رہی تھی۔ نیلم آنا تو نہیں چاہتی تھی مگر زرجان کے منانے پر انہیں آنا پڑا۔ جبکہ وقاص درانی کو بزنس حلقے میں ہونے کے باعث زیاد شاہ پہلے ہی انوٹیشن دے چکے تھے۔ صبا اور وانیہ بھی بمعہ فیملی موجود تھے اور تو اور اس نے سمعیہ زیدی (کلب لے جانے والی لڑکی) کے گروپ کو بھی انوائٹ کیا تھا اور یہ کام صبا اور وانیہ نے کیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ پریس، میڈیا، بزنس سرکل اور انڈسٹری کے لوگ ہر کوئی زرجان شاہ کی دلہن دیکھنے کے لیے خواہش مند تھا۔

گولڈن کلر کی شیروانی میں زرجان شہزادوں جیسی آن بان لیے سب کے
ہوش اڑا چکا تھا۔

"یار! تو نے تو بہت سارے دل توڑ ڈالے" حیدر جو شہہ بالا بنا تھا۔ اس نے
آنکھ دبا کر کہا۔ زرجان نے گھورا تو اسکی بتیسی کی نمائش ختم ہوئی۔

اور پھر ایک دنیا نے اس لڑکی کو رشک، حسد، خوشی اور جلن بھری نظروں
سے دیکھا تھا۔ لال عروسی جوڑے میں، زیور سے لبریز، خوبصورت کیے
گئے میک اپ میں وہ زرجان سے کسی بھی طور پر کم نہیں تھی۔ ایک پل
کے لیے زرجان بھی اسے دیکھ کر مبہوت ہو گیا تھا۔ کیا یہ واقعی میں وہی
معصوم لڑکی تھی جسے وہ خلائی شٹل میں بٹھانا چاہتا تھا۔

"ہائے ہائے! زربینٹا بھابھی کو دیکھ کر تو تم پلکیں جھپکانا بھی بھول گئے!"
حیدر شوخ انداز میں بولا۔

پورے ماحول میں دھیمسا زرجان کا کوئی دل موہ لینے والا سانگ چل رہا تھا۔ وہ اسٹیج پر آئی تو زرجان نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ جسے حیرانگی سے تھام کر وہ نظریں جھکا گئی۔

"مبارک ہو! معصوم لوگوں کا کام ہو گیا!" زرجان نے سرگوشی کی تو وہ حق دق رہے گئی۔ تین مہینوں میں یہ اسکا بولا گیا پہلا جملہ تھا۔

"ج۔ جی" وہ حیرانگی سے دیکھتے ہوئے نہ سمجھی سے بولی۔

"جی! مسز زرجان شاہ! نکاح مایوں والے دن ہی ہو چکا تھا۔ یہ بھی زیاد شاہ کا حکم تھا۔ شاید زیاد شاہ کو لگا تھا زرجان شادی والے دن منع نہ کر دے۔ اس معصوم لڑکی کی وجہ سے زیاد شاہ اب زرجان پر بھروسہ بھی نہیں کرتا تھا۔ ہونہہ معصوم!"

دور سے دیکھنے پر معلوم ہوتا دلہا میٹھی میٹھی سرگوشیوں میں مصروف ہے۔۔۔۔ جبکہ حقیقتاً تو وہ معصوم سی دلہن کو لتاڑ رہا تھا۔

"مجھے لگتا ہے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے!" اتنے سارے لوگوں کو دیکھ کر
 آگینے گھبرا گئی تھی مگر زرجان کے طعنے سن کر اسکی ساری گھبراہٹ بھک سے
 اڑ گئی۔

"غلط فہمی تو اب دور ہوئی ہے۔۔۔۔۔ آگینے زرجان شاہ!" وہ مسکرا کر لوگوں کو دیکھ رہا تھا مگر اسکی زبان جلتی پرتیل کا کام کر رہی تھی۔ آگینے نے اسکے طنز کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا اور اسٹج پر آتی صبا، وانیہ، سمیہ زیدی اور دوسری فرینڈز کی طرف متوجہ ہو گئی۔

زیاد شاہ نے ارتجمنٹ بہت خوبصورت کی تھی۔ وہ تو خوابوں میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی۔ اسکی زندگی میں کبھی ایسا موڑ بھی آئے گا۔

*

*

کاش تو بھی، کبھی مجھے
محبوب لکھے، مطلوب لکھے۔۔۔

وہ ایک شخص جسے اسنے کبھی دعاؤں میں بھی کسی "احساس" کے تحت نہیں مانگا تھا۔ وہ بن مانگے ہی مل گیا تھا۔۔۔۔۔

"سامنے کھڑا شخص وہ دعا تھا جو اسکے لبوں پر آنے سے پہلے ہی "قبولیت" کا درجہ اختیار کر چکی تھی " اسنے سامنے کھڑے حیدر کی کسی بات پر مسکراتے ہوئے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ آگینے یک ٹک زرجان کو دیکھے گئی۔

وہ شخص بہت سے لوگوں کے دلوں میں دھڑکتا تھا۔ وجہ اسکی آواز، اسکی دولت اور سب سے بڑھ کر اسکی پرسنلٹی۔ اسکی آدھے سے زیادہ یونی زرجان شاہ کی آواز کی دیوانی تھیں۔ ہونی سے نکل کر باہر بہت بڑی دنیا تھی اور اس دنیا کے لاکھوں۔۔۔۔۔ کروڑوں لوگ۔۔۔۔۔ وہ سب بھی اس شخص کے دیوانے ہوں گے۔۔۔۔۔ مگر ان لاکھوں۔۔۔۔۔ کروڑوں لوگوں کا چھوڑ کر وہ شخص آگینے زبیر احمد کو ملا تھا۔ کیا کوئی اسکی طرح بھی خوش نصیب تھا۔۔۔۔۔ جسے بن مانگے ہی سب کچھ دے دیا گیا ہوں۔۔۔۔۔

پہلی دفعہ وہ اسے پورے حق سے دیکھ رہی تھی۔
آگینے کی فقط ان نیلی آنکھوں سے شناسائی تھی۔۔۔۔۔

ایک تصویر جس میں نیلی آنکھوں والا نو دس سالہ بچہ بہت اداس بیٹھا
تھا۔۔۔۔۔

وہ بڑے ہونے تک اس لڑکے کی نیلی آنکھوں کو پہروں بیٹھی دیکھتی آئی
تھی۔۔۔۔۔

فقط ایک تصویر جس میں ہر چیز پر شخص ساکت تھا۔۔۔۔۔
مگر نیلی آنکھیں اپنا درد بیان کرتی تھیں۔۔۔۔۔
وہ ان آنکھوں میں تیری اداسی کو پڑھ گئی تھی۔۔۔۔۔
بس ایسی شناسائی تھی اسکی "زر جان شاہ" سے۔۔۔۔۔
اسنے فرحت بیگم کی ڈائری سے وہ تصویر نکالی تھی اور کبھی فرحت بیگم کو
بھی اس بات کا علم نہیں ہوا۔۔۔

اور پھر وہ نیلی آنکھوں والا شخص اسکے سامنے ہنستا۔۔۔۔۔ مسکراتا اور
چلتا پھرتا نظر آنے لگا۔۔۔۔۔ وہ حیران ہو گئی۔۔۔۔۔ بہت کم عمر میں
زر جان نے انڈسٹری میں اپنی دھاک بٹھادی اور دیکھتے ہی دیکھتے اسکی
شہرت کے چرچے دور دور تک پھیلی گئے۔۔۔۔۔ آگینے زبیر احمد نے تو اسکی

ایک تصویر چھپا رکھی تھی۔۔۔۔۔ اب تو ہر اخبار ہر میگزین میں لوگ اسکی تصویر لگانا فرض سمجھنے لگے تھے۔۔۔۔۔ مگر اسے زرجان کی دوسری کسی تصویر سے کوئی سروکار نہیں تھا۔۔۔۔۔ وہ کوئی سراب میں رہنے والی لڑکی نہیں تھی۔۔۔ نہ ہی اسے زرجان شاہ کی ذات کھوجانے کا شوق تھا۔۔۔ اسکی تو بس ان نیلی آنکھوں سے شناسائی تھی۔۔۔

اور اب وہ آنکھیں اُسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ گڑبڑا کر اسنے نظریں جھکا دیں۔ زیاد اور عائشے شاہ اسکی قریب آکر بیٹھ گئے۔ زیاد شاہ نے محبت اور شفقت سے اسکے سر پر ہاتھ پھیرا۔۔۔۔۔

"خوش تو ہے ناں میری بچی؟" زیاد شاہ نے پیار سے پوچھا تو وہ اثبات میں سر ہلا کر مسکرا دی۔۔۔ عائشے شاہ کتنی دفعہ اس پر پیسے وار چکی تھیں۔ زیاد اور عائشے لوگوں کے بلانے پر گئے تو زرجان آبیٹھا۔ اسکے چہرے کے تاثرات ایسے تھے جیسے وہ کوئی کڑوا بادام کھا کر آیا ہو۔

"میں تو ہمیشہ خواب میں ہر روز اپنی شادی اسی طرح سوچتی آئی تھی مگر " آپ " نے کبھی نہیں سوچا ہوگا کہ آپ کی شادی کبھی اس طرح ہوگی! " اگر وہ شخص کسی مجبوری کے تحت شادی کر رہا تھا تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ وہ بار بار اسی عزتِ نفس کو کچوکے لگاتا پھرے۔۔۔۔۔ آخر کار آگینے بھی بھڑک اٹھی۔

زر جان نے نیلی آنکھیں تحیر سے پھیلائی۔۔۔۔۔
کہاں۔۔۔۔۔ تو معصوم اور بے ضرر لڑکی۔۔۔۔۔
اور کہاں۔۔۔۔۔ یہ تیز طرار لڑکی!

اسکی نیلی آنکھوں کو اتنے قریب سے دیکھ کر وہ گھبرا گئی۔۔۔ اور دھڑکتے
دل کے ساتھ نظریں جھکا دیں۔۔۔

"کتنی چالاک لومڑی ہو تم! اپنا کام ہوتے ہی اپنے اصلی روپ میں آگئی"
وہ بھنایا۔

"اور آپ کتنے معصوم ہیں میری چالاک کا حصہ بن گئے" اگر وہ اُسے چالاک
لومڑی سمجھتا ہے تو ایسا ہی صحیح۔۔۔۔۔
وہ اسے کے ٹوکی پہاڑی پر چڑھ کر بتا دے کہ وہ چالاک نہیں ہے تو بھی وہ
شخص یقین نہیں کرے گا۔۔۔۔۔ نہ کرے یقین۔۔۔۔۔ دور دفع!

*

*

"یہ بھائی پہلے تو شادی کے لیے راضی نہیں تھے اور اب دیکھو بھابھی کے کان
میں گھسے سرگوشیاں کیے جارہے ہیں اور بابھی تو شرم سے سر بھی نہیں اٹھا
پائیں رہیں" اسنے گلاب جامن کھاتے حیدر کے سامنے تقریر کی۔ کھانا ابھی
تک نہیں دیا گیا تھا۔ مگر زرجان کی شادی کا کھانا وہ اتنا کھانا چاہتا تھا کہ تین

"حیدر میں تم سے بات کر رہی ہوں!" اسنے ایک کے بعد ایک گلاب جامن کھاتے حیدر کو گھورا۔ آج وہ "کتنا انااااااا سنور کر آئی تھی مگر حیدر اور اسکی تعریف میں ایک لفظ بول دے۔۔۔۔۔ نا باباناں!!!"

"بھوکے انسان کہیں اور بھی دیکھ لوں۔ ان گلاب جامنوں کے علاوہ اور بھی بہت چیزیں ہیں دیکھنے کے لیے!" اسکا اشارہ اپنی طرف تھا۔

"وہ چیزیں صرف دیکھنے لائق ہیں کھانے لائق نہیں" حیدر نے سر اٹھایا اور شرارت سے کہا۔

"کھا کھا کے مر جاؤ!" وہ غصے سے کہتی ہوئی جانے کے لیے مڑی تو حیدر نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

"اتنے حسین چہرے پر ایسے جارحانہ تیور تو نہ سجاؤ یا رمن!" حیدر نے بڑے دلربانہ انداز میں تعریف کی۔

"مجھے تم سے بات نہیں کرنی" وہ ہنوز خفا تھی۔

سمجھتا ہی نہیں وہ شخص الفاظ کی گہرائی.....!!
میں نے ہر وہ لفظ کہہ دیا جس میں محبت ہو.....!!

وہ خوبصورت انداز میں گنگنایا۔ وہ اپنے ہی انداز میں کتنی دفعہ اسکی تعریف کر چکا تھا۔ مگر وہ لڑکی جتنی زہین تھی۔۔۔۔۔ اتنی ہی کم عقل بھی!

"تمہاری آفسری میں کی گئی تعریف مجھے ہضم نہیں ہوتی!" وہ مسکرائی۔

"یار! جیسا میرا کام ہے مجھے ویسی زبان ہی بولنا آتی ہے" وہ سر کجھانے لگا تو قندیل کھلکھلا دی۔ جبکہ دوسری طرف اسٹیج پر بیٹھے دو لہا دلہن میں ابھی تک گولہ باری جاری تھی۔۔۔۔۔۔۔

*

*

انا پرست ہوں۔۔۔۔۔۔۔

ضدی ہوں۔۔۔۔۔۔۔

سر پھرا ہوں۔۔۔۔۔۔۔

مگر!

مجھے تمہاری محبت بدل بھی سکتی ہے۔۔۔۔۔۔۔!

پورا "شاہ ولا" برقی مقیموں اور پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ مایوں، مہندی ہر رسم زیاد شاہ نے ایسے کی تھی کہ دنیا دیکھتی رہے گئی۔ ایک عرصے تک ہر کوئی یاد کر سکتا تھا کہ زیاد شاہ نے اپنے بیٹے کی شادی کی رسمیں کس طرح کی تھیں اور آج تو شادی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شاہ ولا کو دو لہن کی مانند سجا ہوا تھا۔ قندیل گلابی کلر کے کلیوں والے خوبصورت فرائ میں کسی تتلی کی

طرح ادھر ادھر پھر رہی تھی۔ نیلم آنا تو نہیں چاہتی تھی مگر زرجان کے منانے پر انہیں آنا پڑا۔ جبکہ وقاص درانی کو بزنس حلقے میں ہونے کے باعث زیادہ شاہ پہلے ہی انوٹیشن دے چکے تھے۔ صبا اور وانیہ بھی بمعہ فیملی موجود تھے اور تو اور اس نے سمیعہ زیدی (کلب لے جانے والی لڑکی) کے گروپ کو بھی انوائٹ کیا تھا اور یہ کام صبا اور وانیہ نے کیا تھا۔۔۔ پریس، میڈیا، بزنس سرکل اور انڈسٹری کے لوگ ہر کوئی زرجان شاہ کی دلہن دیکھنے کے لیے خواہش مند تھا۔

گولڈن کلر کی شیروانی میں زرجان شہزادوں جیسی آن بان لیے سب کے ہوش اڑا چکا تھا۔

"یار! تو نے تو بہت سارے دل توڑ ڈالے" حیدر جو شہہ بالا بنا تھا۔ اسنے آنکھ دبا کر کہا۔ زرجان نے گھورا تو اسکی بتیسی کی نمائش ختم ہوئی۔

اور پھر ایک دنیا نے اس لڑکی کو رشک، حسد، خوشی اور جلن بھری نظروں سے دیکھا تھا۔ لال عروسی جوڑے میں، زیور سے لبریز، خوبصورت کیے گئے میک اپ میں وہ زرجان سے کسی بھی طور پر کم نہیں تھی۔ ایک پل کے لیے زرجان بھی اسے دیکھ کر مبہوت ہو گیا تھا۔ کیا یہ واقعی میں وہی معصوم لڑکی تھی جسے وہ خلائی شٹل میں بٹھانا چاہتا تھا۔

"ہائے ہائے! زربینا بھابھی کو دیکھ کر تو تم پلکیں جھپکانا بھی بھول گئے!"
حیدر شوخ انداز میں بولا۔

پورے ماحول میں دھیمسا سا زرجان کا کوئی دل موہ لینے والا سانگ چل رہا تھا۔ وہ اسٹیج پر آئی تو زرجان نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ جسے حیرانگی سے تھام کر وہ نظریں جھکا گئی۔

"مبارک ہو! معصوم لوگوں کا کام ہو گیا!" زرجان نے سرگوشی کی تو وہ حق دق رہے گئی۔ تین مہینوں میں یہ اسکا بولا گیا پہلا جملہ تھا۔

"جی! مسسز زرجان شاہ! " نکاح مایوں والے دن ہی ہو چکا تھا۔ یہ بھی زیاد
شاہ کا حکم تھا۔ شاید زیاد شاہ کو لگا تھا زرجان شادی والے دن منع نہ کر
دے۔ اس معصوم لڑکی کی وجہ سے زیاد شاہ اب زرجان پر بھروسہ بھی
نہیں کرتا تھا۔ ہونہہ معصوم!

زرجان کے طرزِ مخاطب پر وہ غش کھا گئی۔ کہاں تو یہ شخص شادی کے لیے راضی نہیں تھا اور کہاں اسے مسز زرجان شاہ بنا دیا۔

"میں نے تم جیسے معصوم لوگ زندگی میں پہلی بار دیکھے ہیں۔۔۔۔۔۔ جو اپنی معصومیت سے بڑے بڑے کاموں کو چٹکی بجا کر سرانجام دے دیتے ہیں" موصوف نے طنز کا ایک اور تیر چلایا۔ وہ بھی سرگوشی کے سے انداز میں۔۔۔۔۔۔

دور سے دیکھنے پر معلوم ہوتا دلہا میٹھی میٹھی سرگوشیوں میں مصروف ہے۔۔۔۔ جبکہ حقیقتاً تو وہ معصوم سی دلہن کو لتاڑ رہا تھا۔

"مجھے لگتا ہے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے!" اتنے سارے لوگوں کو دیکھ کر آگینے گھبرا گئی تھی مگر زرجان کے طنز سن کر اسکی ساری گھبراہٹ بھک سے اڑ گئی۔

"غلط فہمی تو اب دور ہوئی ہے۔۔۔۔ آگینے زرجان شاہ!" وہ مسکرا کر لوگوں کو دیکھ رہا تھا مگر اسکی زبان جلتی پر تیل کا کام کر رہی تھی۔ آگینے نے اسکے طنز کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا اور اسٹیج پر آتی صبا، وانیہ، سمعیہ زیدی اور دوسری فرینڈز کی طرف متوجہ ہو گئی۔

زیاد شاہ نے ارتجمنٹ بہت خوبصورت کی تھی۔ وہ تو خوابوں میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی۔ اسکی زندگی میں کبھی ایسا موڑ بھی آئے گا۔

*

*

کاش تو بھی، کبھی مجھے
محبوب لکھے، مطلوب لکھے۔۔۔

وہ ایک شخص جسے اسنے کبھی دعاؤں میں بھی کسی "احساس" کے تحت
نہیں مانگا تھا۔ وہ بن مانگے ہی مل گیا تھا۔۔۔۔۔

"سامنے کھڑا شخص وہ دعا تھا جو اسکے لبوں پر آنے سے پہلے ہی "قبولیت"
کا درجہ اختیار کر چکی تھی" اسنے سامنے کھڑے حیدر کی کسی بات پر مسکراتے
ہوئے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ آگینے یک ٹک زرجان کو دیکھے گئی۔

وہ شخص بہت سے لوگوں کے دلوں میں دھڑکتا تھا۔ وجہ اسکی آواز، اسکی
دولت اور سب سے بڑھ کر اسکی پرسنلٹی۔ اسکی آدھے سے زیادہ یونی
زرجان شاہ کی آواز کی دیوانی تھیں۔ ہونی سے نکل کر باہر بہت بڑی دنیا تھی

اور اس دنیا کے لاکھوں۔۔۔۔۔ کروڑوں لوگ۔۔۔۔۔ وہ سب بھی اس
شخص کے دیوانے ہوں گے۔۔۔۔۔
مگر ان لاکھوں۔۔۔۔۔ کروڑوں لوگوں کا چھوڑ کر وہ شخص آگینے زیر احمد
کو ملا تھا۔ کیا کوئی اسکی طرح بھی خوش نصیب تھا۔۔۔۔۔ جسے بن مانگے
ہی سب کچھ دے دیا گیا ہوں۔۔۔۔۔

پہلی دفعہ وہ اسے پورے حق سے دیکھ رہی تھی۔
آگینے کی فقط ان نیلی آنکھوں سے شناسائی تھی۔۔۔۔۔
ایک تصویر جس میں نیلی آنکھوں والا نو دس سالہ بچہ بہت اداس بیٹھا
تھا۔۔۔۔۔

وہ بڑے ہونے تک اس لڑکے کی نیلی آنکھوں کو پہروں بیٹھی دیکھتی آئی
تھی۔۔۔۔۔

فقط ایک تصویر جس میں ہر چیز پر شخص ساکت تھا۔۔۔
مگر نیلی آنکھیں اپنا درد بیان کرتی تھیں۔۔۔۔۔
وہ ان آنکھوں میں تیری اداسی کو پڑھ گئی تھی۔۔۔۔۔

بس ایسی شناسائی تھی اسکی "زرجان شاہ" سے۔۔۔۔۔
اسنے فرحت بیگم کی ڈائری سے وہ تصویر نکالی تھی اور کبھی فرحت بیگم کو
بھی اس بات کا علم نہیں ہوا۔۔

اور پھر وہ نیلی آنکھوں والا شخص اسکے سامنے ہنستا۔۔۔۔۔ مسکراتا اور
چلتا پھرتا نظر آنے لگا۔۔۔۔۔ وہ حیران ہو گئی۔۔۔۔۔ بہت کم عمر میں
زرجان نے انڈسٹری میں اپنی دھاک بٹھادی اور دیکھتے ہی دیکھتے اسکی
شہرت کے چرچے دور دور تک پھیلی گئے۔۔۔۔۔ آگینے زیر احمد نے تو اسکی
ایک تصویر چھپا رکھی تھی۔۔۔۔۔ اب تو ہر اخبار ہر میگزین میں لوگ اسکی
تصویر لگانا فرض سمجھنے لگے تھے۔۔۔۔۔ مگر اسے زرجان کی دوسری کسی
تصویر سے کوئی سروکار نہیں تھا۔۔۔۔۔ وہ کوئی سراب میں رہنے والی
لڑکی نہیں تھی۔۔۔۔۔ نہ ہی اسے زرجان شاہ کی ذات کھوجانے کا شوق
تھا۔۔۔۔۔ اسکی تو بس ان نیلی آنکھوں سے شناسائی تھی۔۔۔۔۔

اور اب وہ آنکھیں اُسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ گڑبڑا کر اسنے نظریں جھکا دیں۔
زیاد اور عائشے شاہ اسکی قریب آکر بیٹھ گئے۔ زیاد شاہ نے محبت اور شفقت
سے اسکے سر پر ہاتھ پھیرا۔۔۔۔۔

"خوش تو ہے ناں میری بچی؟" زیاد شاہ نے پیار سے پوچھا تو وہ اثبات میں
سر ہلا کر مسکرا دی۔۔۔ عائشے شاہ کتنی دفعہ اس پر پیسے وار چکی تھیں۔ زیاد اور
عائشے لوگوں کے بلانے پر گئے تو زرجان آبیٹھا۔ اسکے چہرے کے تاثرات
ایسے تھے جیسے وہ کوئی کڑوا بادام کھا کر آیا ہو۔

"تم جیسی معصوم لڑکی نے کبھی نہیں سوچا ہوگا کہ تمہاری شادی ایسے
ہوگی!" زرجان شاہ کا اشارہ سب سے سجائے شاہ ولا کی طرف تھا اور پھر آئبرو
سے سب سے سنورے لوگوں کی طرف بھی اشارہ کیا۔

"میں تو ہمیشہ خواب میں ہر روز اپنی شادی اسی طرح سوچتی آئی تھی مگر"
آپ نے کبھی نہیں سوچا ہوگا کہ آپ کی شادی کبھی اس طرح ہوگی!" اگر وہ

زرجان نے نیلی آنکھیں تحیر سے پھیلائی۔۔۔۔۔
کہاں۔۔۔۔۔ تو معصوم اور بے ضرر لڑکی۔۔۔۔۔
اور کہاں۔۔۔۔۔ یہ تیز طرار لڑکی!

اسکی نیلی آنکھوں کو اتنے قریب سے دیکھ کر وہ گہرا گئی۔۔۔ اور دھڑکتے دل کے ساتھ نظریں جھکا دیں۔۔۔

"کتنی چالاک لومڑی ہو تم! اپنا کام ہوتے ہی اپنے اصلی روپ میں آگئی"

وہ بھنایا۔

"بھوکے انسان کہیں اور بھی دیکھ لوں۔ ان گالِب جامنوں کے علاوہ اور بھی بہت چیزیں ہیں دیکھنے کے لیے!" اسکا اشارہ اپنی طرف تھا۔

"وہ چیزیں صرف دیکھنے لائق ہیں کھانے لائق نہیں" حیدر نے سر اٹھایا اور شرارت سے کہا۔

"کھا کھا کے مر جاؤ!" وہ غصے سے کہتی ہوئی جانے کے لیے مڑی تو حیدر نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

"اتنے حسین چہرے پر ایسے جارحانہ تیور تو نہ سجاؤ یا رِمن!" حیدر نے بڑے دلربانہ انداز میں تعریف کی۔

"مجھے تم سے بات نہیں کرنی" وہ ہنوز خفا تھی۔

سمجھتا ہی نہیں وہ شخص الفاظ کی گہرائی.....!!
میں نے ہر وہ لفظ کہہ دیا جس میں محبت ہو.....!!

وہ خوبصورت انداز میں گنگنایا۔ وہ اپنے ہی انداز میں کتنی دفعہ اسکی تعریف
کر چکا تھا۔ مگر وہ لڑکی جتنی زمین تھی۔۔۔۔۔ اتنی ہی کم عقل بھی!

"تمھاری آفسری میں کی گئی تعریف مجھے ہضم نہیں ہوتی!" وہ مسکرائی۔

"یار! جیسا میرا کام ہے مجھے ویسی زبان ہی بولنا آتی ہے" وہ سر کجھانے لگا تو
قندیل کھلکھلا دی۔ جبکہ دوسری طرف اسٹیج پر بیٹھے دولہا دلہن میں ابھی تک
گولہ باری جاری تھی۔۔۔۔۔

*

*

زندگی ----- کا نام تو سنا ہو گا تم نے
ہم نے رکھا ہے اپنے دل میں اس نام سے تمہیں

سیاہ چمکیلی رات اپنی تمام تر رعنائی لیے اس ساحرانہ لڑکی کی قسمت پر مسکرا اٹھی تھی۔ رات کے تین بجے شادی کا فنکشن ختم ہوا۔ چونکہ آگینے کو رخصت ہو کر زرجان کے روم تک آنا تھا۔ مارے خوف کے اسکا برا حال ہو چکا تھا۔ چلو۔۔۔۔۔ یہاں تو اتنے سارے لوگوں کے درمیان وہ بڑی ڈھٹائی سے زرجان کو دوبدو جواب دیتی رہی مگر اب کیا کرے گی۔۔۔۔۔؟ یہی سوچ کر اسکا دل بڑی تیزی سے دھک دھک کرنے میں مصروف تھا۔

رخصتی کے وقت اسے فرحت اور زبیر احمد کی کمی شدت سے محسوس ہوئی۔ آج اسکے ماں باپ اسکے ساتھ ہوتے تو اپنی بیٹی کی ایسی قسمت پر جس قدر انکے چہرے پر خوشی ہوتی۔۔۔۔۔ کاش! وہ انکے چہرے پر چھائی خوشی کا رنگ دیکھ سکتی۔ کاش! وہ اپنے ماں باپ کی دعاؤں کے زیر اثر اپنی نئی زندگی کا سفر شروع کرتی۔۔۔۔۔ پر بے رحم وقت نے اس سے بہت کچھ چھین لیا تھا۔۔۔۔۔ آگینے کو دیکھ کر قندیل کے آنسو بھی رواں ہو گئے۔۔۔۔۔

"میں کیوں روؤں گی۔ بھلا ہزاروں کا کیا گیا میکپ ایویں بہا دوں۔۔۔۔۔۔
ہونہہ!

بلکہ! "وہ شریر ہوئی۔

"یہ کام تو تمہیں سرانجام دینا پڑے گا حیدر درانی!" اور تنک کر بولی۔

"بد تمیز لڑکی! مجھے پتہ تھا تم مگر مجھ کے آنسو بہا رہی ہو!" حیدر کو تپ چڑھ
گئی۔ وہ دونوں کبھی آرام سے بات کر لیں ایسا ممکن ہی نہیں
تھا۔۔۔۔۔۔

*

*

قندیل اور عائشہ شاہ آگینے کو زرجان کے روم میں لے آئیں۔ وہ تو اتنا بڑا
روم دیکھ کر حق دق رہے گئی۔ وہ تو کسی شہزادے کی خواب گاہ تھی۔ ہر چیز
اپنی مثال آپ تھی۔ مہنگی اور نایاب! شاید اس کمرے کا ایک چھوٹا سا
جھومر بھی لاکھوں کی تعداد کا ہوگا۔ البتہ
کمرہ کسی بھی شادی جیسی سجاوٹ سے عاری تھا۔۔۔۔۔۔

شاید پہلے سے سچے کمرے کو دوبارہ سجانے کی ضرورت محسوس نہیں کی
گئی۔۔۔

امیرانہ چونچلے۔۔۔۔۔!
وہ دل ہی دل میں زرجان کے ڈیکوریٹ روم کو یہ اعزاز دے گئی۔۔۔۔۔

قندیل نے اسے جہازی سائز گول بیڈ پر بٹھا دیا۔

"بھابھی! آج تو آپ اتنی حسین لگ رہی تھیں۔۔۔۔۔ اتنی حسین لگ رہی
تھیں۔۔۔ اتنی ی ی۔۔۔"

"ق۔ قندیل" اس سے پہلے قندیل "اتنی" کو کھینچ کھانچ کر کچھ اور لمبا کرتی،
آگینے نے بوکھلا کر اسے پکارا۔

"ہائیں!" پہلے تو آگینے بوکھلاہٹ میں اسکے طرزِ مخاطب پر حیران ہو گئی۔
جب سمجھ آیا تو اسنے قندیل کو گھور کر دیکھا۔ قندیل کی معصومیت عروج پر
تھی۔ قندیل کے بولے گئے ایک لفظ سے اسکے دل کی دھڑکن منتشر ہو گئی۔

"ارے واہ! آپ تو بھائی کے نام کا الٹ ہو گئیں ہے۔۔۔۔۔ زر جان کی
جانِ زر۔۔۔۔۔ ہائے "وہ شوخ ہوئی اور وہ اپنی ایسی عقل مندی پر
نازاں بھی۔" کتنا پیارا نام دیا ہے میں نے آپ کو۔۔۔۔۔ آپ کو تو
تھینکس بولنا چاہیے۔۔۔ لیکن آپ ہیں کہ بس گھور رہی ہیں "قندیل نے منہ
بنایا۔

"کبھی تو کسی کی بات تحمل سے سن لیا کرو" آگینے نے تاسف سے اسے دیکھا جو گلابی فراک میں باربی ڈول لگ رہی تھی۔ وہ اپنی نیلی آنکھیں پوری

"مجھے بھوک نہیں لگی قندیل! " قندیل آگینے کے لیے کھانا پلیٹوں میں نکال رہی تھی۔

"تھوڑا سا کھا لیں بھابھی پلینز!" اسنے التجا کی تو مجبوراً جوس کا گلاس تھام لیا۔ اسکا دماغ تو یہ سوچ کر پھٹا جا رہا تھا کہ وہ زربان کا سامنا کیسے کرے گی۔ وہاں تو شیرنی بنی بیٹھی تھی۔ اور اب شیرنی کی خالہ بھی نہیں بن سکے گی۔۔۔

"سچ میں۔۔۔۔۔؟" ہنس ہنس کر قندیل کے پیٹ میں درد ہو چکا تھا۔ اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ زرجان اور آگینے اپنی شادی والے دن ٹام اینڈ جیری کا کردار نبھا رہے تھے تو شاید وہ بھی ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جائے۔ آگینے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگی۔

"دیکھنے میں تو آپ دونوں اتنے معصوم لگتے ہیں۔ لیکن کام دیکھیں!" اس پر ایک دفعہ پھر سے ہنسی کے دورے کا اٹیک ہوا تھا۔ اس سے پہلے کے قندیل اسے کوئی اوٹ پٹانگ سا مشورہ دیتی۔ نیلم کی کال آگئی۔ وہ اسے باہر آنے کا کہہ رہی تھی وہ بھی صرف پانچ منٹ میں۔ ناچاہتے ہوئے بھی اسے اپنی معصوم بھابھی سے معذرت کرنی پڑی۔ کیونکہ نیلم کا پارہ ہائی تھا۔ ایک تو اسکی بھانجی کی جگہ کسی اور نے لے لی۔ دوسرا زرجان کی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ زیادشاہ نے خود کیا تھا اور نیلم صرف دیکھتی رہے گئی۔ اس لیے وہ

کس قدر غصہ تھیں یہ قندیل جانتی تھی۔ یہاں آنے کے لیے بھی وہ بہت
مشکل سے راضی ہوئی تھیں۔ اب اگر انکا غصہ ضبط سے باہر ہو گیا تو وہ باہر
کھڑے ایک آدھ مہمانوں کا لحاظ بھی نہیں کریں گی اور جولا کی طرح پھٹ
جائیں گی۔ قندیل سرپٹ باہر بھاگی۔۔

*

*

چلو محبت کو اس طرح بانٹ لیتے ہیں

سمندر تمہارا

لہریں ہماری

آسماں تمہارا

ستارے ہمارے

چاند تمہارا

چاندنی ہماری

سورج تمہارا

کرنیں ہماری

نہیں

کچھ اس طرح کرتے ہیں
سب کچھ تمہارا

اور

تم ہمارے۔۔۔۔!

وہ جلے پیر کی بلی کی طرح اپنا لہنگا اٹھائے ٹہلے جا رہی تھی۔ اسنے ایک نظر
گھڑی کو دیکھا، گھڑی کی سوئی چار کے ہندسے پر تھی۔ شاید زرجان غصے
میں کہیں چلا گیا ہوا۔ اللہ کرے چلا ہی گیا ہو۔ وہ دل ہی دل میں اسکے نہ
آنے کی دعائیں مانگ رہی تھی۔ اسنے اکثر کہانیوں میں پڑھا تھا، دو لہا کی
زبردستی شادی کر دی جائے تو وہ دلہن کی شکل تک نہیں دیکھتا اور سات
سمندر پار جا کر بیٹھ جاتا۔ ارے بھئی ناراضگی بھی تو دکھانی ہے!

اسنے روم کا لاک بھی اچھی طرح بند کر دیا تھا۔ دروازہ بجا بجا کر وہ مایوس
ہو جائے گا۔ پھر غصے میں وہ سچ مچ چلا جائے گا۔ میں جو سوچ رہی ہوں
کاش وہ ہو جائے۔ وہ یہ سب خوشی خوشی سوچے جا رہی تھی جیسے بالکل

ایک ایسی ہی کہانی تھی جو اکثر اسے اپنے ارد گرد محسوس ہوتی۔ ایک شہزادی، ایک شہزادہ، ایک لمبی اور خوبصورت روش، اور وادیِ دل! یہ وہ کہانی تھی جسے اسنے اپنے خواب کے بعد لکھنا شروع کی تھی۔۔۔۔۔ جو ابھی تک نامکمل سی تھی۔۔۔۔۔ ضروری نہیں کہ کہانی صرف قلم سے لکھی جائے۔ کہانی تو سنہری دھوپ کی روپہلی کرنوں سے لکھی جاسکتی ہے، چاند کی روشنی سے لکھی جاسکتی، نیلگوں پانی سے لکھی جاسکتی اور۔۔۔۔۔ اور اپنی خوابوں سے لکھی جاسکتی ہے۔۔۔۔۔ کہانی تو زندگی کے حالات بھی لکھتے ہیں۔ کبھی کبھی زندگی بھی نالکھی گئی ادھوری کہانی کو مکمل کر دیتی

ہے۔ اور اب اسکے ساتھ بھی یہی ہونے والا تھا۔ اسکی زندگی اسکی کہانی مکمل کرنے جا رہی تھی۔

*

*

اپنے روم تک پہنچ کر اسنے سکھ کا سانس لیا۔ زندگی کے ان چاہے راستوں پر چلنا کتنا مشکل اور کٹھن ہوتا ہے اسے آج معلوم ہوا تھا۔ ایک لڑکی اسکی زندگی سے وابستہ کر دی گئی تھی اور زرجان شاہ کو تا عمر اسکے ساتھ رہنا تھا۔۔۔۔۔ یہ ممکن تھا بھی یا نہیں۔۔۔۔۔ وہ نہیں جانتا تھا۔ اسنے روم کے ہینڈل پر ہاتھ دھرا تو وہ لاک نکلا۔ زرجان نے دانت پیسے۔۔۔۔۔

چالاک لومڑی! وہ روم میں تھی وہ بھی زرجان شاہ کہ اور ایسی دیدی دلیری کے روم کے مالک کو ہی روم میں داخل نہیں ہونے دے رہی! زرجان کا دل کیا وہ ابھی اس معصوم لڑکی کا قتل کر ڈالے۔ روم کا ڈور پاسورڈ سے

بھی کھلتا تھا اس لیے اندر جانے میں زرجان کو کوئی مسئلہ پیش نہیں ہوا۔
وہ آرام سے روم
میں داخل ہوا۔۔۔۔ اور وہ کیا دیکھتا ہے۔۔۔۔ بلکہ وہ جو دیکھتا ہے وہ
ناقابلِ یقین تھا۔

نئی نویلی دلہن اور اسکے باپ کے بقول معصوم اور بے ضرر بھی! آرام سے
صوفے پر بیٹھی تھی۔ صوفے کے ساتھ رکھی چھوٹی خوبصورت میز پر کھانا
رکھا تھا جو یقیناً اسکی شادی کا تھا۔ جسے وہ معصوم چٹخارے لے لے کر کھا
رہی تھی جبکہ نظریں ٹی وی پر جمائے کارٹون دیکھنے میں گم!

ایسے حالات میں پچھلے دو دن سے وہ کھانے کو دیکھ کر ہی نظریں پھیر لیتا۔
بھلا ایسے حالات میں کس سے کھانا کھایا جاتا ہے۔ اور یہ "معصوم" اپنی
شادی کا کھانا کتنے مزے سے کھا رہی تھی۔ اسکی تو من کی مراد پوری ہوئی ہے
۔ اب تو وہ معصوم چین سے کھائے پیے گی۔۔۔۔۔ ہونہہ!

شاید اسے ابھی تک محسوس نہیں ہوا تھا کہ روم میں اسکے علاوہ ایک اور نفوس بھی ہے۔ وہ بھی آرام سے بیڈ پر بیٹھ گیا اور فرصت سے اس "معصوم" کا جائزہ لینے لگا۔ اس کی چیز تھی (زبردستی صحیح تھی تو اسکی ناں!) پھر "بھلا" فرصت سے دیکھنے میں کیا مزائقہ ہے۔ خوشفام، گل اندام اور پور پور گل رنگ میں سبھی سنوری وہ زرجان کا دل پہلی دفعہ دھڑکا گئی تھی۔ اسکا عجب لے پر دل دھڑکنا شروع ہوا۔

زرجان کی نظروں کی تپش محسوس کر کے اسنے اپنا رخ روشن بیڈ کی طرف کیا۔ تو وہ بوکھلا، سٹیٹا، حواس بختہ، پتہ نہیں کیا کیا ہوگی۔ منہ سے لگائی کو لڈ ڈرنک میز پر رکھی۔ (نیدی، بھوکی تھوڑا صبر نہیں کر سکتی تھی۔ آگینے نے خود کو ڈپٹا)۔ زرجان ابھی تک اسے ہی دیکھ رہا تھا اور وہ اپنے جوڑے کے ہم رنگ شرم و حیا سے سرخ ہو چکی تھی۔ زرجان اپنے دل کی کیفیت اور آگینے کے چہرے پر آئے رنگوں کو دیکھ کر جھنجھلا گیا۔

" ایسے حالات میں لوگ اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتے ہیں اور تم۔۔۔۔۔۔۔ " زرجان نے انگلی اٹھا کر آگینے کی تعریف اشارہ کیا۔ " تم اپنی شادی کا کھانا ایسے کھا رہی تھی جیسے پہلی دفعہ کھا رہی ہو "

"توبہ توبہ! کتنی لمبی زبان ہے اسکی۔ طنز کرنے اور جتانے میں تو یہ شخص
"پھوپھو" کا کردار ادا کرتا ہے" آہگینے دل ہی دل میں کہنے کے ساتھ، سامنے
کھڑے انسان سے پناہ مانگنے کے ورد کرنے لگی۔

وہ کافی دیر تک بھڑاس نکالتا رہا اور آگینے خاموشی سے سنتی رہی۔ اتنے دنوں کی بھڑاس آخر نکلتی تو تھی۔

"اب منہ سے بھی کچھ بولو۔۔۔۔۔ اسٹیج پر تو پوری شعلہ جولاہ بنی پڑ پڑ جواب دے رہی تھی!" زرجان اسکی خاموشی پر چڑھ دوڑا۔

"تمھاری آواز جتنی "سریلی" ہے بولنے میں تم اتنے ہی "بے سُرے ہو!" یہ تعریف تھی کہ طنز وہ سمجھ نہیں سکا۔ لیکن جملہ بڑا کڑوا کسیدا تھا۔ ایک ہی جملے میں اسنے اپنا ادھار چکا دیا تھا۔

"دل کرتا ہے تمھاری کینچی کی طرح چلتی زبان پر تیزاب ڈال دوں، ویسے بھی کھانے پینے کی تو تم بہت شوقین ہو۔ اپنے سنے رکھی مثال لے لو" اسکا اشارہ میز پر رکھے کھانوں کی طرف تھا۔ ایک پل کو تو وہ اندر تک کانپ گئی۔ اگر سچ میں اس شخص نے تیزاب پھینک دیا تو۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔ زیاد

انکل اور عائشے شاہ کے ہوتے ہوئے وہ ایسا کرنے کی جرت بھی نہیں کر سکتا۔

"شادی کا کھانا کھانے کے لیے ہوتا ہے۔ بھلا یہ کیا بات ہوئی انسان لوگوں کی شادی کا کھانا کھائے۔ جبکہ اپنی شادی کے کھانے کو دیکھتا ہی رہے جائے" اگر سامنے زرجان تھا تو وہ بھی آگینے زرجان شاہ تھی!

"میں تمہارا گلا دبا دوں گا" تنگ آکر زرجان سچ میں اسکا گلا دبانے کے لیے آگے بڑھا۔

"دیکھو! ایسا کچھ کرنے کا سوچنا بھی نہیں۔ ورنہ میں "روح" بن کر تمہارا سکھ چین مٹی میں ملا دوں گی" اندر ہی اندر وہ خوف میں مبتلا تھی مگر مضبوط ہی رہی۔ زرجان نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا۔

"ابھی تک کس زعم میں اس" حلیے "میں بیٹھی ہو" وہ پل پل بدلتے
دوھوپ چھاؤں جیسے مزاج کا شخص تھا۔ آگینے اسکے اس سوال پر حق دق
رہ گئی۔ سب سے پہلے اس نے خود کو اس حلیے سے آزاد کرنے کا ہی سوچا
تھا مگر اتنے بڑے روم میں الماری نام کی کوئی شے نظر نہیں آئی۔ ڈریسنگ
روم میں بھی زرجان کے کپڑے لٹکے نظر آئے اس لیے وہ اپنے کپڑے
ڈھونڈ نہ سکی۔

"اگر تم کسی" خوش فہمی "میں مبتلا ہو تو۔ ابھی اسی وقت اس خوش فہمی کو
دور کر دو۔ تم اس گھر، اس روم میں صرف اور صرف میرے ڈیڈ کی وجہ
سے آئی ہو۔ دنیا والوں کے سامنے تم آگینے زرجان شاہ ہو مگر میرے لیے
تمھاری کوئی اہمیت نہیں۔ اس روم میں تمہیں ڈیکوریٹ شوکیس نظر آرہے
ہیں ناں! تمھاری حیثیت بھی ان شوکیس سے کم ہوگی۔۔۔۔۔ کیونکہ یہ
چیزیں اس روم میں رکھنے کے لائق ہیں اور تم۔۔۔ تم زبردستی اس روم
میں رکھی گئی ہو! جو چیزیں میرے لیے اہمیت نہیں رکھتیں جلد یا بدیر میں

انہیں روم سے نکال دیتا ہو۔۔ بہت جلد تم بھی ان چیزوں میں شامل ہو جاؤں گی " الفاظ تھے کہ انگارہ۔۔۔ آگینے اندر تک جھلس گئی!

زرجان دیوار میں لگے قد آدم شیشے کے پاس گیا، پھر شیشے پر اپنا ہاتھ پھیرا تو شیشہ دوسری دیوار کی طرف کھسک گیا اور سامنے ہی ترتیب سے دیئے اسکے کپڑے لٹک رہے تھے۔ پوری دیوار الماری کا کام انجام دے رہی تھی۔ عائشہ شاہ نے ایک سائنڈ پر آگینے کے بہت سارے کا مدار اور ہلکے پھلکے کام والے ڈریسز رکھے تھے۔ جسے زرجان باہر نکالتا زمین بوس کر رہا تھا۔ یہاں تک کے سارے ڈریسز فرش پر ڈال دیے۔ پھر اپنا وائٹ ڈریس نکل کر اسکی طرف مڑا۔ شیشہ آہستہ آہستہ آگے آنے لگا۔

"زندگی کا نیا سفر مبارک ہو آگینے زرجان شاہ" وہ جلاوینے والی مسکراہٹ لبوں پر سجائے کہہ رہا تھا۔ ایسی توہیں، ایسی زلت پر آگینے کا مرجانے کو دل کر رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔

*

*

در حقیقت مجھے تمہارے سوا، کچھ نظر نہیں آتا

حقیقت یہ مجھے تمہارے سوا کسی کو دیکھنے کی چاہ ہی نہیں

گلابی اور سلور کمبیشن میں ہلکے کاہدار گھٹنوں تک آتے فرائک، تنگ پائجامہ،
چنا ہوا دوپٹہ اور سلور، گلابی چوڑیاں صبح کی روپہلی کرنیں اسے، اس روپ
میں دیکھ مسکرا اٹھیں۔ ایک نئی صبح اسکی منتظر تھی۔ وہ بالکونی میں کھڑیں
اپنی گزری زندگی کے بارے میں سوچنے لگی۔ وہ تو ہنستی مسکراتی لڑکی تھی۔
پر حالات نے اسکی مسکراہٹ چھین لی۔ آنکھیں نمکین پانی سے بھرنے
لگیں۔ اسنے پلکیں جھپکا جھپکا کر نمکین پانی کو باہر آنے سے روکا۔ روم میں
آئی تو زرجان ابھی تک سویا ہوا تھا۔

کل رات اسنے جیسے تیسے اپنے کپڑے ڈریسنگ روم میں جگہ بنا کر رکھے اور
خود کو دلہن کے حلیے سے نجات دلائی۔ دو چار زرجان کو بھی سنا ڈالیں (دل

ہی دل میں) اور صوفے پر قبضہ جمائے بیڈ سے تکیہ اور کبیل اٹھا کر سوتی بن گئی۔ دل میں یہ بھی خوف تھا۔ اگر زرجان نے روم سے باہر نکال دیا تو۔۔۔۔؟ اس سے آگے نہ اس نے سوچا اور نہ ہی سوچنے کی ہمت تھی۔ اس سے اچھا کہ وہ سوتی ہی بن جائے۔ کم از کم اس شخص کے طنز اور طعنوں سے تو بچ جائے گی اور شکر تھا۔ زرجان بھی خاموشی سے بیڈ پر لیٹ گیا۔

کچھ دیر تک تو وہ آنکھیں بند کیے سونے کی کوشش کرتی رہی مگر نیند تو اس سے کوسوں دور تھی۔ اور فجر کا وقت بھی ہونے ولا تھا۔ آخر کار وہ اٹھ بیٹھی۔ خاموش کمرے میں چوڑیوں کی آواز نے ایک جلت رنگ بجا دی۔

"مجھے اب اگر آواز آئی نہ تو میں تمہیں روم سے باہر پھینک دوں گا" زرجان نے لیٹے لیٹے دانت کچکچا کر کہا۔ کیا بولے، کیسے بولے وہ اسی کشمکش میں تھی۔ تبھی ایک دفعہ پھر ہاتھ ہلانے پر چوڑیوں کا شور گونجا۔

"تم ان چوڑیوں کو اتار کیوں نہیں دیتی" وہ بیڈ پر بیٹھا غصے سے اسے گھور رہا تھا۔ وہ تو چوڑیوں کی دیوانی تھی ابھی بھی اسنے انہیں اتارنے کا نہیں سوچا مگر وہ بھول گئی تھی کہ وہ اس وقت زرجان شاہ کے روم میں ہے۔ غصہ جسکی ناک پر کھڑا رہتا ہے۔۔۔۔۔ ہونہہ! پتہ نہیں کیا سمجھتا ہے خود کو! دل میں اسے سننے کے ساتھ وہ چوڑیاں بھی اتار رہی تھی۔

"اب زرا سا بھی شور نہیں ہونا چاہیے" تحکمانہ انداز میں کہتا وہ سر تک کبیل اوڑھ کر لیٹ گیا۔

"اللہ اللہ! اس شخص کو تو تمیز سے بات کرنا بھی نہیں آتی" وہ بڑبڑاتی ہوئی لیٹ گئی اور کچھ دیر بعد آخر کار نیند کی دیوی اس پر مہربان ہو ہی گئی۔ جب اسکی آنکھ کھلی تو صبح کے آٹھ بج رہے تھے۔ فجر کی قضا ادا کر کے وہ کچھ دیر بالکونی میں کھڑی رہی اور اب نیچے جانے کا سوچ رہی تھی۔

"جس گہری نیند میں یہ شخص ہے۔۔۔۔۔ میرا نہیں خیال اگلے دو دن تک یہ اٹھنے والا ہے" وہ سوئے ہوئے زرجان کو دیکھ کر بڑبڑاتی۔ دروازے پر ہوئی دستک نے اسکی مشکل آسان کر دی۔ بانوں اسے نیچے آنے کا کہہ گئی تھی۔

* * *

"کیسی ہو زرنش؟" قندیل لاونج میں آئی تو صبحی اور زرنش نیلم کے ساتھ بیٹھی دیکھائی دیں۔

"فائن!" زرنش نے کھر در اساجواب دیا۔ دونوں مروت کے مارے ہی ایک دوسرے کا حال پوچھتی تھیں اور اب بھی ایسا ہوا۔

"دیکھو نیلم! زیاد شاہ نے ہماری عزت کا تماشا بنا دیا۔ ہر کسی کی زبان پر زرجان کی شادی کا ذکر ہے اور چٹخارا لینے کے لیے مجھے فون کھڑکا دیتے ہیں۔۔۔ میری بیٹی کے ساتھ زرجان نے غلط کیا اسکا افسوس کر کے، میرے دل کے ہزاروں ٹکڑے کرتے ہیں" صبحی نے اس قدر رنجیدگی سے کہا تھا کہ کسی ہٹلر انسان کو بھی اس پر ترس آجاتا ہے۔ سامنے تو پھر نیلم تھی اور

صبحی نیلم کی پیاری آپا! بس پھر اور کیا تھا۔۔۔۔ نیلم بھی اسکے دکھ میں شریک ہو گئی۔

"صبحی! مجھے بھی اپنے بیٹے کی زندگی خراب ہونے کا بہت قلق ہے" انتہائی اموشنل سین میں نیلم نے بھی اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔

"ارے میں کہتی ہوں۔ ایسی لڑکیاں گھر تھوڑی بناتی ہیں۔ پتا نہیں کہاں سے آئی ہے، کہاں رہتی تھی، کیسا کردار ہے اور زیاد شاہ نے بغیر سوچے سمجھے اپنے بیٹے کے پلے باندھ دیا۔ دیکھنا کل کو ساری جائیداد ہتھیا کر بھاگ جائے گی اپنے کسی پرانے معشوق کے ساتھ۔۔۔۔۔ خس کم جہاں پاک! --" صبحی نے ہاتھ نچا نچا کر کہا۔ قندیل اتنی پڑھیں لکھی عورت کے منہ سے ایسے الفاظ سن کر دنگ رہے گئی۔

"ہونہ نا ہو یہ سب اس ان پڑھ، جاہل، گنوار۔۔۔۔ عائشے کا کام ہے۔ ازل سے ہم سب کی خوشیوں کی دشمن بنی بیٹھی ہے۔ لے آئی اپنی کسی بھانجی کو

اور اب تمہارے بیٹے پر بھی اپنا رعب ڈالے گی۔ نیلم! میں کہتی ہوں زرجان کو کہو دور رہے عائشے سے کہیں یہ نہ ہو عائشے کی کوششوں سے وہ تم سے بھی بدظن ہو جائے "عائشے شاہ کے لیے صبحی کہ تنگ نظری اور خود سے اخذ کیے گئے تجزیات کو سن کر وہ دل ہی دل میں استغفار پڑھنے لگی۔

"خالہ جانی! ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا۔ آپ اتنا غلط نہ سوچیں اور عائشے آنٹی تو بہت اچھی ہیں وہ کبھی بھی بھائی کو مام سے بدظن نہیں کر سکتیں "آخر کار قندیل بھی بول اٹھی۔

"جب بڑے بول رہے ہوں تو چھوٹوں کو بیچ میں دخل اندازی کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے "قندیل عائشے شاہ کی سائیڈ لے رہی تھی۔ نیلم کو اس بات پر غصہ آگیا۔

"نیلیم یہ بچی ہے اسے کیوں ڈانٹ رہی ہو" صبحی نے نیلیم کا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہا جبکہ قندیل واک آؤٹ کر کے جا چکی تھی اور نیلیم اپنا غصہ ضبط کرنے لگی۔

*

*

رات کی چاندی چار سو پھیل چکی تھی۔ زیادشاہ کی خواہش پر عائشہ شاہ نے ڈنران میں لگایا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا دل و دماغ کو سکون بخش رہی تھی۔

"شادی تو شاہ ولایں کی ہے مگر ولیمہ کسی ہال میں کرنا چاہیے کیوں عائشہ؟" زیادشاہ نے کھانا کھانے کے دوران عائشہ شاہ سے پوچھا۔ زیادشاہ کی بات آگینے کے اوسان خطا کر گئی اور اسے یہ بھی معلوم ہو گیا زرجان اسے ہی غصے سے گھور رہا ہوگا۔ اس لیے اسنے اپنا سارا دھیان کھانے پر ہی رکھا۔

"ٹھیک ہے جیسا آپ بہتر سمجھیں" عائشہ شاہ نے گلاس میں پانی انڈیلتے ہوئے کہا۔

"تم کیا کہتے ہو زر؟" زیاد شاہ نے اپنا رخ زرجان کی طرف کیا۔

" اتنا تماشا کر لیا بہت ہے اب میں مزید کسی تماشے کا حصہ نہیں بننا چاہتا۔
برائے مہربانی مجھے ان چیزوں میں نہ گھسیٹیں۔ آپ کو ولیمہ کرنا

ہے۔۔۔۔۔ تو شوق سے کریں لیکن اس "معصوم" کا، میرا خیال دل و دماغ سے نکال لیں۔ اگر میرا ضبط جواب دے گیا نہ تو کچھ بھی غلط کر بیٹھو گا اس لیے بہتر ہے جو چیز ہو چکی ہے اسی پر گزارا کر لیں مزید تماشا لگانے کی ضرورت نہیں ہے!" وہ غصے سے کہتا کھڑا ہوا اور کھانا چھوڑ کر پاؤں پٹختے

ہوا باہر چلا گیا۔ اسکے اس عمل پر زیادہ اور عائشے پریشان اور آگینے خوف میں
بتلا ہو چکی تھی۔

*

*

حیدر نے جیسے ہی دروازہ کھولا ایک زوردار مکا اسے اپنے چہرے کو نصیب
ہوا۔

"ہائے ہائے ہائے۔۔۔۔۔ میں مر گیا" حیدر چہرے ہاتھ رکھے بین کرنے لگا۔

"منحوس انسان تو سچ میں مرجاتا!" زرجان نے غصے سے کہا۔ آخر اسے بھی
تو اپنا غصہ اتارنا تھا اور شامت بچارے حیدر کی آئی تھی۔

"میراثی! مجھے مار کر تجھے کون سا ثواب ملنے والا ہے؟" حیدر نے اپنی ناک
سہلائی جو زخمی ہو کر سو جنا شروع ہو چکی تھی۔

[illegible]

"ہائے ظالم۔۔۔! میری گال 'میرانا ک'، میرے جبرے "چہرہ ہلانے پر
اسے درد محسوس ہوا تو وہ دوبارہ بین کرنے لگا۔ زرجان کو سمجھ نہیں آ رہا تھا
کہ وہ کیا کرے زندگی نے جس طرف رخ بدلہ تھا اس پر چلنا بہت دشوار
تھا۔ وہ آہستہ روی سے چلتا ہوا صوفے پر ڈھے گیا۔

"اگر تم آج رات یہاں رہنے کے لیے آئے ہو تو میں کھلے دل سے تمہارا استقبال کرتا ہوں" وہ اپنا درد بھول کر فراخ دلی سے بولا۔

"میرے اتنے برے دن بھی نہیں آئے کہ تمہارے ساتھ گزارا کرنا پڑے
اور میں کیوں یہاں رہنے آؤں گا؟" زرجان نے ٹانگیں سامنے رکھی چھوٹی
میز پر پھلائیں۔

"انکل نے جو تمہاری شادی زبردستی کر دی ہے اس لیے!" حیدر نے
آنکھوں کو چھوٹا کر کے اسے دیکھا جو آدھا صوفے اور آدھا میز پر لیٹا تھا۔

"اگر ایسا ہوتا تو میں کل رات ہی تمہارے گھر آجاتا، ایسا کچھ بھی نہیں ہے
، میں تو یہاں تمہاری خاطر داری کرنے آیا تھا" زرجان نے ہاتھ کو لگے کی
شکل دی۔

"یار مجھ معصوم انسان پر رحم کر" حیدر بڑے معصومانہ انداز میں بولا۔

"معاف تو کر دوں گا مگر ایک شرط پر۔۔۔۔۔ پہلے میرے لیے ایک کپ کافی بنا لاؤ، سر میں بہت درد ہے" زرجان نے اپنی دونوں کنپٹیوں کو ہاتھوں سے سہلایا۔

"آرڈر تو ایسے دے رہے ہو، جیسے میں تمھاری بیوی ہوں اور تمھارا حکم ملنے کے انتظار میں سر جھکائے کھڑی رہوں۔ کہ سیاں جی حکم دیں اور میں اس حکم کی تعمیل کروں۔۔۔۔۔ ہونہ!"

میں تمھارا نوکر نہیں ہوں خود بنا لو" حیدر نے منہ بنا کر منع کیا تبھی اسکی نظر ہاتھ کوٹکے کی شکل دیتے زرجان پر پڑی۔

"ارے ارے میرے پیارے میراثی۔۔۔۔۔ میری جان! میں تو مزاق کر رہا تھا۔ میں کافی نہیں بناؤ گا تو اور کون بنائے گا۔ تو یہ پڑا کھا، جب تک میں تیرے لیے مزے کی کافی بنا کر لاتا ہوں" حیدر نے خوش آمدی لہجے میں کہا۔

زرجان کے ہاتھ کا دوسرا مکا کھا کر وہ اتنا جلدی فوت نہیں ہونا چاہتا تھا۔۔۔۔۔

*

*

"مجھے یہ لڑکا چاہیے زندہ سلامت!" شیخ نے زرجان کی تصویر شایان کو دی۔
جبکہ شایان کے پیچھے کھڑے چار لوگوں نے اثبات میں سر ہلایا۔ یہ کام ان
پانچوں کو مل کر کرنا تھا۔

"یہ زیاد بھی نا۔۔۔۔۔ بیٹا موت کے منہ میں لٹک رہا اور وہ پاگل زیاد! اسکی
شادی کی خوشیاں منائے جا رہا ہے۔ ہا ہا ہا" وہ خود سے باتیں کرتا قہقہہ
لگانے لگا۔ جبکہ شایان زرجان کے تصویر ہاتھ میں لیے اسے دیکھ کر جا رہا تھا۔
شیخ اور شایان کا دشمن ایک ہی تھا۔۔۔۔۔ زرجان شاہ!

اگر زرجان نہ ہوتا تو آگینے آج اسکے پاس ہوتی۔ کچھ دن پہلے اخبار میں آگینے کو
دلہن کے روپ میں دیکھ کر وہ ششدر رہے گیا اور دلہا تھا "زرجان شاہ" ملک
کا نامور سنگر۔۔۔۔۔

اسکی زرجان سے کوئی دشمنی نہیں تھی مگر آگینے کو حاصل کرنے کے لیے
زرجان شاہ کو ختم کرنا ضروری تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ زرجان کو نقصان

پہنچانے کے لیے کوئی پلین ترتیب دیتا، آج شیخ نے زرجان اور زیاد شاہ سے دشمنی کے بارے میں بتا دیا۔

"مجھے بھی اسکی تلاش ہے" شیخ "اسنے زرجان کی تصویر کو ہاتھوں میں لے کر میٹھی بند کر دی۔

"ارے واہ شانی! تمھاری اس سے کیا دشمنی ہے" شیخ نے دلچسپی سے سوال کیا۔ جواباً شایان نے بھی اسے ابگینے کے بارے میں بتایا۔

"ہا ہا ہا" شایان کی بات مکمل سن کر شیخ نے قہقہہ لگایا۔

"تو بھی ایک لڑکی کے پیچھے خوار نکلا شانی!" بات مکمل کر کے شیخ نے اپنے قہقہہ کی آواز اور اُنچی کی۔

"شیخ بہت جلدیہ شخص تمھارے پاس ہوگا!" شایان کہتا ہوا کھڑا ہوا۔

"اور انعام کے طور پر اسکی بیوی تمہارے پاس!" شیخ نے خباثت سے کہا
تو شایان کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بہت جلد نازک آگینے میرے ہاتھوں ٹوٹ جاؤ گی۔ بہت خوار ہوا ہوں
تمہارے پیچھے۔ ہر ایک چیز کا بدلہ لوں گا" زرجان سفاکیت سے سوچنے لگا۔

*

*

"زرجان" وہ ہاتھ میں ریسٹ واچ پہنتے ہوئے پورچ کی طرف جا رہا تھا،
جب زیاد شاہ نے اسے پکارا۔

"یس ڈیڈ؟" وہ پلٹ کر زیاد شاہ کے پاس آیا اور سوالیہ نگاہوں سے انہیں
دیکھنے لگا۔

"آج سے تم ہماری بہو کو یونیورسٹی چھوڑ اور لے کر آیا کرو گے" زیاد شاہ
نے پیار سے آگینے کے سر پر ہاتھ پھیرا جو یونیورسٹی جانے کے لیے تیار کھڑی

تھی۔ زیادشاہ نے ہی اسے یونی جانے کے لیے منایا تھا۔ سارا دن گھر میں اکیلی رہے کر وہ بور ہو چکی تھی۔ گوکہ عائشہ شاہ بھی ہوتی تھیں مگر انکا زیادہ تر وقت عبادت میں گزرتا تھا اور آگینے پورے شاہ و لائیں چکر لگاتی رہتی۔ ایک چکر ختم ہوا تو دوسرا شروع، اس لیے زیادشاہ نے اسے دوبارہ پڑھائی سے دوستی کرنے کا مشورہ دیا۔ کوشش و بسیار کے بعد آخر کار اسنے یونی جانے کی ہامی بھری۔

"ڈیڈ مجھے دن رات اپنی شوٹنگ اور اسٹوڈیو کو دینے پڑتے ہیں۔ کم از کم میرے پاس اتنا ٹائم نہیں ہے کہ میں آپ کی معصوم بہو کا ڈرائیور بن سکوں (بڑے نارمل انداز میں طنز کیا گیا تھا) اگر اس "معصوم" کو کہیں بھی جانا ہے تو وہ سامنے کار کھڑی ہے۔ جہاں بھی جانا ہے شوق سے جائے، میری طرف سے اسے کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔" زرجان نے پورچ میں کھڑی کار کی طرف اشارہ کیا۔

"چلو! آبی میرا بیٹا تو دن بہ دن تمیز کے دائرے سے نکلتا جا رہا ہے۔ وہ بھول گیا ہے اسے اپنے باپ سے کس طرح بات کرنی ہے (حالانکہ زرجان نے نارمل انداز میں کہا تھا لیکن اسکا باپ بھی اسکا باپ تھا) آج سے میں تمہیں یونی لے جایا اور لے آیا کروں گا" زیاد شاہ آگے بڑھے انہیں یقین تھا زرجان انہیں روکے گا اور خود آگینے کو لے جائے گا۔ مگر کار تک پہنچنے تک بھی ایسا کچھ نہیں ہوا۔

"میرا بیٹا بہت بد تمیز ہے ناں" زیاد شاہ نے آگینے کے سیٹ پر بیٹھنے کے بعد پوچھا تو آگینے نے بے ساختہ زرجان کو دیکھا۔ جو سینے پر ہاتھ باندھے انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔

"کافی زیادہ" آگینے نے منہ بسور کر جواب دیا تو وہ مسکرا دیے۔ ایک تو وہ یونی جانے کے لیے اتنی مشکل سے راضی ہوئی تھی۔ اوپر سے صبح صبح اس میراثی نے سنا دیا۔ بھلا کسی کو یونی تک چھوڑنے سے بھی کوئی ڈرائیور بن جاتا ہے۔

"مغرور انسان" اسنے زرجان کو ایک نیا خطاب دیا۔ زیادشاہ کی گاڑی جیسے ہی مین روڈ پر آئی انکے دائیں، بائیں طرف دو سفید گاڑیاں انکی حفاظت کے لیے ساتھ ہو گئیں۔ یہ زرجان نے ہی انکی سکیورٹی کے لیے کیا تھا۔ زرجان کے ساتھ بھی کم و بیش دو گاڑیاں حفاظت کے لیے ہوتی تھیں۔

میرے حق میں کوئی دعا سائیں
بے رنگ ہوں رنگ چڑھا سائیں

روم میں بیٹھی وہ پڑھائی کرنے میں مصروف تھی۔ تبھی زرجان کے موبائل کی بپ بجی۔ اپنا موبائل روم میں بھول کر پتہ نہیں وہ کہاں چلا گیا تھا۔ کچھ دور تو موبائل بجتا دیکھتی رہی۔ شاید فون کرنے والے کو بہت ضروری بات کرنی تھی تبھی وہ مسلسل کال کیے جا رہا تھا۔ چارو ناچار موبائل پر لکھے "زرنش کالنگ" دیکھ کر اسنے کال ریسیو کر لی۔

"کہاں ہو زرجان؟" زرنش نے جلدی سے پوچھا۔

"ہیلو۔۔۔۔۔ زرجان کہاں بڑی ہو۔۔۔ ہیلو" کوئی جواب نالا کر زرنش جھنجھلا گئی۔

"میں مسز زرجان ہوں" آگینے نے اپنا مضبوط حوالہ دیا۔

"اوہ! مس از زرجان!" زرنش نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا۔

"بہت رشک ہو رہا ہوگا، تمہیں اپنی قسمت پر! گندی گلیوں میں پیدل سفر کرنی والی تم۔۔۔ آج ریکرا میں سفر کر رہی ہو" زرنش نے بہت پہلے انکی کیچڑ والی بات کا حوالہ دیا۔

"شاید آپ کو کوئی ضروری کام تھا۔۔۔؟" آگینے نے اسے کوئی جواب نا دیا اور اسکے کال کرنے کی وجہ بتائی۔

"ہاں تھا تو سہی۔۔۔۔۔ بلکہ بہت زیادہ ضروری کام ہے۔۔۔۔۔ مگر زرجان سے"

"آپ وہ ضروری بات مجھے بتادیں میں زرجان کو بتا دوں گی" آگینے نے تحمل سے کہا۔

"زرجان کو بات بتانے کے لیے اب مجھے تم سے بات کرنی پڑے گی۔ مطلب مجھے کوئی بھی ضروری کام بتانے کے لیے پہلے تمہیں بتانا پڑے گا پھر جا کر تم زرجان کو بتاؤ گی۔۔۔۔۔ اپنی اوقات میں رہو لڑکی، شاہ والا میں آکر زرجان کا نام لے کر تم مجھ پر رعب نہیں جھاڑ سکتی" زرنش درشت لہجے میں کہا۔ آگینے کو لگا وہ لڑکی حواس میں نہیں ہے جو اس انداز میں اُسے سنائے جا رہی ہے۔ وہ کچھ بھی بولے بغیر فون رکھنے والی تھی لیکن زرنش کی دوبارہ ابھرتی آواز نے اسے یہ کرنے سے روک دیا۔

"جس نام کا تم حوالہ دے رہی ہو اگر تم درمیان میں نہ ہوتی تو یہ نام یہ حوالہ
آج میں دیتی۔ تمہاری وجہ سے میرے زرجان شاہ سے منگنی ٹوٹ
گئی۔ تم۔۔۔۔۔ تمہاری وجہ سے میری انسلٹ ہوئی ہر کوئی مجھ پر ہنستا
ہے۔ صرف اور صرف تمہاری وجہ سے۔۔۔۔۔ ایک دفعہ پہلے بھی تم
نے سب کے درمیان مجھے تھپڑ مار کر میری انسلٹ کی تھی اور اب مجھ سے
زرجان کو چھین کر سب لوگوں کے درمیان میرا مذاق بنا دیا۔ پہلے تو میں
خاموش رہی مگر اب کی گئی میری انسلٹ کا بدلہ میں سود سمیت واپس لوں
گی۔۔۔۔۔ مس از زرجان شاہ " زرنش نے حقارت سے کہا۔

"میری طرف سے بہت جلد تمہیں اپنی شادی کا تحفہ موصول ہوگا" اب کے
زرنش کے لہجے میں مطمئن سے کھنک تھی۔ کال کٹ چکی تھی مگر وہ اب
تک بھی فون کان سے لگائے کھڑی تھی۔ اسکی ماں نے کہا تھا کہ ہم نادانی
میں اپنے دشمن بنا بیٹھتے ہیں۔ جو ہم چھپ کر کاری وار کرتے ہیں۔ نادانی
میں وہ زرنش اسکی دشمن نا بن بیٹھے۔ اور پھر اسنے کہا تھا۔ اسکی زرجان شاہ
سے منگنی میری وجہ سے ٹوٹی ہے! اسے تو ایسا کچھ بھی نہیں معلوم تھا۔ کیا

وہ زرجان اور زرنش کے درمیان آگئی ہے۔۔۔؟ یا پھر زرنش نے اس سے جھوٹ بولا ہے۔ غائب دماغی سے سوچتے ہوئے وہ روم میں آتے زرجان سے ٹکرا گئی۔

"مجھ سے اور میری چیزوں سے دس قدم کے فاصلے پر رہا کرو!" زرجان نے اس کے ہاتھ میں موبائل دیکھ کر تیکھے لہجے میں کہا اور موبائل آگینے کے ہاتھ سے چھین لیا۔ پچھلے ایک گھنٹے سے وہ اپنا موبائل کہاں کہاں نہیں ڈھونڈ چکا تھا۔

"I'm sorry!"

آگینے نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

"Sorry.....? For what?"

زرجان نے آئبرو اچکائے۔

"For everything"

اسنے اپنا سر جھکایا۔

"یہ سب کہہ دینے سے ہر چیز ٹھیک نہیں ہو جائے گی" زرجان نے اس کے جھکے سر کو دیکھا۔ آگینے نے گرین اور بلیو کمبائنیشن کا اسکا ف لیا ہوا تھا۔ وہ اکثر ایسے ہی رہتی تھی۔ کسی بڑے دوپٹے یا اسکارف کو لپیٹے ہوئے۔ لیکن پر بھر چند لٹیں اس کے چہرے پر نظر آ جاتی تھیں۔ جیسے ابھی اسکا دل کیا وہ ان کتوں کو کانوں کے پیچھے اڑے۔ اپنی اس کیفیت پر وہ جھنجھلا گیا اور آگینے سے چند قدم دور ہو گیا۔

"مجھے پتہ ہے یہ سب کہے دینے سے کچھ بھی نہیں ہوگا مگر میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکتی" اسنے زرجان کو دیکھ کر کہا۔

"کہے نہیں سکتی مگر کر تو سکتی ہو!" اپنی بدلتی کیفیت پر اسے غصہ آنے لگا۔ اور اب اس کے غصے کا اعتبار آگینے کو سہنا تھا۔

"کیا۔۔۔؟" آگینے نے حیرانگی سے پوچھا۔

"اگر تم میری زندگی سے بہت دور چلی جاؤ تو میں تمہیں ضرور معاف کر دوں گا۔ اگر تمہیں پیسوں کی ضرورت ہے تو میں تمہیں اتنے پیسے دے سکتا ہوں۔ تم ساری زندگی بغیر کچھ کیے عیش و عشرت میں گزار سکتی ہو" زرجان کی باتوں نے آگینے کو اندر تک برف بنا دیا۔ پہلے زرنش کی باتوں سے وہ اتنی پریشان ہو چکی تھی اور اب زرجان!

"چلی جاؤ پر کہاں؟" آگینے ذہنی طور پر کافی ڈسٹرب ہو گئی تھی۔ زرجان کے کہے لفظوں سے وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئی تھی۔

"کہیں بھی چلی جاؤ" کام آسان ہوتا دیکھ کر زرجان کو خوشی محسوس ہوئی۔ معصوم لڑکی اتنا جلدی اسکی بات مان لے گی اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

"کہیں بھی سے مراد۔۔۔۔؟" آگینے کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔

"مطلب جہاں بھی جانا چاہتی ہو چلی جاؤ" زرجان نے کندھے اچکائے۔

"Sorry I can't do this"

اسنے یکلخت اپنے لہجے کو نارمل کیا۔ "کاش ایسا ہو سکتا تو ایک پل بھی یہاں نہیں رہتی مگر" زرجان شاہ "اس نام کے علاوہ اس کے پاس اور کچھ بھی نہیں تھا اور وہ ایسی کوئی بھی غلطی نہیں کر سکتی تھی جس کی بدولت یہ مضبوط حوالہ اسے چیمھن لیا جائے۔

"ایسا کہو نہ تم یہ کرنا نہیں چاہتی" زرجان نے غصے سے کہا۔

"ایسا ہی سمجھ لیں" کہنے کے بعد وہ دروازے کی طرف جانے لگی تو زرجان نے اسکی کلائی پکڑ کر کھینچا۔ وہ زرجان کے سینے سے جا لگی۔ وہ لہو رنگ

آنکھوں سے اسے گھور کر اپنی کلائی چھڑوانے لگی۔ زرجان کی باتوں نے اسے بہت دکھ پہنچایا تھا۔

"اگر میں برا انسان نہیں ہوں تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ میں بہت اچھا انسان ہوں" زرجان نے اسکی کلائی مضبوطی سے پکڑی۔

"میری زندگی میں تمھاری کوئی گنجائش نہیں ہے آج یا کل تمھیں اسکا اندازہ ہو جائے گا" زرجان نے اپنا سارا غصہ اسکی کلائی پر نکالا۔

"چھوڑو مجھے جنگلی انسان!" آگینے درد سے چلا اٹھی۔ زرجان نے جیسے ہی اسکی کلائی چوڑی وہ نم آنکھوں سے اپنی کلائی سہلانے لگی۔

"جنگلی، درندے، تہزیب کے دائرے سے ہزاروں میل دور ہو تم۔۔۔" منحوس انسان "وہ اپنی کلائی سہلاتے ہوئے، غصے سے اسے سنائے جا رہی تھی۔

زرجان نے ہمیشہ اپنے لیے تعریفیں سنی تھیں۔ آج پہلی بار اسے ایسے الفاظوں سے نوازا گیا تھا۔۔۔۔۔ اور منحوس تو بالکل نیا نیا سا تھا۔

"تمہیں تمیز سے بات کرنا نہیں آتی" ایسے القاب سن کر اسکا پارہ ہائی ہو گیا۔

"آتی ہے پر تم جیسے جنگلی، خونخوار، بے رحم اور۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔ سفاک، ظالم، اور جلا د صفت انسان سے تمیز سے بات کر کے مجھے کوئی ایوارڈ نہیں ملنے والا" اگر وہ زرجان شاہ تھا تو سامنے بھی آگینے زرجان شاہ تھی۔

"مجھے کلائی نہیں گلا دانا چاہیے تھا" اپنے لیے اتنے خوبصورت لفظ سن کر وہ اپنی غلطی پر افسوس کرنے لگا۔ آگینے کلائی سہلاتی غصے سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"زہر لگتی ہو تم مجھے" وہ جانے لگا مگر مڑ کر اظہارِ خیال کرنا ضروری سمجھا۔

"مجھے بھی تم جام شیریں نہیں لگتے" وہ بھی بھنائی۔

اس سے پہلے کہ زرجان دوبارہ کوئی جنگ شروع کرتا۔ عائشہ شاہ نے اسے بلایا۔ زرجان کے جانے کے بعد اسکے رکے آنسو بند توڑ کر بہنے لگے۔ شاید اسکے زندگی کے کینوس میں کوئی رنگ نہیں تھا تبھی تو زندگی اتنی بے رنگ تھی۔ سیاہ رات میں چاند اسے شدت روتا دیکھ کر، افسردہ ہوتا بادلوں کی اوٹ میں جا چھپا۔

میری عمر بھر کی مسافتیں مجھے ایک پل نہ تھکا سکیں
تیری ایک نظر کی بے رخی سے میں زرہ زرہ بکھر گئی

*

*

"آپ ساری رات روتی رہی ہیں؟" صبح سے وہ بخار میں پھنک رہی تھی۔
زیاد تو صبح آفس چلے گئے تھے جبکہ آگینے نے بانو کے زریعے بتا دیا تھا کہ وہ آج

کالج نہیں جائے گی۔ زرجان کل رات سے اسٹوڈیو میں تھا۔ عائشہ شاہ
آگینے کی ایسی حالت دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔
عائشہ شاہ نے فیملی ڈاکٹر کو فون کر کے بلا لیا۔ آرام دہ دوائیوں کے زیر اثر
آگینے کو کچھ آرام ملا۔ وہ آج یونی نہیں گئی تو وانیہ اور صباء بھی اسکی طبیعت
پوچھنے آگئیں اور ساتھ ساتھ قندیل کو بھی بلا لیا۔

قندیل نے اسکی آنکھیں دیکھ کر سب سے پہلا سوال یہی پوچھا۔ آگینے نے
نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے سے جھوٹ نہ بولیں اور جلدی بتائیں کون سی بات ہے جس نے
آپ کو اتنا پریشان کر دیا؟" وہ بڑی بیبیوں کی طرح پوچھ رہی تھی۔ چارو
ناچار آگینے کو سب سچ بتانا پڑا۔

"فکر مت کریں آپ بھائی زرنش کو صرف دوست سمجھتے ہیں۔ یہ زرنش تو
پچاھے کٹنی ہے پوری۔۔۔۔۔ اسے بھائی سے نہیں بھائی کی دولت سے

محبت ہے۔ شکر ہے بھائی کی زندگی میں آپ آگئیں ورنہ وہ پچھلے کٹنی تو بھائی کی زندگی اجیرن کر دیتی "قندیل نے سب سچ سچ بتایا۔ دونوں کی منگنی کا بھی۔۔۔۔ جبکہ آگینے ابھی تک کشمکش شکار تھی۔

"میرا یقین کریں بھابھی زرنش کو تو جھوٹ بولنے کی بیماری ہے۔ بھائی زندگی کے اوراق بالکل سادے ہیں۔ ایسی فیلڈ میں رہے کر بھی وہ عورت کے تقدس اور احترام کا خیال رکھتے ہیں۔ کلب جا کر انہوں نے کبھی بھی غلط شے کو ہاتھ نہیں لگایا اور ایک بات انکی زندگی میں داخل ہونے والی آپ پہلی لڑکی ہیں "قندیل نے ہر بات کلیر کی۔

"یہ سب تو ٹھیک ہے۔ مگر تمہارا بھائی۔۔۔۔ بات مکمل ہونے سے پہلے آنسو ٹپ ٹپ بہنے لگے۔

"یہ بھائی بھی ناں۔۔۔۔ ناک میں دم کر دیتے ہیں اور آپ۔۔۔۔" اسنے آگینے کو دیکھا۔ "آپ کیوں اپنے قیمتی آنسو بہائے جا رہی ہیں۔ اگر بھائی

آپ کو ایک سنائے آپ چار سنا دیں۔ اگر وہ غصہ کریں تو آپ ڈبل غصہ کر کے دیکھائیں۔ اب یہ رو دھو کر خود کو کم ہمت تصور کرنا چھوڑ دیں "قندیل نے ایسے کہا جیسے وہ بھری محفل میں تقریر کر رہی ہو۔ صبا اور وانیہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھے ابھی تک بے یقین تھیں۔ انکا پسندیدہ "ہارٹ ایشو" اس قدر بے مروت نکلے گا یہ سن کر ہی وہ دونوں مجسمہ بنی بیٹھی تھیں۔

"تم دونوں کو کیا ہوا" قندیل نے ابرو اچکائے۔

"ہم لوگ تو ابھی تک بے یقین ہیں "ہارٹ ایشو" ایسا بے رحم، ظالم، جلاد (بقول آگینے کے) بھی ہو سکتا ہے "وانیہ مراقبے سے باہر نکلی۔

"وحشی، درندہ اور سفاک بھی "آگینے نے کچھ اور فظ یاد دلائے جو وانیہ کہنا بھول گئی تھی۔

"میرے بھائی کو اتنا برا بھی نا بنائیں "قندیل نے آنکھیں سکیڑیں۔

"اچھا پھر جو وانیہ نے کہا صرف وہی ہے میں اپنے الفاظ و آپس لیتی ہوں"
آگینے معصومیت سے بولی اور تینوں اسکی معصومیت پر مسکرا دیں۔

*

*

شام میں زیاد شاہ بھی آگینے کی حالت کا دیکھ کر فکر مند ہوئے۔ جبکہ قندیل
وہیں تھی اسلیے بغیر لگی لپٹی کے اسنے سب کچھ زیاد شاہ کے گوش گزار دیا۔

"مجھے تم سے ایسی امید نہیں تھی زرجان، آخر تمہیں اس معصوم سے کون
سایر ہے جب دیکھو اسے سناتے رہتے ہو۔ تمہاری وجہ سے اسکی طبیعت
خراب ہو گئی۔ پتہ نہیں تم کب سدھرو گے۔ میری اکلوتی بہو کا کیا حال بنا
دیا۔ خبردار جو تم ابھی اسے ایک لفظ بھی کہا "زیاد شاہ فل غصے میں تھے۔
اور زرجان اس معصوم کی تیز گام پر عیش عیش کر اٹھا۔ جس نے ساری
بات پھیلا دی تھی اور اسکے باپ کو بھی اکلوتی بہو کی فکر تھی اکلوتے بیٹے کو
اس معصوم نے کیا کچھ نہیں کہا۔ زرجان نے تو کسی کو نہیں بتایا۔ اور وہ تیز
گام۔۔۔۔۔ ہو نہ۔

زیادشاہ سے بہت کچھ سننے کے بعد وہ روم میں آیا تو اسکے بیڈ پر کسی ملکہ کی طرح بیٹھی وہ سوپ پی رہی تھی۔

"ایک چھوٹی سی بات کا تم نے پتنگڑ بنا دیا۔ پوری فتنی ہو تم" زرجان نے دانت کچکچا کر کہا۔

"معصوم تو آپ بھی نہیں" اسنے مزے سے سوپ پیتے ہوئے کہا۔ زرجان اسے خون آشام نظروں سے گھورنے ہوا ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد باہر آیا تو وہ نائٹ ڈریس میں تھا۔

"بیڈ سے اٹھنے کے لیے انوٹیشن کارڈ دینا پڑے گا کیا۔۔۔؟" وہ پچھلے رات سے سانگ کی تیاری کے سلسلے میں نہیں سویا تھا۔

"نہیں! پر ڈاکٹر نے مجھے مکمل آرام کرنے کہا ہے۔ اس لیے میں بیڈ پر شفٹ ہو گئی۔ صوفے پر سونے سے تو میری ہڈیاں دکھ جاتی ہیں" آگینے نے مسکین سی شکل بنائی۔

"اٹھ رہی ہو یا بیڈ سے نیچے پھینک دوں"

"اگر تم نے ایسا کچھ کیا تو میں بابا (زیاد شاہ) کو بلا لوں گی" آگینے نے دھمکی دی۔

"دل تو کرتا ہے ایک سیکنڈ بھی نہ لگاؤ اور تمہارا قتل کر دوں" زیاد شاہ کی دھمکی کام آگئی تھی۔ وہ صوفے پر آڑا ترچھا لیٹ گیا۔ اس وقت اسے مکمل نیند کی ضرورت تھی اور نہ ہی اتنی انرجی تھی کہ وہ آگینے کی سڑی باتوں کا سڑا ہوا جواب دے سکے۔ اسکے صوفے پر لیٹتے ہی اس پر نیند کی دیوی مہربان ہو گئی۔

وہ جس قدر گہری نیند میں تھا آگینے کو افسوس ہوا۔ اسکی وجہ سے وہ بیڈ پر آرام سے نہیں سو سکا۔ جبکہ صوفہ زرجان کی ہائٹ سے کافی چھوٹا یا پھر زرجان ہی کچھ زیادہ لمبو تھا۔ وہ اٹھی اور آہستگی سے زرجان پر کمبل ڈالا۔ گہری رات میں وہ بہت خاموشی سے نیلی آنکھوں والے شہزادے کو بہت دیر تک دیکھتی رہی۔

کاش مجھے معلوم ہو جائے، تیری سوچ کا محور
تو میں خود کو تراشوں تیرے اندازِ نظر میں

*

*

"آج تو آپ بجلیاں گرا رہی ہیں مام" قندیل نے سر سے پیر تک جانچتی
نظروں سے دیکھا۔ قندیل زیادہ دن تک نیلم سے ناراض نہیں رہے سکی۔ بھلے
ہی وہ اپنی بہن کی باتوں میں آجاتی تھی مگر اسکی ماں تھی اور دل کی بھی
صاف تھی، بس صبحی خالہ کی وجہ سے الٹے راستوں پر چلنا شروع ہو جاتی
تھیں۔

"کم از کم تعریف تو اچھے لفظوں میں کر لیا کرو" نیلم نے لپسٹک کا کیپ بند کیا۔

"میں نے کیا آپ کی تعریف برے لفظوں میں کی ہے؟" قندیل نے حیرانی سے پوچھنے لگی۔ نیلم نے خاموش رہنے میں ہی عافیت جانی۔

"ویسے آپ اتنا آج دھج کر جا کہاں رہی ہیں؟" اسکی چونچ ابھی بند ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"تمہارے ابا کی شادی پر!" نیلم نے دانت پیسے۔

"کیا اااا۔۔۔۔۔ نہیں مام! کہیں دیں یہ جھوٹ ہے جھوٹ ہے جھوٹ ہے" وہ ڈرامائی انداز میں تقریباً بے ہوش ہونے لگی۔

"کیا تم سچ میں مجھ سے پٹنا چاہتی ہو؟" نیلم نے غصے سے قندیل کو دیکھا اور خود پر بے دریغ پرفیوم استعمال کر کے اپنا غصہ پرفیوم پر نکالا۔

"کیوں میری بیٹی کو پیٹا جا رہا ہے" وقاص دارنی ٹائی کی ناٹ ٹھیک کرتے ہوئے روم میں داخل ہوئے۔

"ڈیڈ جب آپ نہیں ہوتے تو مام مجھ پر بہت ظلم کرتی ہیں اور میں اچھی بچی کی طرح خاموش رہتی ہوں" قندیل نے مصنوعی آنسو بہانے کی کوشش کی مگر منحوس نکلے ہی نہیں مجبوراً اسے افسردہ چہرہ بنانا پڑا۔ نیلم معصوم بچوی کی نوٹنکی دیکھ کر دانت کچکچا کر رہے گئی جبکہ وقاص دارانی کا ہتھکڑے میں گونج اٹھا۔

"نیلم! میری معصوم بچی پر ظلم نہ کیا کرو" وقاص دارانی مصنوعی رعب سے بولے۔

"خود ہی سنبھالیں اس ننھی منی سی بچی کو مجھے تو یہ شیطان کی ساس لگتی ہے" نیلم نے آنکھیں سکیر کر قندیل کو دیکھا۔

"شیطان کی نانی تو سنا تھا مگر یہ شیطان کی ساس کہاں سے آگئیں؟" وہ حیران ہوئی۔

"شیطان کہ ساس بھی ہے بالکل تمھاری طرح!" نیلم نے بھی اسی کے انداز میں کہا۔ وقاص درانی اپنے فون پر متوجہ ہو گئے۔

"اسکا مطلب میں مستقبل میں بہترین ساس بنوں گی" قندیل نے فرضی کالر جھاڑے۔

"صرف ساس نہیں بلکہ تم بہو بھی بہترین ثابت ہوگی" نیلم مراقبہ میں چلی گئی جہاں قندیل سارا دن اپنے ساس پر ظلم کرے گی اور

مگر مجھ کے آنسو خود بہایا کرے گی۔ اپنی معصوم ساس کا کیا حال کرے گی یہ لڑکی! "نیلیم نے جھرجھری لی۔

"کیا سوچ رہی ہیں مسز درانی؟" وقاص درانی انہیں ایک ہی پوزیشن میں مجسمہ بنے کھڑا دیکھ کر نیلیم کو مخاطب کیا۔

"کچھ نہیں۔۔۔۔۔ چلیں" نیلیم نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔

"پر آپ دونوں کا کہاں رہے ہیں یہ تو بتائیں؟" بات وہی آگئی تھی جہاں سے شروع ہوئی تھی۔

"پارٹی میں۔۔۔۔۔ تمہیں چلنا ہے؟" وقاص درانی نے اسکی ناک دبائی۔

"نا۔۔۔۔۔ بھلا میں اولڈ کپلز کی پارٹی کیسے انجوائے کروں گی۔ آپ دونوں ہی جائیں۔ میں بھی بھائی سے ملنے جا رہی تھی مگر یہ مام بھی نہ ہمیشہ باتوں

میں لگا دیتی ہیں۔ ہو سکتا ہے میں تھوڑا لیٹ آؤں کیونکہ ہمارا سی سائیڈ
جانے کا پروگرام ہے "قندیل واک مین کانوں میں لگاتے ہوئے باتیں کرتی
باہر بڑھ گئی۔ جبکہ نیلم اسکی "باتوں میں لگا دینے والی بات پر" تپ گئی۔

"یہ لڑکی سچ میں شیطان کی خالہ ہے" نیلم کی بات پر وقاص درانی ایک دفعہ
پھر قہقہہ لگانے پر مجبور ہو گئے۔

*

*

عشق نشہ ہے رقصِ جنون کا
عشق ہنر ہے رقصِ فنون کا
عشق روانی ہے رقصِ سکون کا
عشق تجلی ہے کن فیکون کا

"تاحہ نظر آتا نیلگوں سمندر انہیں دیکھ کا فراخ دلی سے باہیں پھیلانے خوش
آمدید کہہ رہا تھا۔ ریت چاندنی کا عکس اوڑھے ہوئے تھی، ریت کے ذرات
رات کی سیاہی میں ننھے ننھے موتیوں کی صورت میں چمک رہے تھے۔ سمندر

کی لہریں جھاگ بناتی، تیزی سے بہتے ہوئے قدموں میں لپٹ کر واپس سمندر کے وسیع سینے میں زم ہو جاتیں۔

اسنے ایک نظر مڑ کر دیکھا زرجان، حیدر اور قندیل ریت پر بیٹھے لکڑیاں جلائے کھانا انجوائے کر رہے تھے۔

ساحل کے سنگ سنگ چلتی آگینے لہروں کو اپنے قدموں میں لپیٹتی بے خودی کے ساتھ سمندر اور رات کا نظارہ دیکھتی کافی آگے نکل آئی۔ پتہ نہیں کیوں اسکی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ لایعنی سوچوں نے اس پر گہرا اثر کیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ بغیر سوچے سمجھے اور آگے نکل جاتی، زرجان نے جھٹکے سے اسے اپنی طرف کھینچا اور وہ کسی کانچ کی گڑیا کی طرح اسکے سینے سے جا لگی۔ اسے اب محسوس ہوا سمندر کا پانی پیروں سے زرا اوپر نہیں بلکہ گھٹنوں سے زرا نیچے تھا۔ اگر وہ کچھ اور آگے نکل جاتی تو سمندر اسے اپنے ساتھ بہا لے جاتا۔

"تمہیں مرنے کا بہت شوق ہے۔۔۔۔۔؟" زرجان نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر خود سے کچھ فاصلے پر کیا۔ آگینے نے بے ساختہ چہرہ اوپر کیا اور نم آنکھوں سے زرجان کو دیکھا۔

کچھ لمحے بہت ہی مسحور کن ہوتے ہیں۔ وہ لمحے خوبصورتی اور دلکشی کا لبادہ اوڑھے ساعتوں کو امر کر دیتے ہیں۔ چند سیکنڈ پر مشتمل وہ ساعتیں کسی شخص کی، کسی شخص کے لیے اہمیت بڑھا دیتے ہیں۔ نم آنکھیں جن میں قدرتی کاجل کی دہک چمک رہی تھی۔ نیلی آنکھوں نے پہلی دفعہ ان آنکھوں میں خود کو ڈوبتے پایا تھا۔

تمہاری آنکھوں کے سرخ ڈورے
وہ بات کہنے کے منتظر ہیں
جو تم نے۔۔۔۔۔ اب تک کہی نہیں ہے
مگر! تمہیں کچھ خبر نہیں ہے
تمہارے چہرہ ایک آئینہ ہے

کہ جس پہ لکھی
شکستہ دل کی عبارتوں نے
بہت سی باتوں کو بن کہے بھی۔۔۔۔
ہماری آنکھوں سے کہہ دیا ہے۔۔۔۔۔!!!!

*

*

من و تو

تو و من

محبت کے رنگ میں

ڈھیل جائیں۔۔

محبت!

جو طلاطم خیز دریا ہے

جس میں ڈوبتے "من و تو"

محبت بھیگی آنکھوں کا پانی

محبت دل کی وادیوں میں ٹہرا حسین موسم!

محبت دھڑکنوں کا رقص

محبت چاند کی پہلی روشنی

اور اس روشنی میں چلتے دو سائے۔۔۔

من و تو

تو و من

(سمیرا فیاض احمد)

وادیِ دل میں ہر سو خاموشی کا راج تھا۔۔۔ بولتی خاموشی۔۔۔
دھڑکنیں جس خاموشی کی تسبیح کرتی ہیں۔۔۔ ویسی ہی خاموشی چھائی تھی!

وادیِ دل میں طلسماتِ عشق کا دریا اپنی پوری آب و تاب سے بہہ رہا تھا
اور اس حسین وادی میں خاموشی سے چلتے "من و تو" کے دو سائے۔۔۔۔
بہت جلد۔۔۔۔۔ جنہیں ایک ہونا تھا۔۔۔۔۔ جن کی محبت پاکیزہ تھی۔
جو انہیں رب نے عطا کی تھی۔۔۔۔۔ اور وہ جو محبت ہے ناں۔۔۔۔۔ آج
وہ بھی اپنی بخت آوری پر خوشی سے جھوم اٹھی۔

*

*

سمندر ان دونوں کو دیکھ کر سرگوشی کرنے لگا۔ یہ لمحے بے کیف تھے۔ مسحور
کر دینے والے،

کاش یہ وقت یہیں تھم جائے۔

کاش یہ ساعتیں اپنا آپ منوا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے امر ہو جائیں۔

کاش زندگی ان خاموش لمحوں میں بسر ہو جائے۔۔۔۔۔ "من و تو" کے

سائے عمر بھر ان لمحات میں خود کو قید کر دیں۔۔۔۔۔

اور تبھی ایک تیز روشنی زرجان کی آنکھوں میں پڑی اور وہ ہوش کی دنیا میں

آگیا۔ نظر سیدھا کنارے پر کھڑی قندیل پر پڑی جو دل جوئی سے دونوں کو

ایک تصویر میں قید کر چکی تھی۔ زرجان نے سرعت سے آگینے کے بازوؤں

سے ہاتھ ہٹا دیے تو بھی سر جھکا گئی۔ زرجان اسکا ہاتھ پکڑ کر کنارے پر لے

آیا۔

"جن سے محبت ہو وہ اسی طرح ہماری حفاظت کرنے لگیں تو زندگی خود پر نازاں ہونے لگتی ہے" آگینے نے اپنے ہاتھ زرجان کے ہاتھوں میں دیکھ کر بس یہی سوچا۔

"شکر ہے تم دونوں آگے ورنہ مجھے لگ رہا تھا کہ دونوں کا ابھی بھی چارپانچ گھنٹے تک اسٹیجوبن کر کھڑے رہنے کا ارادہ ہے" حیدر نے چڑایا تو زرجان نے اسے کندھے پر ایک مکا رسید کیا۔

"واؤ! کتنی پیاری تصویر آئی ہے آپ دونوں کی!" قندیل نے زرجان اور آگینے کو تصویر دیکھائی۔ آگینے جھینپ گئی جبکہ زرجان نے لب بھینچ لیے۔ کیسا فسوں خیز لمحہ تھا جس نے اسے مکمل طور پر جکڑ لیا تھا۔ شاید وہ ابھی تک نہیں سمجھ سکا تھا، ایک خیال تھا، ایک احساس تھا جو اسے دل کی جذبوں سے آشنا کرا گیا تھا۔ مگر وہ زرجان تھا ہر چیز سے نظریں چرا جاتا۔۔۔۔۔ اب بھی ایسا ہوا تھا۔

"اوہ نو! بھا بھی آپ کو تو بہت ٹھنڈ لگ رہی ہے۔ آپ کی طبیعت ابھی صحیح ہوئی تھی اور اب سمندر کے ٹھنڈے پانی میں کھڑے رہنے کی وجہ سے پھر سے خراب نا ہو جائے" قندیل آگینے کو سردی سے کانپتے ہوئے فکر مند ہوئی۔

"شاید ٹھنڈ بہت زیادہ ہو گئی ہے" چھینک کر آگینے نے بونگی سی وضاحت دی۔ سردی اتنی نہیں تھی مگر اس وقت ٹھنڈ سے اسکا برا حال ہو رہا تھا۔ قندیل اسکی حالت دیکھ کر فوراً کار کے طرف بھاگی اور زرجان کی لیدر کی جیکٹ لے آئی۔

"یہ پہن لیں۔۔۔ آپ کو ٹھنڈ نہیں لگے گی۔ حالانکہ یہ کام بھائی کو کرنا چاہیے تھا۔ فلموں میں ایسے کام ہیروں کرتے ہیں اور ہیروئن کا دل جیت لیتے ہیں۔۔۔۔۔ ہائے۔۔۔۔۔"

مگر یہاں الٹا سین ہے چلو کوئی بات نہیں ہیرو نہ سہی ہیرو کی بہن سہی "اپنی زبان کو تیزی سے چلاتے ہوئے قندیل نے جیٹ آگینے کو تھمائی۔ حیدر نے اسکی باتوں کو سن کر تاسف سے سر ہلایا۔ یہ لڑکی عقل سے پیدل تھی اسے اچھی طرح معلوم تھا۔

"ن۔ نہیں! یہ رکھ دو قندیل ویسے بھی ابھی ہم گھر چل رہے ہیں۔ کاریں اتنی سردی نہیں لگے گی" آگینے کے کانوں میں کئی دفعہ زرجان کا بولا "مجھ سے اور میری چیزوں سے دس قدم کے فاصلے پر رہا کرو" جملہ گونجا۔ پچھلے ایک مہینے سے وہ دونوں ایک جگہ رہتے ہوئے بھی اجنبی سے تھے۔ نازرجان اسے اپنی کسی کام کا کہتا اور نا ہی اپنی چیزوں کو ہاتھ لگانے دیتا۔

"جلدی پہنیں۔۔۔۔۔" قندیل نے رعب سے دکھایا کیونکہ وہ سمجھ گئی تھی
آگینے زرجان کے ڈر کی وجہ سے ایسا کر رہی ہے۔ آگینے ابھی بھی ہچکچاہٹ
کا شکار تھی۔ قندیل نے فٹافٹ اسے جیکٹ خود پہنا دی۔ اسنے ڈر کر
زرجان کو دیکھا جو موبائل میں کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔ لیکن اسے پتہ تھا بعد میں
سارا غصہ اس پر ہی اتارے گا۔

وہ چاروں ریت پر چلتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ سمندر کی لہروں کا تننا اب
معدوم ہو چکا تھا۔ خاموشی سے سمندر انہیں جاتا دیکھ کر الوداع کہنے لگا۔
"من و تو" کے دونوں سائے ایک ساتھ چل رہے تھے۔۔۔۔۔ ہاں! ابھی چند
قدموں کا فاصلہ تھا مگر آج ایک معصوم سائے نے دوسرے سائے کی بہت
ہی اہم چیز "چوری" کر لی تھی۔

*

*

رات گہرائی کا لبادہ اوڑھے خود بھی اونگھ رہی تھی۔ وہ پانی پینے کے لیے
اٹھی تو نظر سیدھا زرجان کے بیڈ پر پڑی وہ غائب تھا۔

" اتنی رات کو یہ بھوت کہاں چلا گیا " وہ بڑبڑاتے ہوئی اٹھی اور جگ سے پانی گلاس میں انڈیل کر پینے لگی۔ اچانک اسے کسی شے کی جلنے کی بو محسوس ہوئی۔ آگینے ارد گرد دیکھا کچھ بھی ایسا نہیں تھا جو جل رہا ہو پھر یہ بو کیسی۔ وہ میں آگئی اور نیچے جھانکائی بھی کچھ ایسا نہیں تھا۔ مین گیٹ پر چوکیدار بھی بیٹھا جاگ رہا تھا۔ وہ واپس روم میں آگئی۔ تبھی اسے دوم کے بیک سائڈ سے دھواں آتا محسوس ہوا۔ وہ آہستہ روی سے چلتی ہوئی روم کی بیک سائڈ آئی جہاں ایک عدد دروازہ نصب تھا۔ یہ دروازہ تو ہمیشہ بند ہوتا تھا۔ آگینے کو لگتا اسکے پیچھے کوئی اسٹور ہوگا جس میں گھر کی ناکارہ اور نا استعمال ہونے والی اشیا ہونگی۔ مگر آج وہ دروازہ مقفل نہیں تھا۔ بغیر آہٹ کیے اسنے دروازہ کھولا۔ اسکے پاؤں کے نیچے سیرھیاں تھیں۔ وہ جگہ دیکھ کر آگینے حیران رہ گئی۔ زمین پر جہاں سیرھیاں ختم ہوئیں وہیں سے ایک سفید چوڑی اور مہج روش شروع ہوتی جس کے دائیں بائیں تین تین جدید فوارے تھے جن سے پانی بارش کے قطروں کی صورت میں نکل کر فوارے کے گرد گول دائرے میں بنے حوض میں گر رہا تھا۔ اس حوض میں رنگین مچھلیاں تھیں۔ وہ جگہ بھلے مصنوعی تھی مگر اس قدر حسین تھی کہ آنکھیں خیراں ہو گئی۔ کئی طرح

کے حسین پھول قطار در قطار لگے تھے۔ پیل روز اور بال سم کے پودے اس جگہ کا حسن بڑھا رہے تھے۔ اس جگہ کو چاروں طرف سے بند کر دیا گیا تھا اور وہ چاروں دیواریں کئی طرح کی بیلوں سے لپٹی ہوئی تھی۔ وہ دیواریں بہت اونچی تھیں۔ اس جگہ کو چھت سے نہیں ڈھانپا گیا تھا۔ بلکہ چکور شکل کے خانوں کی صورت میں گلر لگی ہوئی تھی اور اس گرل پر بھی کئی طرح کے بیلے لپٹی ہوئی تھی۔ وہ حیران رہے کئی کہ بیلے اتنی اونچائی پر بھی لپٹی ہوئی تھی۔ اس جگہ پر ہر جگہ لائٹس لگی ہوئی تھیں جو ساری کی ساری روشن تھیں اسکے علاوہ چونکہ گلر سے چھت کا کام لیا گیا تھا اس لیے چاند کی روشنی چھن سے نیچے تک آرہی تھی۔

وہ روش جہاں ختم ہوتی وہاں اونچائی پر ایک چبوترہ تھا۔ وہ چبوترہ کے چار موٹے موٹے پر تھے اور وہ پلر "عشقِ پیچاں" (ایک بیل کا نام جو درخت کے تنے سے لپٹ جاتی ہے۔ جسکا پھول سرخ اور پتیاں باریک ہوتی ہیں) کی بیل سے لپٹے ہوئے تھے۔ چبوترے کی چھت محراب کی طرح تھی۔ اور

اس چھت پر حسین فانوس لٹک رہا تھا۔ محراب نما چھت سے لٹکتے سفید کمر کے بہت ہی نرم اور باریک پردے لٹکے ہوئے ہوا میں جھول رہے تھے۔

چبوترے کے انداز شیشے کی ایک خوبصورت میز اور ارگرد چار کرسیاں جو شیشے کی طرح ہی معلوم ہوتیں وہی رکھیں تھیں جبکہ ایک سائڈ پر زرجان کے میوزک انسٹرومنٹس تھے، ڈرم، گٹار، وائلن اور پتہ نہیں کیا کیا شاید وہ یہاں بیٹھ کر سنگنگ بھی کرتا تھا۔ وہ بھول گئی تھی کہ وہ یہاں کیوں آئی ہے۔

زرجان چوبرے کی سیڑھیوں پر سگرت لگتا ہوا بیٹھا تھا جبکہ اسکی نظریں سامنے جلنے والی جیکٹ پر جمی ہوئی تھیں اور آگینے کی نظریں بھی اسی جیکٹ پر ٹہر گئیں۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" وہ روش پر پہنچ کر آگے بڑھی اور زرجان کے قریب پہنچ کر سوال کیا۔

"جو تم دیکھ رہی ہو" زرجان نے اسے نہیں دیکھا۔ ایک ہاتھ میں سگریٹ پکڑے وہ ابھی ابھی آگ کے شعلوں کو دیکھ رہا تھا۔

اسکے عجیب جواب پر آگینے الجھ گئی اور جلتی ہوئی چیز کو دیکھنے لگی۔ یہ وہی جیکٹ تھی جو شام میں قندیل نے اسے پہنا دی تھی۔ کیا یہ شخص اس سے اتنی نفرت کرتا ہے کہ محض وہ اپنی برانڈ جیکٹ کو اس لیے آگ لگا چکا تھا کیونکہ اسے تھوڑی دیر کے لیے آگینے نے پہنی تھی؟ اتنی نفرت۔۔۔۔۔؟

"یہ اس لیے جلائی کیونکہ اسے میں نے پہنا" اپنی سوچ کو اسنے لفظوں کا پیراہن پہنایا۔

"کافی سمجھدار ہو" زرجان نے داد دی۔ وہ جیکٹ مکمل طور پر جل چکی تھی۔ ہوا کے معمولی جھونکے نے سسکیاں لیتی آگ کو بجھا دیا۔ زرجان اٹھا۔ اسکی سگریٹ بھی ختم ہو چکی تھی زمین پر سگریٹ پھینک کر اسنے اپنے بوٹوں سے جلتی سگریٹ کو مسلا اور آگینے کی سائیڈ سے نکلتا ہوا سیڑھیاں چڑھ کر

روم میں چلا گیا۔ اس جگہ سے باہر جانے کا راستہ بھی یہی تھا۔ شاید عائشہ
آنٹی نے اسے جگہ کی بات کی تھی۔ مگر اسے اس چیز سے کوئی سروکار نہیں
تھا۔

زرجان اس اتنے اتنی نفرت کیو کرتا ہے وہ جاننے سے قاصر تھی۔ دھیرے
دھیری آنسو لڑیوں کی صورت میں بہنے لگے۔

ستم کے موتی پرو کر ہم نے
اذیتوں کی بنی تھی مالا

وہ جس کو مانا تھا اپنا محسن
اسے ستمگر نے مار ڈالا

*

*

عشق مجھ کو نہیں، وحشت ہی سہی
میری وحشت تیری، شہرت ہی سہی

قطع کیجیے نہ، تعلق ہم سے
کچھ نہیں ہے، تو عدوات ہی سہی

"زرجان!" اسکا عکس آج پھر اسکے سامنے تھا۔

"ہوں" وہ بالکونی میں کھڑا رات کے اندھیرے میں دن کا اجالا ملتے دیکھ رہا
تھا۔ کتنا حسین ملاپ تھا یہ۔۔۔۔۔ رات کی سیاہی کو دن خود میں سما کر
روشنی پیدا کر دیتا ہے۔

"کیوں کیا تم نے ایسا۔۔۔ کیا ثابت کرنا چاہتے ہو" عکس ناراض تھا۔

"کیونکہ مجھے اس لڑکی سے نفرت ہے" زرجان نے نفرت پر زور دیا۔

"مگر کیوں" وہ حیران ہوا۔

"کیونکہ وہ میری زندگی میں ان چاہا وجود ہے۔ جو چیز مجھے پسند نہیں مجھے خود بہ خود اس سے نفرت ہو جاتی ہے" یہ عجیب دلیل تھی۔

"صرف یہی وجہ ہے؟ کیا تم نے راتوں کو اسے عبادت کرتے ہوئے شدت سے روتے نہیں دیکھا؟ بتاؤ زرجان! کیا کوئی شخص خوشی سے اس طرح روتا ہے؟ کیا تمہیں اسکی آنکھوں میں کرب نظر نہیں آتا؟ اسکے درد کو سمجھنے کی کوشش تو کرو زرجان!" عکس بھی ڈھلتی سیاہی سے پھوٹی روشنی کو دیکھنے لگا۔

"مجھے کسی کے درد کو سمجھنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے" زرجان بے زار ہوا۔

"بہت بے رحم ہو تم زرجان! وہ افسرہ ہوا اور پھر چند لمحوں بعد مسکرایا۔

"کیا میں مسکراتے ہوئے بالکل ایسا لگتا ہوں" زرجان نے اسے بغور دیکھا۔

"تم۔۔۔۔۔ اس سے نفرت کرنے کا ڈرامہ بہت اچھا کرتے ہو" عکس نے داد دی۔ زرجان کو اب اسکے مسکرا نے کی وجہ سمجھ آئی تھی۔

"میں کیوں ڈرامہ کروں گا۔۔۔؟" زرجان نے پھاڑ کھانے والے انداز میں پوچھا۔

"کیونکہ تم اس سے "محبت" نہیں کرنا چاہتے" عکس جھوم جھوم کر کہنے لگا۔

"اپنی بکو اس بند کرو" زرجان کی آنکھیں سرخ ہوئیں۔

"تم بہت ظالم ہو زرجان! نہ خود خوش رہتے ہونا کسی اور کو خوش رہنے دیتے ہو" اب کی بار عکس کے لہجے میں دکھ تھا۔

روم میں ہوتی آہٹ نے زرجان کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ آگینے نماز پڑھنے لگی ہوگی وہ بغیر دیکھے ہی جان چکا تھا۔ آج زرجان کی وجہ سے اسکی نماز میں تاخیر ہوئی تھی۔ عکس تحلیل ہو چکا تھا۔ زرجان کو خود پر افسوس ہوا۔۔۔

ایسی بھی کیا نفرت کہ کسی کا دل ہی توڑ دیا جائے۔ محض چند منٹ ہی تو وہ جیکٹ آگینے نے پہنی تھی وہ بھی قندیل کے اسرار پر۔۔۔۔ شاید اپنی بدلتی کیفیت پر وہ نفرت کا خول چڑھا رہا تھا مگر وہ خول بہت چھوٹا تھا کہیں نہ کہیں سے ایک کونا مکمل نہیں ہوتا اور محبت کے وہ جذبات اس چھوٹے گئے کونے سے جھانکنے لگتے۔۔۔۔

*

*

"بابا! مجھے کچھ پیسوں کی ضرورت ہے۔ وہ میں۔۔۔۔۔ آج قندیل کے ساتھ شاپنگ پر جاؤں گی"

آگینے نے زیاد شاہ کو مخاطب کیا جو شام کی چائے پینے کے ساتھ اخبار ہاتھ میں لیے بیٹھے تھے۔ دوسری طرف آگینے کا ایسا جملہ سن کر زرجان کا چائے کا

کپ منہ کی طرف جاتے جاتے پلٹ آیا۔ کپ ٹیبل پر رکھ کر اسنے خون
آشام نظروں سے سامنے کھڑی "معصوم" کو دیکھا۔ آگینے پر ان نظروں کا
کوئی اثر نہیں ہوا۔ اگر وہ شخص اسے نفرت کرتا ہے تو آگینے کو بھی کوئی شوق
نہیں چڑھا کے ہر وقت اس کی عزت کرتی رہے اور بدلے میں زرجان ہمیشہ
اسکی عزت نفس کو کچلتا رہے۔ جیسا رویہ وہ رکھے گا آج سے آگینے بھی
ویسی بن جائے گی۔ زیاد شاہ سے پیسے لے کر وہ روم میں آگئی۔

یہ الگ بات تھی کہ اپنے روم میں پہنچ کر اسنے سانس بحال کی۔

"توبہ توبہ! زرجان تو مجھے قتل کرنے والی نظروں سے گھور رہا تھا" لمبا سانس
کر اسنے صوفے پر آڑھی ترچھی بیٹھی قندیل سے کہا۔

"ارے واہ! مطلب بھائی کی انا پر ضرب لگا آئی ہیں" قندیل نے پیر جھلاتے
ہوئے مزے سے کہا۔

"جانِ زرا! آپ کو میرے بھائی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمت پیدا کریں خود دیں۔۔۔۔۔ بھائی کے تیز دھار جملوں کا شیرنی بن کر جواب دیا کریں "قندیل جوش سے بولنے لگی۔ آگینے نے تاسف سے اسے گھورا تو قندیل اپنی بتسی کی نمائش کرنے لگی۔

"جو ہوگا دیکھا جائے گا۔۔ اب ان پیسوں کا کیا کرنا ہے" آگینے نے ہاتھ میں پکڑے پیسوں کو قندیل کے آگے کیا۔

"شاپنگ کے لیے پیسے لیے ہیں تو شاپنگ ہی کریں گے نا"

"اتنے سارے پیسوں کی شاپنگ کریں گے؟ پہلے ہی میرے پاس اتنا کچھ ہے وہ رکھنے کی جگہ نہیں مل رہی اور اب پھر سے شاپنگ کر آؤں" وہ

حیران ہوئی۔ اسنے تو صرف زرجان کو چڑانے کے لیے زیادشاہ سے پیسے لیے تھے۔ مگر یہ تو اسکا الٹ ہو گیا۔ اب پیسے تو ہاتھ میں ہیں اور شاپنگ بھی کرنا لازمی تھی ورنہ وہ "بھوت" تو کچا چبا جائے گا۔ مگر اتنی ڈھیروں ڈھیر چیزوں کا وہ کیا کرے گی۔۔۔۔؟ یہی سوچ کر اسے اپنے آج کیے جانے والے بے ٹکے کام پر افسوس ہو رہا تھا۔

"آپ کی الماری کا مسئلہ بھی، مسئلہ کشمیر سے کم نہیں" قندیل صوفے سے کھڑی ہوئی۔ آگینے نے معصومیت سے اسے دیکھا اور اثبات میں سر ہلایا۔

"چلیں اب کچھ نہ کچھ تو کرنا ہے ان پیسوں کا تو پھر شاپنگ ہی سہی!" وہ آگینے کو لے کر پورچ میں آگئی اور زرجان کی ریگرا میں دونوں شاپنگ کے لیے روانہ ہو گئیں۔

*

*

"کیسے ہو زیاد!" زیادشاہ نے کسی نئے نمبر سے آئی کال ریسو کی اور جمیل شیخ کی آواز سن کر انکا خون کھولنے لگا۔

"جمیل۔۔۔۔ شیخ" زیادشاہ نے نفرت سے اسکا نام لیا۔

"ارے واہ! میں تو تمہیں ابھی تک یاد ہوں۔ مجھے لگا تھا تم تو مجھے بھول چکے ہو مگر میں غلط تھا۔ خیر! تم نے ہماری ایک دوسرے سے نفرت کی لاج رکھی۔ مجھے تم پر بہت فخر ہے زیادشاہ!" وہ خباثت سے کہنے کے بعد دل کھول کر قہقہہ لگانے میں مصروف ہو گیا۔

"صرف ایک بار۔۔۔۔ تم میرے ہاتھ لگ جاؤ۔۔۔۔ جمیل شیخ! میرے بیٹے پر کیے ہر ایک زخم کا بدلہ سود سمیت لوں گا" زیادشاہ دھاڑے۔

"چچ، چچ، چچ۔۔۔۔ عمر گزر گئی مگر تمہاری انا نے جھکنا نہیں سیکھا۔ مجھے تو لگتا ہے بیٹے کی موت کے بعد ہی تمہارے چم خم نکلیں گے" جمیل شیخ نے حقارت سے کہا۔

"اپنی بکو اس بند کرو جمیل اگر میرے بیٹے پر آنچ بھی آئی ناں تو اس دفعہ تمہیں پاتال سے بھی ڈھونڈ لاؤں گا" غصے سے انکی سانس پھولنے لگی۔

"ہا ہا ہا! اچھا اس بار زرجان کو بخش دیا۔ سنا ہے تمہاری بہو بہت معصوم سی ہے" وہ کمینگی سے بولا اور ساتھ میں فون بھی رکھ دیا۔ جبکہ زیاد شاہ آگینے کے لیے بہت پریشان ہو گئے۔

"زرجان۔۔۔ زرجان!" زیاد شاہ روم سے باہر نکل کر زرجان کو پکارنے لگے۔ آج زرجان صبح گھر میں اپنا کچھ کام نبٹا رہا تھا۔

"یا اللہ خیر!" عائشہ شاہ کچن میں بانو کے ساتھ کھانے تیاری کر رہی تھیں۔ زیاد شاہ کے زرجان کو اس طرح پکارنے پر وہ اندر تک دہل گئیں۔

"عائشہ۔۔۔ زرجان کہاں ہے" وہ کچن سے باہر نکل کر آتی عائشہ شاہ سے پوچھنے لگے۔

"وہ قندیل اور آگینے کے پاس گیا ہے زرجان کچھ چیزیں اسکی کار میں تھیں تو وہی لینے ابھی ابھی گیا ہے۔ کوئی مسئلہ ہے زیادہ!" عائشہ شاہ فکر مند ہوئیں۔

"ہا۔۔۔ نہیں، میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں" یہ کہہ کر زیادہ شاہ پورچ کی طرف بڑھ گئے۔ عائشہ شاہ سب کی خیر و عافیت کی دعا مانگنے لگیں۔

"پچھلے تین گھنٹے سے تم لوگوں کی شاپنگ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی۔ کب سے میں تم لوگوں کے آنے کا انتظار میں اپنا بہت اہم کام بھاڑ میں جھونک کر بیٹھا ہوں مگر تم لوگوں کا ارادہ شاید پورے سال کی شاپنگ ایک ساتھ کرنے کا تھا تبھی تو میرے ہزاروں کال (استغفر اللہ) مشکل سے پانچ چھ ہی مسڈ کال تھیں۔۔۔ آگینے نے اسے جھوٹ پر استغفار پڑھا)

"بھائی اب اتنا غصہ تو نا کریں ہم دونوں بس آرہی تھیں" قندیل
معصومیت سے بولی۔ حیدر نے اپنی ہنسی کا گلا گھونٹا۔ اگر اس وقت وہ
ہس دیا تو زرجان کا آدھے سے زیادہ غصہ حیدر ہی نکلے گا مجبوراً اسے
خاموش رہنا پڑا۔

"تم خاموش رہو قندیل اور تم۔۔۔۔۔" ابکی بار شامت آگینے کی آئی تھی۔ "تمہیں تو ہوش ہونا چاہیے۔ کتنا وقت ہوا کچھ اندازہ بھی ہے اور میڈم کی شاپنگ ہی ختم نہیں ہو رہی" زرجان براہِ راست آگینے پر چڑھ دوڑا۔ شرمندگی اور اہانت کے مارے آگینے کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"میراثی بس کر! اور ویسے بھی شاپنگ کرتے ہوئے وقت کا پتا نہیں چلتا۔
اس میں تجھے اتنا سنانے کی ضرورت نہیں ہے" زرجان کے زبان اب بھی

بند ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی آخر کار حیدر کو میدان جنگ میں انٹری دینی پڑی۔ زرجان نے غصے کے مارے لب بھینچ لیے۔

تبھی حیدر کے موبائل پر نیلم کی کال آئی وہ قندیل اور حیدر کو درانی ہاؤس جلدی آنے کا کہہ رہی تھی۔ قندیل آگینے کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ پتہ نہیں زرجان کتنا سنا ڈالے۔ مگر مجبوراً اسے حیدر کے ساتھ جانا پڑا۔

"اب زندگی میں یہی کام کرنے کو رہے گئے ہیں!" زرجان پھاڑ کھانے والے لہجے میں ایسے خوبصورت بول بولے جا رہا تھا۔ جبکہ آگینے سر جھکائے بیٹھی رہی۔

"اگر تمہیں پیسوں کی ضرورت تھی تو مجھ سے مانگ لیتی۔ ڈیڈ! سے پیسے مانگ کر تم مجھے ڈی گریڈ کرنا چاہتی ہوں" کار سے زیادہ اسکی زبان تیز چل رہی تھی۔

"مجھے آپ کے پیسوں کی ضرورت نہیں ہے" وہ کب سے خاموش بیٹھی
اسکی باتیں سننے جارہی تھی۔ مگر اب اسکے ضبط کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

"وجہ؟"

"کیا یہ وجہ کافی نہیں ہے آپ کی کمائی حرام ذریعے سے آتی ہے اور میں نہیں
چاہتی ایسے پیسوں سے میری زندگی میں بے سکونی پیدا ہو" وہ رسائیت سے
بولی۔ مگر کہنے کے بعد آگینے کو احساس ہوا وہ بہت غلط بول گئی ہے۔ وہ
خاموش ہوئی تو کار کے ٹائیر ایک جھٹکے سے چرچرائے اور کار غلط سمت
بہت تیزی سے چلتی ہوئی کافی دور کسی غیر آباد جگہ کی طرف جا کر رک گئی۔
وہاں بلڈنگ بن رہی تھی اس پاس کافی دور تک کوئی بھی زمی النفس یا گھر
دیکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"کیا تمہاری اس بکو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں حرام کمائی کماتا ہوں"
زرجان نے غصہ ضبط کیا۔ وہ کار سے باہر نکلا اور آگینے کو بھی کھینچ کر اپنے

سامنے کیا۔ نیلی آنکھیں ایسی توہین پر سرخ ہو چکی تھیں۔ آگینے اسکی سرخ آنکھیں دیکھ کر سہم گئی۔ غصے میں آج پہلی دفعہ وہ بہت زیادہ غلط بول گئی تھی۔

"تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں" وہ درشت لہجے سے جھنجھوڑنے لگا۔

"میں۔ میرا مطلب وہ نہیں تھا جو آپ سمجھے ہیں۔ بات آپ کے کمانے کی نہیں ہے۔۔۔۔ بات ہے کمائی کے ذریعے کی۔۔ اور آپ بھلے ہی اتنی محنت کرتے ہیں مگر ذریعہ تو غلط ہے اس ذریعے سے حاصل ہونے والی کمائی انسان کے لیے سکون نہیں بلکہ بے سکونی کا باعث بنتی ہے۔ آپ اتنی محنت ایک غلط رہا ہر چل کر کر رہے ہیں۔ محنت کے ساتھ آپ کا وقت اور نیکیاں بھی ضائع ہو رہی ہیں۔ میں تو بس یہی کہنا چاہ رہی تھی "آگینے نے سر جھکا کر دھیمے لہجے میں کہا۔ وہ جانتی تھی زربان کا کام غلط ہے اور زربان اپنے کام پوری ایمانداری اور لگن سے کرتا تھا۔ کبھی کبھی وہ سوچتی کہ زربان یہ سب چھوڑ کر کوئی اور کام کرے جس میں سکون بھی ہو

اور اس محنت کا صلہ صرف رزق نہیں بلکہ نیکیوں کی صورت میں ملے۔ مگر وہ یہ سب سوچ سکتی تھی کبھی زرجان سے بات کرنے کی ہمت پیدا نہیں ہوئی۔ آج غصے میں بات نکل گئی تو جو سب کچھ اسکے دل میں تھا وہ لفظوں میں ادا ہو گیا۔

"کتنی چالاک ہو تم آگینے زرجان شاہ! بات کو کس خوبصورتی سے بدل دیا۔ داد دینی پڑے گی تمہیں" زرجان نے دونوں ہاتھوں سے اسکی چالاکی پر کلپنگ کی۔ خاموش جگہ چاروں طرف کلپنگ کی آواز گونجنے لگی۔

"زندگی میں، میں نے کبھی کسی سے اتنی نفرت محسوس نہیں کی جتنی نفرت میں تم سے کرتا ہوں۔ مجھے لگتا تھا وقت کے ساتھ اس نفرت میں کمی آئے گی مگر وقت کے ساتھ یہ نفرت مزید بڑھتی جا رہی ہے اور اسکی وجہ صرف تم ہو! اب یہ مگر مجھ کے آنسو بہانے کی ضرورت نہیں ہے" زرجان پیچ و تاب کھا کر رہے گیا۔

"زرجان آ۔۔ آپ! وہ کچھ کہنے لگی۔

"نام مت لو میرا" وہ اشتعال آمیز لہجے میں بولا۔

"بہت چالاک ہونہ تم اپنی اسی چالاکی کو آزما تے ہوئے آج شاہ ولایتک پہنچ جانا کیونکہ اگر میں مزید تمہارے ساتھ رہا تو تمہارا قتل کر ڈالوں گا۔ بہتری اسی میں ہے کہ آج تم اپنی چالاکی کو تھوڑی زحمت دے ڈالو" زرجان برہمی سے کہتے ہوئے کار میں بیٹھا پل اسے دیکھتا رہا پھر کار اسٹارٹ کر دی۔

وہ بے یقینی سے کار کو غائب ہوتا دیکھ رہی تھی۔

کیا سچ میں زرجان نے ایسا کیا۔۔۔۔

کیا سچ میں وہ اسے رات کے اس پہر اکیلا چھوڑ کر چلا گیا ہے۔۔۔

وہ شخص اس سے صرف اور صرف نفرت کرتا ہے۔ بے انتہا، بے اندازہ

اور بے شمار۔۔۔۔۔ فقط نفرت۔۔۔۔۔

روتے ہوئے اسنے گھڑی دیکھی جہاں رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ پتہ
نہیں وہ کیسے گھر جائے گی۔ اسکا پرس بھی کار میں رہ گیا تھا۔ ٹیڑھے میڑھے
رستوں پر چل کر وہ میں روڈ تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگی۔ مگر ان رستوں
کے درمیان ایک شخص کو کھڑا دیکھ کر وہ اندر تک کانپ گئی۔

*

*

"زرجان! آگینے کہاں ہے؟" زیاد شاہ کی کال ریسو کرنے پر اسے سب سے
پہلے یہی سننے کو ملا۔ زرجان کو حیرت ہوئی آگینے نے سب کچھ انہیں کیسے بتا
دیا۔ مگر آگینے کے پرس پر نظر پڑتے ہی اسنے اپنی سوچ کو جھٹلایا اور ہاتھ میں
پکڑی سگرت باہر پھینکی۔

"زرجان کچھ پوچھ رہا ہوں۔۔۔ آبی کہاں ہے۔ کیا وہ قندیل کے ساتھ نہیں
تھی؟" زیاد شاہ فکر مندی سے پوچھنے لگے۔

"وڈ! ٹھیک ہے آپ کی لاڈلی" وہ بے زاری سے بولا۔ غصے میں وہ آگینے کو
وہی چھوڑ آیا تھا اور خود کار میں بیٹھ کر قدرے سائیڈ پر نکل آیا تاکہ آگینے کو

لگے وہ سچ مچ چلا گیا ہے۔ آج جو الفاظ اسنے کہے کم از کم اتنی سزا تو اسے دینا بنتی تھی۔

"شکر اللہ کا۔۔۔۔۔ زرجان اسے جلدی سے گھر لے آؤ۔ جمیل شیخ کی باتوں نے مجھے اندر تک دہلا دیا تھا " زیاد شاہ کچھ اور بھی کہہ رہے تھے مگر زرجان کا زہن صرف جمیل شیخ پر اٹک گیا۔

"جمیل شیخ؟ کیا کہا اسنے؟" اسکا نام سن کر زرجان کو اپنے تمام زخم ادھر تے محسوس ہوئے۔ لیکن زیاد شاہ نے جو کہا وہ سن کر اسکے پیروں تلے زمین نکل گئی۔ اور وہ بنا آگے کچھ سننے کا ریورس کرنے لگا۔

*

*

"آگینے۔۔۔۔۔!" زرجان وہاں پہنچ کر چلانے لگا مگر وہاں مکمل سکوت تھا۔

"آگینے۔۔۔ے۔۔۔ے" وہ بلند آواز میں چلایا اس وقت اسکا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اگر آگینے کو کچھ بھی ہوا وہ کبھی بھی خود کو معاف نہیں کر پائے گا۔

"آگینے" وہ تقریباً ہر جگہ چھان چکا تھا مگر آگینے کہی نہیں تھی تبھی اسے تعمیراتی بلڈنگ میں آہٹ کی آواز سنائی دی۔ وہ تیز رفتاری سے بلڈنگ کے اندر گیا۔

"آبی" وہ پوری طاقت سے چلایا۔ تبھی اسے اپنے پیچھے کسی کے بھاگنے کی آواز آئی۔

"رکوا" زرجان اس شخص کے پیچھے بھاگا اور اس پکڑ کر اپنے سامنے کیا۔

"یہاں ایک لڑکی تھی وہ کہاں ہے" وہ آدمی چالیس پینتالیس کا تھا۔ بھاگ بھاگ کر ہانپنے لگا۔

"ہم کو نہیں پتا صاحب ہم تو خود اتنے ویرانے میں ایک لڑکی کو دیکھ کر حیران رہے گیا۔۔۔۔۔ وہ ہم سے بچنے کے لیے اس بلڈنگ میں آگیا " اس شخص نے ڈر کر وضاحت دی۔

"شکر مناؤ کے بچ گئے اگر میری بیوی کو کچھ بھی ہوا ہوتا تو ابھی تم زندہ سلامت نہیں کھڑے ہوتے۔ اس عمر میں تمہیں ایسے کام کرتے شرم آتی چاہیے " زرجان حقارت سے کہتا اسے پیچھے دھکیلا کر بلڈنگ کے آخری اپارٹمنٹ میں آگیا۔

"آگینے " اب کی بار اسکی رگ رگ میں سکون اتر ا ہوا تھا۔

"زرجان " بہت مشکلوں سے آگینے اسے پکار پائی تھی ورنہ تو ابھی بھی اس پر اس بوڑھے شیطان نما شخص کا خوف طاری تھا۔ زرجان نے کارٹن کے گتے پیچھے دھکیلے سامنے ڈرو خوف سے کانپتی آگینے تھی جو اسے دیکھتے ہی اسے سینے سے آن لگی۔

"اگر تم نہ آتے تو وہ شخص۔۔۔۔۔" آگے بولنے سے پہلے ہی اسکے آنسو
حلق میں اترنے لگے۔

"میرے ہوتے ہوئے تمہیں کوئی بھی شخص نقصان نہیں پہنچا سکتا"
زرجان نے اسکے بال سہلاتے ہوئے تسلی دی۔

"یہ سب تمہاری وجہ سے تو ہوا ہے اگر تم مجھے یہاں اکیلا چھوڑ کر نہیں
جاتے تو ایسا کبھی بھی نہیں ہوتا" روتے ہوئے اسے یاد آگیا کہ وہ اس
مشکل میں زرجان کی وجہ سے پھنسی تھی۔ زرجان نے اسے کچھ نہیں کہا۔
شکر تھا وہ ٹھیک تھی اور جمیل شیخ کو وہ اب سبق سیکھا کر ہی دم لے گا۔
آگینے شدت سے روتے ہوئے، کڑوے کسیلے جملے بھی سنا رہی تھی اور وہ
وہ آرام سے سنتے ہوئے کارتک آگیا۔ وہ لڑکی زرجان کے لیے بہت اہمیت
رکھتی تھی نا چاہتے ہوئے بھی آج وہ اس سچ کو مان گیا تھا۔۔

محبت ہے۔۔۔۔!
جبھی تو کچھ بھی کہتے ہو
تمہاری سرد مہری کے سمندر میں پڑے
چپ چاپ ہستے ہیں

محبت ہے۔۔۔۔!
جبھی تو ہم پرندوں کی طرح سے لوٹ آتے ہیں
تمہاری ذات کے گنجان برگد میں
جہاں پر کوئی ٹہنی بھی
ہماری خواہشوں کو گھونسلار کھنے نہیں دیتی

محبت ہے۔۔۔۔!
جبھی تو ہم نے تیری یاد کا جگنو
حسین روپلے چہروں کی ضیاء میں آج تک کھویا نہیں
جبھی تو ہم دیے کی طرح جلتے ہیں سلگتے ہیں

تمہارے ہجر کی تاریک راتوں میں

محبت ہے۔۔۔۔!

جبھی تو کچھ بھی کہتے ہو

ہماری خاک کو گر ہواؤں میں اڑاؤ گے

تو واپس لوٹ آئیں گے

ہمیں تو راکھ ہو کر بھی تیرے قدموں میں رہنا ہے

*

*

"زرجان تمہارا پیرس جانا ضروری ہے؟" زیاد شاہ نے اسکے پیک شدہ بیگ

دیکھے۔ انکے دل کو عجیب سا دھڑکا لگا ہوا تھا۔

"یس ڈیڈ! پیرس کنسٹرٹ میں، میرا شامل ہونا لازمی ہے" وہ لیپ ٹاپ میں

کچھ ضروری کام کر رہا تھا تبھی زیاد شاہ کا پریشان چہرہ نہیں دیکھ سکا۔

"اپنا خیال رکھنا اور گارڈز کو اپنے ارد گرد ہی رہنے دینا" زیاد شاہ اسکے قریب

بیٹھ گئے۔

"ڈیڈ۔۔۔۔۔!" زرجان نے لیپ ٹاپ چھوڑ کر انکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں
لیا۔

"میں ایک "جمیل شیخ" کے ڈر سے گھر میں چھپ کر یا اپنے ارد گرد ہزاروں
لوگوں کا مجموعہ جمع کر کے نہیں رہ سکتا۔ وہ اپنی کسی بھی کوشش میں کبھی
کامیاب نہیں ہو سکا۔ جب تک اللہ عزوجل کی رحمت میرے ساتھ ہے
تب تک وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا" زرجان نرمی اور حلاوت سے کہنے لگا۔

"زرجان مجھے اس سے ڈر لگتا ہے" زیاد شاہ نے اسکے ہاتھوں کو مضبوطی
سے پکڑا۔ زرجان تو انکی آنکھوں کی ٹھنڈک تھا۔ کچھ پل دور ہوتا تو زیاد شاہ
پاگل ہونے لگتے۔ پتہ نہیں وہ سات سال زرجان کے بغیر کیسے رہ گئے یا پھر
یہ سب ان سات سالوں کی جدائی کا نتیجہ تھا کہ اب وہ اپنے بیٹے سے پل بھر
بھی دور نہیں رہ سکتے۔

"ڈر۔۔۔! کم آن ڈیڈ۔۔۔ ڈرنا اس شخص سے چاہیے جو ہمارے سامنے ہماری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہمیں نقصان پہنچا سکے۔ مگر جمیل شیخ خود ایک ڈرپوک انسان ہے تبھی تو ہمیشہ چھپ کر وار کرتا ہے۔ بھلا سکی ڈرپوک انسان سے کیا ڈرنا۔۔۔۔۔ اگر اس میں ہمت ہے تو کبھی میرے سامنے آئے پھر برابری کا مقابلہ ہوگا اور تب میں خود اسے زندہ زمین میں گاڑ دوں گا" زرجان بھرے شیر کی طرح بولا۔

"پھر بھی اپنا خیال رکھنا" زیاد شاہ کو یقین تھا اسکا بیٹا کبھی بھی جمیل شیخ سے نہیں ڈرنے والا۔

"جو حکم آپ کا!" وہ فرمانبرداری سے بولا۔ زیاد شاہ اسے اس انداز پر مسکرا اٹھے اور جاتے ہوئے اسکے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتے گئے۔

"ڈیڈ!" اپنے بالوں کا یئر اسٹائل خراب ہونے پر وہ چلا اٹھا اور دونوں ہاتھ بالوں میں پھیرنے لگا۔ تبھی اسکے موبائل پر نیلم کی کال آئی۔

"السلام علیکم مام! " وہ خوشدلی سے بولا۔

"وعلیکم السلام! اگر اپنے باپ سے فرصت مل گئی ہو تو تھوڑا وقت اپنی ماں کو بھی دے دیا کرو پچھلے دو دن سے تمہارے آنے کا انتظار کر رہی ہوں اور زرجان تم ابھی تک نہیں آئے " نیلم رنجیدگی سے بولنے لگی۔

"مام! ایسی کوئی بات نہیں ہے میں کچھ دیر بعد آپ کے پاس ہی آنے والا تھا " پتہ نہیں نیلم کو کسے الہام ہو جاتا تھا زیادہ اور زرجان ایک ساتھ بیٹھے ہیں

"ایسی ہی بات ہے زرجان! تم مجھ سے زیادہ زیادہ شاہ سے محبت کرتے ہو، اگر دو دن تک تمہیں میری خبر نہ ملے تم آرام سے رہو گے لیکن اگر دو دن تک زیادہ شاہ تمہارے سامنے نہ رہے تم پاگلوں کی طرح اپنے باپ کو

ڈھونڈنے لگو گے۔ بس ایسی بات ہے۔۔ کیوں! میں نے صحیح کہا ناں؟
زرجان نے لب بھینچ لیے۔ کہیں نہ کہیں نیلم ٹھیک کہہ رہی تھی۔

پتہ نہیں نیلم کس چیز کا غصہ زرجان پر نکال رہی تھی۔ یہ تو زرجان کو وہاں
جا کر ہی معلوم ہوگا۔

"میں ابھی" درانی ہاؤس "آتا ہوں" طویل خاموشی کے بعد زرجان نے یہ
کہہ کر فون رکھ دیا اور کرسی کی سیٹ سے پشت ٹکا دی۔

*

*

آسمان رات کی سیاہی میں ان گنت چمکدار ستاروں کو اپنے سینے سے
لگائے ہوئے تھا۔

"ہزاروں ستاروں میں کوئی روشنی تو ایسی ہوگی جو اسکے بخت کو چمکا دے
گی" وہ بے خیالی میں نظریں آسمان پر جمائے کھڑی تھی۔

زرجان کی کھنکار نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"آپ۔۔۔ ابھی تک نہیں گئے" وہ پچھلے تین گھنٹوں سے گھر نہیں تھا،
زرجان کا سامان تو ڈرائیور کب کا لے جا چکا تھا اس لیے آگینے کو لگا زرجان
چلا گیا ہے۔

"تمہیں بہت جلدی ہے میرے جانے کی!" زرجان نے آئبرو سکیرٹیں۔ وہ
پچھلے تین گھنٹوں سے نیلم کے پاس تھا۔ نیلم کا غصہ صرف اس بات پر تھا
کہ زرجان پچھلے دو دن سے آنے کا کہہ کر نہیں آ رہا تھا۔ زرجان کو اپنی غلطی
پر شرمندگی ہوئی اور وہ پچھلے تین گھنٹے سے اپنی غلطی کا ازالہ کر رہا تھا۔
زرجان کے پیرس جانے کا سن کر نیلم کا دل موم ہوا اور تب جا کر اسے
معافی کی سند حاصل ہوئی۔

"ن۔ نہیں۔۔۔ نا آپ یہاں تھے اور نا ہی آپ کا سامان اس لیے مجھے
لگا آپ چلے گئے" وہ سر جھکا کر شرمندگی سے کہنے لگی۔

"ہا بس جا رہا تھا۔ سنو! زرجان بغور اسے دیکھ کر مخاطب ہوا۔

"جی؟" دو دن پہلے ہونے والے رات والے واقعے کے بعد زرجان اس پر مہربان ہی تھا۔ نایتز دھار جملے ناکاٹ دار طعنے۔۔۔

"ڈیڈ تمہیں یونیورسٹی چھوڑ بھی دیا کریں گے اور لے بھی آئیں گے۔ جب تک میں نا آجاؤں تم یونی کے علاوہ کہیں بھی باہر نہیں جاؤ گی" وہ حکم صادر کرنے لگا۔ کیونکہ جمیل شیخ اب زرجان کو نہیں آگینے کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔

"صبا اور وانیہ کے گھر بھی نہیں؟" وہ حیرانگی سے پوچھنے لگی۔

"کیا صبا اور وانیہ کا گھر یونی میں ہے؟" زرجان نے اسکی عقل پر ماتم کیا۔

"نہیں" اسنے جواب دینے کے ساتھ نفی میں سر ہلایا۔

"میرے خیال میں۔۔۔ میں نے صرف یونی جانے کی پریشانی دی ہے اگر تمہاری کسی دوست کا گھریونی میں ہے تو تم شوق سے اسکے گھر جا سکتی ہو مگر یونی سے باہر تم کہیں بھی نہیں جاؤ گی۔ گاٹ اٹ! "وہ زور دے کر

بولا۔

کیا سچ میں یہ شخص میری فکر کرنے لگا ہے؟ وہ خود سے سوال کرنے لگی اور جواب ہاں میں ملا۔ دل اس جواب پر سرشار ہوا۔ کئی حسین و گل رنگ اسکے چہرے پر اپنی چھاپ چھوڑ گئے۔

"جی سمجھ گئی" وہ سر جھکا گئی۔ دل عجیب لے پر دھڑکنے لگا۔ اسنے کتنے بند باندھے تھے ہر اس راستے پر جو راستہ نیلی آنکھوں والی شخص کے پاس جاتا تھا۔ مگر دل ہر بند توڑ کر ان راستوں کا مسافر بن چکا تھا۔

"اور آخری بات میری چیزوں سے دس قدم دور رہنا" آگینے نے خفگی سے زرجان کو دیکھا اور زرجان نے وسیع آسمان کو، کیونکہ وہ اسکے چہرے پر آئے حسین رنگوں کو دیکھ کر بے خود ہوا تھا۔ اسکی کیفیت کا اندازہ آگینے کو نہ ہو اس لیے وہ آسمان کو تکتے لگا۔

عجیب بات تھی۔ وہ اس لڑکی کے لیے خود سے بھی زیادہ فکر مند تھا۔ اسے کبھی جمیل شیخ کے ارادوں کی پرواہ نہیں رہی مگر آگینے کی وجہ سے اب اسے دھڑکا لگا رہنے لگا تھا۔ وہ اپنی بدلتی کیفیت کو سمجھنے لگا تھا مگر ماننے سے انکاری تھا۔

انائیں اہم ہیں فی الوقت
محبت پھر سہی ہمد

بو جھل دل کے ساتھ وہ پیرس پہنچا تھا۔

*

*

"آہم آہم" وہ لان میں اداس بیٹھی تھی جب صباء کی معنی خیز کھنکار اسی سماعتوں سے ٹکرائی۔

"تم لوگ کب آئے" وہ خوشی سے دونوں کو گلے ملنے لگی۔

"آئے نہیں ان دونوں لوگوں کو ہم لائے ہیں" قندیل نے فخریہ کالر جھاڑے۔

"ویسے آگینے تم نندن کے معاملے میں بہت خوش قسمت ثابت ہوئی ہو۔ دیکھو قندیل تمہارے اداسی کو نوٹ کر کے نہیں گھسیٹ لائی ہے" وانیہ نے برجستہ لہجے میں کہا۔

"فکر مت کریں آپ کو مجھ سے بھی زیادہ اچھی نند ملے گی" قندیل نے اپنی پانی کنٹرول کی۔

"ارے۔۔ وانیہ کی ایک نادونا بلکہ چار چار نندیں ہیں" صباء نے لقمہ دیا۔

"کیا واقعی میں؟" قندیل بے یقینی تھی۔

"ہاں۔۔۔۔۔ ہائے ہماری قسمت!" وانیہ نے منہ بسورا۔ "لوگوں کی شادیاں ہو گئیں (اشارہ آگینے کی طرف) اور ہماری ایک چنی منی سے منگنی ابھی تک نہیں ہو پائی" وانیہ کو پھر سے اپنی منگنی نا ہونے کا والا واقعہ یاد آگیا۔۔

"وانی بس کرو! یہاں ہماری لیلہ پریشان بیٹھی ہے اور تم اپنے دکھڑے لے بیٹھی ہو" صباء نے ٹوکا۔

"اوووو! لیلہ!!!! تمہیں تو ہارٹ ایشو کی بہت یاد آرہی ہوگی" وانیہ نے شرارت سے آگینے کو دیکھا۔

"ہا۔۔۔۔ن۔۔۔۔ نہیں" آگینے بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئی۔ جبکہ اسکے اس
ہاں ناوالے جواب پر تینوں نے زندگی سے بھرپور قہقہہ لگایا۔

"کہیں میرے بھائی کا بھی یہ حال نہ ہو" قندیل کی بھی شرارتی رگ پھڑکی۔
آگینے نے اسے گھور کر دیکھا۔

"کیا سچ میں آبی" وانیہ نے قندیل کا بھرپور ساتھ دیا۔

"مجھے کیا پتہ!" آگینے تینوں کی شرارت پر تپ گئی۔

ہم نے یک طرفہ محبت میں جلا دی کشتی
یار کی سمت سے ناہاں ہے، ناہوں ہے، نایوں ہے

صبا خوبصورت انداز میں گنگنائی تو آگینے اسے کچا چبا جانے کے لیے اسکے
پچھے بھاگی۔ شاہ ولای میں چاروں لڑکیوں کی کھلکھکاہٹ گونج رہی تھی۔ عائشے

شاہ چاروں کو لان میں کھلکھاتا دیکھ کر انکے اچھے نصیب کی دعا کرنے لگیں۔
پر انہیں کیا خبر تھی انکی آگینے کے نصیب کو بہت پہلے نظر لگ چکی
تھی۔۔۔۔۔۔۔۔

"زرجان تمہاری محنت کا نتیجہ ہے یہ کنسرٹ بھی کامیاب رہا" زرجان جو
موبائل میں آگینے کی تصویر بغور دیکھ رہا تھا۔ بوکھلا گیا۔ یہ سمندر تصویر والی
تصویر تھی اور قندیل نے اسی دن زرجان کو سینڈ کر دی تھی۔ دن میں وہ
دس بارہ دفعہ اس تصویر کو ضرور دیکھتا تھا اور جب تصویر والی سامنے ہو تو
اس معصوم کو اپنے کڑوے کیلے جملوں سے مبرا لفظوں کا تحفہ دیتا تھا۔

"کیا ہوا میرے شیر؟" پروڈیوسر زرجان کی اس حالت سے بہت لطف
انداز ہوا۔

"کچھ نہیں! میں ایک ضروری کام کر لوں" وہ یہ کہتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ آخر کار
تیسری کال آگینے آگینے نے ریسو کر لی۔

"السلام علیکم" زرجان کی ساری تھکن اس سلامتی سے مٹ گئی۔

"وعلیکم السلام۔۔۔۔۔" ڈیڈ کیسے ہیں "اسنے زیادشاہ کا حال احوال پوچھنے کے لیے تو فون نہیں کیا تھا۔۔۔۔۔" لیکن وہ براہ راست بھی تو نہیں پوچھ سکتا تھا۔

"بابا بالکل ٹھیک ہیں" آگینے کو خوشی ہوئی زرجان اسے اہمیت دینے لگا تھا۔ بھلے ہی وہ اہمیت کسی بھی نوعیت کی تھی۔۔۔۔۔ پر تھی تو اہمیت

"اور عائشے امی؟" وہ ٹال مٹول کرنے لگا۔

"وہ بھی ٹھیک ہیں" آگینے یہ کہہ کر خاموش ہو گئی۔ دوسری طرف بھی خاموشی تھی۔۔۔۔۔

وہ خوبصورتی سے اسکے تصور میں آئی۔ بہت خاموشی سے وہ اسکے "من" کے مندر میں بسیرا کر چکی تھی۔ وہ حیران ہوا، اسے اپنے "من" کی خبر نا ہوئی اور یہ "من" محبت کی وادیوں میں گم ہو گیا۔

"من"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ "من" اسے کن رستوں کا مسافر بنا چکا تھا۔ اس
 "من" نے چاہ کی تھی "تو" کی اور اب اسکا من سرشار ہو چکا تھا۔

اور چلے چلے

وہ میری عادت

میری محبت

میری دنیا ہو گئی....!

دے کوئی طیب آ کے، ہمیں ایسی دوا بھی
لذت بھی رہے درد کی، مل جائے شفا بھی

اک ادا سے دل چھلنی، اک ادا تسلی کی
یارِ مَن ستمگر بھی، یارِ مَن مسیحا بھی

صبح کی سنہری دھوپ اپنے تمام تر سنہرے پن کے ساتھ شاہ ولامیں اتری۔ وہ ہاتھ میں موبائل لیے، چبوترے میں خاموش بیٹھی تھی۔ کئی دفعہ اسنے زرجان کو کال کرنے کی کوشش کی پھر خود کو ہی ڈپٹی اور ڈائل شدہ نمبر ڈلٹ کر دیتے۔ وہ کب سے اسی مشغلے میں مصروف تھی۔ اچانک زرجان کا

نمبر ڈلٹ کی جگہ ڈائلڈ ہو گیا۔ اسے سے پہلے وہ کال کٹ کرتی زرجان نے اسکی کال ریسیو کر لی۔

"السلام علیکم" زرجان پر جوش انداز میں بولا۔

"و۔ و علیکم السلام" جواب دے کر وہ خاموش ہو گئی۔ اسے اپنی ایسی حرکت پر افسوس ہونے لگا۔ پتہ نہیں وہ شخص کیا سوچے گا میرے بارے میں۔۔۔۔

"کیا اپنی خاموشی سنانے کے لیے کال کی ہے؟" زرجان دلکشی سے مسکراتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"ن۔ نہیں، سب آپ کو بہت یاد کر رہے تھے یہ بتانے کے لیے کال کی تھی" بوکھلاہٹ میں اسے کو سمجھ آیا بولتی چلی گئی۔

کیا بتاتی وہ اُسے۔۔۔۔
کبھی کبھی ڈھیروں لفظوں کے ہوتے ہوئے بھی، کچھ بھی بولنے کو دل
نہیں چاہتا اور نہ کچھ بتانے کو دل چاہتا ہے۔۔۔۔ بس خاموشی سننے کو دل
چاہتا۔۔۔۔ خاموشی۔۔۔۔ بولتی خاموشی!

"سب کون؟" زرجان آگینے کہ اس جواب پر محفوظ ہوا۔
"بابا، عائشہ امی، قندیل اور حیدر سب!" اسنے ایک ایک کر کے سب کے
نام لیے۔

"اور؟" وہ کچھ اور بھی سننے کا منتظر رہا۔

"اور۔۔۔" آگینے نے ارد گرد نظریں دوڑائیں تاکہ کوئی بات زہن میں آسکے۔
اور بانو بھی "آخر کار ایک بونگا سا جواب دے ہی دیا۔

"واہ! گھر والوں کے ساتھ گھر کے نوکر بھی مجھے یاد کرنے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں (سوائے تمہارے)" آگینے کو سنانے کے بعد آخری بات اسنے دل میں کہی۔

وہ سب کو سرپرائز دینے کے لیے ایک دن پہلے آگیا تھا۔ ڈرائیور اسکی ریگرا ایئرپورٹ لے آیا تھا۔ وہ فون کان سے لگائے ایئرپورٹ سے باہر نکلا ہی تھا۔ کہ اسے دیکھ کر لوگوں کا ہجوم اکھٹا ہونے لگا۔ ایئرپورٹ کے اندر بھی کچھ ایسا حال تھا اور اب باہر بھی۔ شاید اسکے سرپرائز دینے کی خواہش دھری کی دھری رہے جائے گی کیونکہ ابھی کسی نہ کسی نیوز چینل میں اسکی وطن واپسی کی خبر آجائے گی۔

"شاید آپ بہت بڑی ہیں" زرجان کے ارد گرد اتنا شور سن کر وہ اداس ہو گئی۔

وہ لوگوں کے جھر مٹ سے باہر نکل آیا۔ لوگوں کو اسکے دو گارڈز سنبھال رہے تھے۔ آگینے سے بات کرنے کے ساتھ وہ اپنی ریگراتک آیا۔

"خیر بڑی تو میں بہت ہوں پر اسکا یہ مطلب نہیں" کارکا ڈور کھولنے کے لیے لگائی چابی زمین پر گر گئی۔ زرجان آگینے سے بات مکمل نہ کر سکا اور چابی سے

اٹھانے کے لیے جھکنے لگا۔ تبھی ایک گولی اسکا بازو چیرتی ہوئی نکلی اور وہ درد کی شدت سے کراہ کر رہ گیا۔

"زرجان۔ ک۔ کیا ہوا" موبائل میں ہی آگینے کو گولی کی آواز کان کے پردے پھاڑ دینے کی طرح سنائی۔

"زرجان آپ ٹھیک ہیں" پریشانی سے اسکے ہواس معتدل ہونے لگے۔ موبائل زرجان کے ہاتھ سے دور جا گرا اور پھر ایک گولی اسکو پسلیوں سے زرا نیچے پوست ہوتی محسوس ہوئی۔ اس وقت زرجان کو لگا کہ اسکے جسم

کے کئی حصے ہو گئے ہوں۔ اسکا سفید شلوار سوٹ خون میں لے پت ہو گیا۔
ناقابلِ برداشت درد اسے اپنے جسم میں محسوس ہونے لگا۔

آگینے کو کچھ بھی سمجھ نہ آ رہا تھا۔ خوشیاں اسکے درپر آتے ہی بغیر دستک دے
کیوں پلٹ جاتی تھیں۔۔۔۔۔ آخر ان خوشیوں کو کوئی راہ کیوں نہیں
ملتی۔۔۔ ہمیشہ محسوس ہونے سے پہلے پلٹ جاتی تھیں۔۔۔۔۔۔۔

تم کو وحشت تو سکھا دی ہے گزارے لائق
اور کوئی حکم؟ کوئی کام ہمارے لائق؟

ایک دو زخموں کی گہرائی اور آنکھوں کے کھنڈر
اور کچھ خاص نہیں مجھ میں نظارے لائق!

*

*

"تحفہ کیسا لگا زیاد؟" جمیل شیخ کی آواز سن کر زیاد شاہ کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

"اگر میرے بیٹے کو کچھ بھی ہو انا جمیل شیخ تمہارا قتل میں اپنے ہاتھوں سے کروں گا۔ بزدل انسان ہو تم جمیل شیخ، چھپ کر وار کر کے خود کو شیر مت سمجھو۔ اگر ہمت ہے تو میرے سامنے آؤ۔ میرے بیٹے پر چھپ کر حملہ کروا کر تم نے ثابت کر دیا ہے تم جیسا گھٹیا اور بزدل شخص دنیا میں اور کوئی نہیں ہے" غصے کی وجہ سے انکی کنپٹی کی رگ پھڑکنے لگی۔

"جو بھی سمجھ لو زیاد۔۔۔۔۔ ہا ہا ہا! مگر اس بار مجھے بہت سکون ملا ہے، قسم سے تمہارے بیٹے کی ایسی حالت دیکھ کر اپنے بدلے کی آگ میں ٹھنڈک محسوس ہو رہی ہے" وہ کمینگی سے کہنے لگا اور فون بند کر دی۔

"بہت جلد تمہیں تمہارے کیے کی سزا مل جائے گی یہ میرا وعدہ ہے جمیل شیخ۔۔۔۔۔ پیٹھ پیچھے وار کر کے تم خود کو ہمت والا کہتے ہو، بزدل انسان

سامنے آؤ، پھر میں بھی تو دیکھو کتنی ہمت ہے تم میں۔ رہی بات میرے بیٹے کی تو سات سال اسکی پرورش تم نے کی ہے اور جس طرح تم نے اسکی پرورش کی ہے وہ پرورش سے فولاد بنا چکی ہے۔ تمہیں مٹی تلے روندنے کے لیے میرا بیٹا ہی کافی ہے "زیادشاہ نے اشتعال آمیز لہجے میں اسکی انا پر کئی ضربیں لگا ڈالیں۔

"بہت جلد زیادشاہ بہت جلد تمہیں اپنا دیدار کرواؤں گا اور جوان بیٹے کی موت کا ماتم تم کس انداز میں کرنا چاہو گے ابھی سے تیاری کر لو" جمیل شیخ حقارت زدہ لہجے میں بولا۔

"حیدر اس شخص کی لوکیشن معلوم کرو، کچھ بھی کرو، مگر جمیل شیخ کو میرے سامنے لے کر آؤ" زیادشاہ نے حیدر سے کہا جو زربان کی وجہ سے پریشان کھڑا تھا۔

"انکل اس کمینے شخص کے ساتھ بہت سارے لوگ ملے ہوئے ہیں۔
چوری شدہ موبائل سے یہ شخص کال کرتا ہے اور کال کرنے کی ایک جگہ
نہیں بلکہ ہمیشہ الگ الگ نگاہوں سے اسکی کال آتی ہے۔ جو شخص ہمارے
ہاتھ لگا ہے۔ سب کچھ اسی سے اگلوانا پڑے گا" حیدر کے چہرے پر بھی
جمیل شیخ کے لیے نفرت کی نفرت تھی۔

"کچھ بھی کرو حیدر اسے ڈھونڈ کر لاؤ" زیاد شاہ کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ
ابھی جمیل شیخ کو پاتال سے ڈھونڈ کر ختم کر ڈالتا۔

"سر مسٹر زرجان کو ہوش آچکا ہے" ڈاکٹر نے آکر اطلاع دی۔ زیاد شاہ فوراً
ڈاکٹر کے ساتھ گئے۔

"میرا بچہ کیا حالت کر دی میرے بیٹے کی" زرجان کا بازو اور پسلیوں سے
نیچے کا حصہ پٹیوں سے جکڑا ہوا تھا۔ گارڈز نے گولی چلانے والے شخص کو

کافی دور بھاگنے کے بعد پکڑ لیا تھا۔ جبکہ زرجان کو اسی وقت ہو سپٹل لایا گیا۔

"ڈیڈ۔۔۔ آپ کا شیر بیٹا ہوں اتنا جلدی نہیں مرنے والا" وہ دوائیوں کے زیر اثر مشکل سے آنکھیں کھول کر نقاہت سے بولا۔ زیاد شاہ اسکے مرنے کی بات سن کر تڑپ اٹھے۔ دھیرے دھیرے زرجان دوائیوں کے زیر اثر نیند کی وادیوں میں چلا گیا۔ زیاد شاہ اسکے اس حالت میں دیکھ کر آنسو ضبط کرنے لگے۔

*

*

سنو لفظوں کے جادوگر
محبت تو تمہیں ہر رنگ میں
محسوس ہوتی ہے

کبھی وہ رنگ بھی لکھو
جو تم کو سوچ کر

میری نگاہوں میں اترتے ہیں
وہ الفاظ جو دل سے
زباں تک آتے جاتے ہیں
ادا لیکن نہیں ہوتے

کبھی اس بے بسی کے رنگ کو
تصویر کر دونا
میری خاطر ایک ایسی نظم بھی
تحریر کر دوناں!

جسے تم کو سناؤ تو
تمہیں معلوم ہو جائے
میں کیوں خاموش رہتی ہوں
سنو لفظوں کے جادو گر۔۔۔!!!!

"زرجان" روتے ہوئے اسنے نیلی آنکھوں والے شہزادے کے پٹیوں میں جکڑے وجود کو دیکھا۔ آگینے اسکے قریب اسکا ہاتھ پکڑ کر بیٹھ گئی۔

"زرجان" اسنے آہستگی سے پکارا۔ مگر زرجان دوائیوں کے زیر اثر نیند میں تھا۔

"مانا کہ مجھے آپ کی خاموشی پسند ہے۔ پر ایسی خاموشی نہیں، ایسی خاموشی تو میرا دل چیرتی ہے، یہ خاموشی تو مجھے پل پل مار رہی ہے، ایسی خاموشی تو میری روح نوچ لے گی۔۔۔ زرجان! مجھے اس خاموشی سے وحشت محسوس ہوتی ہے، م۔ مجھے تو بولتی خاموشی پسند ہے۔۔۔ وہ خاموشی جس میں محبت کی سرگوشیاں ہوں۔ جس میں آپ کا مسکراتا چہرہ ہو" وہ زرجان ہاتھ پکڑے نم بھیگی آنکھوں سے شاید خود سے مخاطب تھی۔

کس قدر روح فرسا وقت تھا جب زرجان کو گولی لگی۔ آگینے تو اسے خون سے لے پت دیکھ کر پاگل ہو چکی تھی۔ اسکے پاس تو اس شخص کے علاوہ اور

کچھ بھی نہیں تھا۔ اسکی ڈھال، اسکا مضبوط سہارا۔۔۔ پھر خدا تو بہت مہربان ہے وہ اپنے بندوں پر ہمیشہ اپنی رحمت برسائے رہتا ہے۔ پتہ نہیں کتنا وقت وہ اپنے رب کی حضور سجدے میں اس شخص کو مانگتی رہی۔ وہ تو کل صبح سے زرجان کے پاس ہو اسپٹل آنے کے لیے تڑپ رہی تھی۔ مگر زیادشاہ اسکی حالت دیکھ کر اسے دو دن بعد لے کر آئے تھے۔ زرجان کو نظروں کے سامنے دیکھ کر وہ اللہ پاک کا جتنا شکر کرتی کم تھا۔

اور پھر اسکی محبت اپنے رب سے "من و تو" جیسی تھی۔ اپنی ہر تکلیف کی مرہم کے لیے وہ اپنے اصل "من و تو" کا در کھٹکتی پھر وہ مہربان رب اسے کیسے خالی ہاتھ بھیج سکتا ہے۔ آگینے کو لگا اگر وہ ساری زندگی بی سجدے میں رہے کر اپنے رب سوہنے کا شکر ادا کرتی رہے تب بھی اسکی دی گئی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر پائے گی۔

زرجان کے ہاتھ کو اپنے لبوں سے چھو کر وہ اسکی جلد صحت یابی کے دعا کرنے لگی۔

*

*

"تم تو ہو ہی سبز قدم جب سے زرجان کی زندگی میں آئے ہو تب سے اس پر کوئی نہ کوئی مصیبت آرہی ہے۔ آخر تم اپنی نحوست لے کر زرجان کی زندگی سے نکل کیوں نہیں جاتی!" وہ زیاد شاہ کو ڈھونڈنے کے لیے ہو اسپتال کے کاریڈور میں آگئی۔ جہاں سے صبحی اور زرنش اندر آرہی تھی۔ آگینے کا سامنا ہونے پر وہ اسے بے ربط سنانے لگی۔

"مس زرنش اپنے حد میں رہے کربات کرو۔ میرے قدم کیسے ہیں تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے" زرنش کی بات کا جواب اسنے بھی منہ توڑ دیا۔

"تمیز سے لڑکی۔۔۔۔۔ لوگوں سے کس طرح بات کی جاتی ہے شاید تمہاری ماں نے تمہیں کچھ سکھایا نہیں!" صبحی اسکی تیز طراری پر حیران ہوئی اور آگینے پر تیز دھار لفظوں کا وار کیا۔

"اپ مجھ سے بڑی ہیں اور قابلِ احترام بھی۔۔۔۔۔ مگر جہاں بات میری
امی پر آئے وہاں میں کسی کا لحاظ نہیں کرتی۔۔۔۔۔"

"کس قدر بد تمیز لڑکی ہو تم!" صبحی آگینے کا جملہ پورا ہونے سے پہلے بول
اٹھی۔

"کیا ہوا صبحی؟" نیلم جو ابھی آئی تھی کاریڈور میں آگینے اور صبحی کو باتیں
کرتا دیکھ کر انکے پاس آگئی۔

"ہونا کیا ہے نیلم! یہ جاہل لڑکی ہماری بے عزتی کرنے کا کوئی موقعہ نہیں
چھوڑتی" صبحی حقارت سے بولنے لگی۔

"آپ جھوٹ نہ بولیں" آگینے صبحی کے سفید جھوٹ پر حیران رہ گئی۔

"دیکھو نیلم! اسکا لہجا، اسکی اکڑ اور مجھے باور کرانے کا انداز۔۔۔ مطلب میں جھوٹ بول رہی ہوں اور یہ لڑکی سچی ہے! خس کم جہاں پاک۔۔۔۔۔ چلو زرنش! یہاں آکر میں نے بہت بڑی غلطی کر دی ہے" صبحی نے شدید غصے میں کہا اور زرنش کو گھسیٹتے ہوئے ہو سپٹل سے باہر چلی گئی۔

"صبحی بات تو سنو میری!" نیلم روکتی رہے گئی لیکن صبحی آئیں بائیں شائیں کرتی چلی گئی۔

"کیا کیا ہے تم نے؟" نیلم کی پیشانی پر پرت در پرت سلوٹیں آگئیں۔

"میں نے تو کچھ نہیں کہا۔۔۔ مام! بلکہ انہوں نے ہی پہلے مجھے سبز قدم کہا اور پھر میری امی کی پرورش پر بات کی" نیلم اسکی طرف سے بدگمان نہ ہو اسلیے آگینے نے سچ سچ بتا دیا۔ جبکہ نیلم اسکے "مام" کہنے پر چونک گئی۔

نیلیم کو لگتا تھا عائشے کی بھانجی ہونے کی وجہ سے آگینے کبھی اسے ویسی عزت نہیں دے گی جیسے اسکا حق ہے مگر آگینے نے یہ بات غلط ثابت کر دی۔ وہ عزت کے ساتھ اسے ماں کا درجہ بھی دے گئی تھی۔ آج پہلی دفعہ نیلیم نے آگینے اور زرنش کا موازنہ کیا تھا۔

زرنش ماڈلنگ کی شیدائی، فیشن کی دلا دگان، خود میں مصروف رہنے والی لڑکی۔۔۔۔۔ جبکہ آگینے ناتو اسے فیشن سے لگاؤ تھا اور نہ وہ خود میں مصروف رہتی تھی بلکہ ہمیشہ اپنے ارد گرد اپنے لوگوں کے لیے فکر مند رہتی اسکی اسی خوبیوں سے قندیل گاہے بگاہے نیلیم کو آگاہ کرتی رہتی تھی اور ابھی بھی اسکی آنکھیں رونے کی چغلی کھا رہی تھیں۔ آسکے بیٹے کے لیے آگینے زرنش سے کہیں زیادہ بہترین تھی۔

"مجھے زرجان کے پاس چلو" نیلیم نے آگینے کی بات کا جواب نادیا اور ناہی کوئی اور سوال کیا۔ آگینے اثبات میں سر ہلا کر انہیں زرجان کے پاس لے جانے لگی۔۔۔

*

*

دھیرے دھیرے وقت گزرنے لگا اور زرجان کے زخم مندمل ہونے لگے۔
آگینے اور عائشے شاہ اسکا بہت خیال رکھتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ تیزی سے
صحت یاب ہو رہا تھا۔ دائیں ہاتھ میں پلاسٹر ابھی تک چڑھا ہوا تھا۔ جبکہ
پسلیوں کے نیچے لگنے والی گولی کا زخم بھی پہلے سے بہتر ہو چکا تھا۔ مگر زرجان
نہ زیادہ دیر بیٹھ سکتا تھا اور نہ ہی زیادہ دیر چل سکتا تھا۔ وہ اپنے روم میں
چوبیس گھنٹے رہنے سے بیزار ہو چکا تھا۔ ابھی بھی وہ چھت کو تک رہا تھا جب
زرنش کی کال آئی۔

"ہیلو! زرجان کیسے ہو؟" زرنش نے فون ریسو ہوتے ہی اسکا حال احوال
پوچھا۔

"ٹھیک ہو زرنش بس بچ گیا ہوں یہی کافی ہے" اسنے اپنی آواز میں بلا کی
رنجیدگی شامل کی۔

"اوہ! ڈاکٹر کیا کہتے ہیں؟" زرنش پریشان ہوئی۔

"ڈاکٹر زکا کہنا ہے میں اگلے دو سال تک ناٹھیک سے چل پاؤں گا اور نہ ہی ٹھیک سے بیٹھ سکوں گا۔ اف! شاید میں معذور ہو چکا ہوں۔ اب تو شاید اپنی سنگنگ کو بھی الوداع کہنا پڑے۔ کیونکہ لوگوں کو مجھ جیسے مریض شخص سے کوئی سروکار نہیں ہے" وہ بہت ہی عمدہ طریقے سے جھوٹ بول رہا تھا۔

"ک۔ کیا! معذور؟"

"ہاں! معذور اور اگر معذور نا بھی ہوا تو کمر پر ہاتھ رکھ کر چلوں گا کیونکہ گولی نے میری ریڈھ کی ہڈی پر اثر کیا ہے۔ اس لیے چلتے ہوئے ایک ہاتھ ریڈھ کی ہڈی پر رکھنا پڑے گا۔۔۔ تم خود سوچو زرنش اس طرح چلتے ہوئے میں کتنا مزائقہ خیز لگوں گا۔ میری ایسی حالت پر شاید بہت جلد آگینے بھی مجھے چھوڑ جائے کیونکہ وہ میری تیمداری، میرے کام کر کے تھک چکی ہے اور اب

بیزار بھی نظر آنے لگی ہے۔ مگر مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔
تمہیں تو مجھ سے محبت ہے نا۔۔۔ میں بہت جلد تمہارے پاس آؤں گا تاکہ
تمہیں شاہ ولایت لے آؤں، زرنش! تمہاری محبت تو میرے چینے کا سہارا بنے
گی۔ اور پھر تم میری تیمداری کرنا، میرے ہزاروں کام تم محبت سے کرنا۔
بھلے ہی میں معذور ہو جاؤں مگر تمہاری محبت ت مجھے اسکا احساس نہیں ہونے
دے گی "زرجان اپنے جھوٹ پر خود ہی عیش عیش کر اٹھا۔ دوسری طرف
زرنش کی حالت نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن والی حالت تھی۔

"زرنش تم سن رہی ہونا؟" وہ افسردگی سے بولا۔ جبکہ نیلی آنکھوں میں
بے پناہ شرارت اور چہرے پر ہنسی تھی۔

"آ۔۔۔ ہاں! زرجان" زرنش بوکھلاہٹ کا شکار ہوئی۔

"پھر تم میرا ساتھ دو گی ناں" وہ بڑی آسوا چاری سے پوچھنے لگا۔

"زرجان! میرے خیال میں تمہیں یہ امید سب اپنی بیوی سے رکھنی چاہیے۔ دونوں کی شادی ہو چکی ہے اب چاہیے کہ زندگی میں خوشیاں ہوں یا غم تم دونوں کو مل بانٹ کر گزارنے ہونگے۔ میں کیوں کسی کی زندگی خراب کروں گی۔ زرجان! مجھ سے ایسی امیدنا رکھو تو بہتر ہے بلکہ اپنی بیوی کو سمجھاؤ کہ ایسے وقت میں تمہیں اسکی کتنی ضرورت ہے" زرنش نے چالاکی سے بات بنائی۔ بھلا وہ کیوں کسی معذور شخص کو اپنے سر لگائے۔ اسے زرجان اتنا بھی عزیز نہیں کہ اسکے معذوری سے لتھڑے وجود کو اپنا لے۔ اف! دوائیوں اور معذوری سے لبریز وجود کو سوچ کر ہی زرنش کو جھر جھری آگئی۔

"کیا تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے؟" زرجان نے اپنے آوازیں بے انتہا دکھ شامل کیا۔

"زرجان! زندگی محبت کے سہارے نہیں گزرتی، زندگی گزارنے کے لیے محبت سے کئی زیادہ اور بھی اہم چیزیں ہوتی ہیں۔ اور تم جیسا معذور شخص

بھلا میری ضرورتوں کو کیا پورا کرے گا۔ تمہیں تو اب تمہاری وہی غریب سادہ سے بیوی مبارک ہو جو تمہاری تیمداری بھی کرے گی اور تم سے محبت بھی کر لے گی۔ اچھا مجھے بہت ضروری کام ہے میں بعد میں کال کر لوں گی!" زرنش نے بیزاری سے اور جلدی سے فون رکھ دیا کہیں زرجان کچھ زیادہ ہی ایموشنل نہ ہو جائے۔ اسکے لیے پیسہ اہم ہونے کے ساتھ کسی انسان کا پرفیکٹ ہونا بھی لازمی تھا اور زرجان اب اسکے لیے اپر فیکٹ تھا۔ اسلیے اسنے لگی لپٹی رہنے کے بجائے صاف اور واضح الفاظ میں انکار کر دیا۔

زرجان ابھی تک حیران بیٹھا تھا۔ زرنش وہ لڑکی تھی جو ہمیشہ محبت کی دعویٰ دار رہتی مگر تھوڑی سے آزمائش نے اسکی مصنوعی محبت کی پول کھول دی۔ زرجان کو خوشی بھی ہوئی کیونکہ اسے لگتا تھا زرجان کی وجہ سے زرنش کی زندگی خراب نا ہو جائے مگر ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ تو بہت آسانی سے جھوٹ بول جایا کرتی تھی۔ قندیل صحیح کہتی تھی زرنش محض محبت کا دکھاوا کرتی آئی ہے۔

آگینے زرجان کے لیے پرہیزی کا کھانا لے کر آئی تو وہ موبائل ہاتھ میں لیے خاموش بیٹھا تھا۔

"زرجان! کھانا کھا لیں" آگینے کی آواز اسے سوچ کے بھنور سے باہر لے آئی۔ وہ کئی دنوں سے الٹے ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ مگر آج اس کا دل نہیں کیا۔

"ایک کام کرو یہ کھانا لے جاؤ" اسے پتہ تھا الٹے ہاتھ سے آدھے سے زیادہ نیچے ہی گر جائے گا۔

"کیوں!" وہ حیران ہونے کے ساتھ پریشان بھی ہو گئی۔

"میرے ہاتھ میں درد ہے اور اٹے ہاتھ سے کھا کھا کر میں تھک چکا ہوں،
برائے مہربانی یہ کھانا یہاں سے لے جاؤ" اسنے موبائل بیڈ پر اچھالا۔ اور
سونے کی تیاری کرنے لگا۔

آگینے اسکے اس قدر چڑ جانے پر افسرہ ہوئی، سچ میں بیمار رہنا بھی انسان کو
چڑ چڑے پن میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور پھر سامنے تو زرجان تھا جو چھوٹی
سے چھوٹی بات پر بھی چڑ جائے۔ آگینے نے ٹرے آگے کھسکائی اور بیڈ پر
بیٹھ کر نوالہ اسکے منہ کے قریب کیا۔ جسے بلا چوں چراں کے وہ "بھوت"
آرام سے کھانے لگا۔ انگوری رنگ کی خوبصورت ڈریس میں لمبے بالوں کو
کچھ میں مقید کیے وہ اس وقت زرجان کا دل، گردے، پھیپھڑے سب کچھ
چرا لے گئی۔ مگر اسکے احساس ابھی آگینے سے مخفی تھے۔

وہ بہت جلد ایسے اپنے احساسات سے آگاہ کرے گا۔ وہ دن آگینے زرجان
شاہ کی زندگی کا سب سے حسین دن ہوگا۔ محبت کی کھنکھتی زنجیروں نے
دونوں کو جکڑنا شروع کر دیا تھا۔۔۔۔۔

کوئی پل ہو تیرے ساتھ کا میری عمر بھر کو سمیٹ لے
میں فنا بقا کے سبھی سفر اسی ایک پل میں گزار دوں

*

*

یہ لفظوں کی شرارت ہے۔۔۔۔۔

سنبھل کر۔۔۔۔۔ کچھ بھی لکھنا تم۔۔۔۔۔

"محبت"۔۔۔۔۔ لفظ ہے لیکن۔۔۔۔۔

یہ اکثر۔۔۔۔۔ ہو بھی جاتی ہے۔۔۔۔۔!!

حسین رات خوب صورتی سے اپنے پر پھیلائے شاہ ولا میں اتری۔ چاند کی
روشنی چھم سے کھڑکی میں نظر آتے ہالے کو چھو کر مسکرا اٹھی۔ آگینے نے
ٹھنڈک بڑھنے کے باعث کھڑکی بند کر دی اور صوفے پر لیٹ گئی۔ زرجان
کھانا کھا کر زیاد شاہ کے پاس چلا گیا تھا۔ کافی دیر بعد اسکی واپسی ہوئی۔

ایک تو زیاد شاہ کے بار بار بزنس جوائن کرنے وہ چڑچکا تھا، ابھی بھی زیاد
شاہ نے بزنس کے متعلق بات کی تھی، وہ روم میں آیا تو آگینے شاید سوچکی
تھی اور اسے سوتا دیکھ کر وہ اور زیاد چڑ گیا۔ پتہ نہیں کیوں اسکا دل کر رہا تھا

آگینے سے باتیں کرنے کو! یہ بھی عجیب منطق تھی۔ سمجھ سے باہر۔۔۔۔۔
دل اسکی طرف ہمکنے گا تھا۔ اور زرجان کے چڑ جانے کے لیے یہ سب کافی
تھا۔

اسنے روم میں اٹھا پٹخ شروع کر دی۔ آگینے شور کی آواز سن کر اٹھ بیٹھی اور
مندی مندی آنکھوں سے زرجان کو دیکھنے لگی۔

"کچھ چاہیے آپ کو؟" زرجان کو کچھ تلاش کرتے دیکھ وہ وہ صوفے پر
سیدھی ہو بیٹھی۔

"تمہیں اس سے کیا، یہاں میں درد سے تڑپ رہا ہوں اور تمہیں سونے سے
فرصت نہیں مل رہی" آگینے اس کے سوال گندم اور جواب چنا پر حیران
ہو گئی۔ بھلا اس کے درد سے آگینے کے سونے کا کیا تعلق؟ مگر اسے کیا خبر تھی
زرجان تو کسی بھی طرح اسے جگانا چاہتا تھا اور وہ کامیاب بھی ہو چکا
تھا۔ آگینے نے اٹھ کر مرہم اسے پکڑائی، پورے کمرے کا حشر نشر ہو چکا تھا۔

آہستگی سے اسکی طرف بڑھی، مرہم اسکے ہاتھ سے لیا اور اسکے بازو پر
لگانے لگی۔ زخم مندمل ہونے لگا تھا۔ پہلے والے زخموں کی طرح!
پہلے والے زخم-----

جن سے زرجان شاہ کا ماضی جڑا تھا۔ وہ زخم مندمل ضرور ہوئے تھے مگر ابھی بھی ان کی چھاپ تھی۔ زرجان کے بازوؤں پر واضح نہ صحیح مگر زخم ضرور تھے۔ آگینے اسکے بازوؤں کو غور سے دیکھنے لگی۔

کسی چیز سے جلانے کے نشان اور تیز دھار آلے سے کھنچی گئی چند لکیروں کے نشان اب بھی اسکے بازوؤں پر دیکھائی دیتے تھے۔ اسے تو سات سال تک ان زخموں کا تحفہ دیا گیا تھا۔ آگینے کا دل چاہا وہ ایک دفعہ اس جمیل نامی شخص سے پوچھے آخر کیا ملا اسے ایک بے گناہ شخص پر اتنا ظلم کر کے؟ کیا

ملا ایک معصوم بچے سے اسکا بچپن چھین کر؟ نا محسوس انداز میں اسنے
پلکوں کی باڑھ سے جھانکتے موتیوں کو جھپک جھپک کر اندر دھکیلا۔

"کیا اور کچھ چاہیے آپ کو؟" آگینے نے مرہم دارز میں رکھی۔

"ن____ آ۔۔۔ ہاں! میرے سر میں بھی بہت درد ہے" وہ بچوں کی طرح
بہانے بنائے جا رہا تھا۔ بس وہ چاہتا تھا۔ یہ لڑکی اسکے ارد گرد رہے عجیب
سا سکون ملتا تھا۔ جب آگینے اسکے سامنے ہوتی!

"اچھا۔ جاؤ سو جاؤ" وہ جو اسکے سر دبانی کے حکم کی منتظر تھی۔ اسکی اگلی
بات پر عجیب نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ آج کل زرجان کچھ عجیب و
غریب حرکتیں کرنے لگا تھا۔ کہیں گولیوں کا اثر دماغ پر تو نہیں ہو گیا؟ وہ خود
ساختہ سوچوں کی بھنور میں غوطہ زن ہوئی۔

"اب کیا ساری رات میں سر پر کھڑی رہوگی" زرجان نے قدرے کھر درے لہجے میں کہا۔ آگینے کو، خود کے اتنے قریب دیکھ کر وہ عجیب کیفیت کا شکار ہوا تھا۔ ابھی محبت کے عیاں ہونے کا وقت نہ تھا۔ اسے تو یہ بھی جاننا تھا کہ آگینے کے دل میں کیا۔ اسلیے اسی کیفیت سے نکلنے کے لیے وہ خود پر سخت خول چڑھانے لگا۔ آگینے اسے خفگی سے دیکھتے ہوئے صوفے پر آن بیٹھی۔۔

کبھی بہت مہربان بن جاتا تھا یہ شخص اور کبھی کبھی بہت انجان بن جاتا تھا۔۔۔۔

عجیب دھوپ چھاؤں جیسا رویہ تھا اسکا اور آگینے زرجان شاہ، اس کے رویے اس کے انجان اور مہربان بن جانے کے ساتھ اسکی بھی عادی ہوتی جا رہی تھی۔

*

*

"کینے انسان! تو نے ایک لائق فائق پولیس آفسر کو نائی بنا دیا" حیدر زرجان کی شیو بنانے کے ساتھ اسے سنائے بھی جا رہا تھا۔

"میرے لیے تو پولیس آفیسر نہیں بلکہ حیدر ہے حیدر اور میں حیدر سے کوئی بھی کام کروا سکتا ہوں" زرجان نے تحمل سے جواب دیا۔

"ویسے آپ دونوں کی دوستی مثالی ہے۔ میں جب بھی آپ دونوں کی دوستی دیکھتی ہوں میری آنکھیں بھر آتی ہیں" قندیل جو کب سے چپ بیٹھی دونوں کے مکالمے سن رہی تھی، معصومیت سے بولنے لگی۔

"کینڈی صرف دوستی نہیں مجھے تو ایسا لگتا ہے زرجان پچھلے جہنم میں میری بیوی تھا تھبی تو اس جہنم میں بھی میرا اسکے بغیر گزارا نہیں ہوتا" حیدر نے بونگی سی دلیل دی۔

"حیدر شیو بناؤ" زرجان نے ڈپٹا۔

"بنا رہا ہوں یاں! کبھی صبر بھی کر لیا کرو، پتہ نہیں بھا بھی تجھ جیسے سڑیل
انسان کے ساتھ کیسے رہے رہی ہے" حیدر نے آگینے کو روم میں آتے دیکھ
لیا تبھی ایسی بات بنا ڈالی۔

"خبردار جو میرے بھائی کو کچھ کہا" قندیل نے کڑے تیور دیکھائے۔

"بی بی! تم آرام سے بیٹھو، بات بات پر ہٹلر کی جانشین بننے پر تمہیں ایوارڈ
نہیں ملنے والا" حیدر شیو بنا چکا تھا۔ آگینے سے چائے کا کپ لیتے ہوئے وہ
قندیل کو سنانے لگا۔

"بھائی دیکھیں یہ مجھے کیا کہہ رہا ہے" قندیل نے زرجان سے شکایت لگائی۔

"حیدر اگر صحیح سلامت رہنا ہے تو اپنے الفاظ واپس لو" زرجان نے
رعب دار آوازیں کہا اور اپنے چہرے پر ٹاول پھیر کر سائڈ پر رکھ دیا۔

"با بھی! آپ کو نہیں لگتا کہ یہ دونوں بہن بھائی مجھ معصوم کے ساتھ بہت نا انصافی کرتے ہیں؟" حیدر نے معصومانہ انداز میں آگینے سے پوچھا جو کب سے ان تینوں کی باتوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

"میری معصوم بھابھی اور بھائی کو بیچ میں لانے کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ کہنا ہے مجھ سے کہو!" قندیل کڑے تیور لیے حیدر کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔

"دیکھو قندیل۔۔۔! تمہارا شوہر ایک قابل آفسیر ہے اور تم جن نظروں سے مجھے گھور رہی ہو اسکا مطلب تم ایک قابل آفسیر کا قتل کرنے دوگی! دیکھو یہ ایک سنگین جرم ہے اور اس جرم کی صورت میں تمہیں بھی پھانسی کے تختے پر لٹکایا جاسکتا ہے" حیدر نے چائے ختم کی اور جھک کر کپ میز پر رکھا۔ بڑی نارمل انداز میں اسنے یہ وضاحت دی تھی۔ وہ یہاں سے بھاگنے کے پر تو لنے لگا کیونکہ سامنے کھڑی لڑکی آج اسے شہید کرنے والی تھی۔

"تم۔۔۔۔۔ حیدر درانی! ایسی بے تکی بات کرنے پر آج میرے ہاتھوں قتل ضرور ہو جاؤ گے" قندیل پھانسی والی بات پر تپ گئی اور حیدر کے پیچھے بھاگی جبکہ وہ معصوم اپنی ننھی سی جان بچانے کے چکر میں کب کا رفوچکر ہو چکا تھا۔ آگینے ہنس ہنس کر دُھری ہو گئی، ہسنے کے باعث سفید رنگت میں گلابیاں گھلنے لگیں۔ زرجان ایک ہاتھ میں چائے کا کپ لیے بے خودی سے اسے تکتے لگا۔ خود پر اسکی نظروں کی تپش محسوس کر کے وہ گڑبڑائی، دھڑکنوں کا رقص شروع ہوا اور وہ بوکھلا گئی۔

ہوتا ہے نہ ایسا
جب کوئی بن مانگے مل جائے
تو زندگی خود پر نازاں ہونے لگتی ہے

اور

اگر اس شخص کی "محبت" بن مانگے مل جائے تو؟
تو دھڑکنوں کا رقص شروع ہوتا ہے۔
کسی حسین ساز پر دودل ایک ساتھ دھڑکتے ہیں۔۔۔۔۔

جیسا کہ اب ہوا تھا۔۔۔ آگینے اور زرجان کے دل ایک ساتھ ایک ساز پر
دھڑک رہے تھے اور دونوں ہی مسرور ہونے لگے۔۔۔
مگر ابھی اظہارِ محبت باقی تھا
زندگی کی حسین شاہراہوں پر قدم سے قدم ملا کر چلنا باقی تھا۔۔۔۔۔ اور
بہت جلد یہ وقت بھی آنا باقی تھا!

"کچھ چاہیے؟" آگینے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ نماز پڑھ
رہی تھی جب اسے زرجان نے آواز دی۔

"پانی" زرجان بیڈ پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اسکا چہرہ پسینے سے تر تھا جیسے وہ
کوئی بھیانک خواب دیکھ کر اٹھ بیٹھا ہو۔

"اور کچھ چاہیے؟" آگینے نے خالی گلاس زرجان سے واپس لے کر دوبارہ
پوچھا۔

"نہیں" آگینے اسکا نفی میں جواب سن کر دوبارہ نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئی۔ زرجان خواب میں ماضی کی ایک راہ داری سے گزر کر آیا تھا، اس تنگ راہ داری میں اسکا بچپن قید تھا۔ پتہ نہیں ماضی اسکا پیچھا کب چھوڑے گا۔ وہ س

بے دھیانی میں آگینے کو ہی دیکھ رہا تھا۔ جو ارد گرد سے بے نیاز ہو کر عبادت میں مصروف تھی۔ زرجان اکثر راتوں میں اسے ایسے ہی دیکھتا تھا۔ وہ اٹھتی، بغیر لائٹ آن کیے واشروم تک کا سفر طے کرتی۔ چند منٹ بعد وہ باہر آتی، جائے نماز بچھاتی اور پھر ارد گرد سے بے نیاز ہو جاتی۔ وہ یہ تک نہ جان پائی تھی کہ جس شخص کے لیے وہ آہٹ تک نہیں کرتی وہ اسکی ان عادتوں کا عادی ہو چکا ہے۔ جب وہ راتوں کو آہستگی سے چلتی تو زرجان کو ان قدموں کی چاپ بہت بھلی محسوس ہوتی۔ اسے تکتے تکتے وہ آگینے سے ہوئی پہلی ملاقات یاد کرنے لگا۔

جب وہ یونیورسٹی میں ہوا کنسرٹ چھوڑ کر زیاد شاہ کے بلانے پر جلد شاہ والا پہنچنے کے لیے لمبے لمبے قدم اٹھتا بڑھ رہا تھا۔ تب اس سے کچھ آگے ایک

لڑکی بھی اپنی شال درست کرتے چل رہی تھی۔ وہ جلدی سے اسے آگے گزر جانا چاہتا تھا مگر اس لڑکی کی شال کا کونا اسکی گھڑی میں اٹک گیا۔ شال سے ہوتے ہوئے اسکی نظر اس لڑکی پر اٹک گئیں۔ ایک عجیب سا احساس دل کو چھو گیا تھا جسے وہ کوئی بھی نام دینے سے قاصر تھا۔ آگینے اپنی بڑی بڑی آنکھوں میں بے انتہا حیرانگی سموئے زرجان کو ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ شال اپنی گھڑی سے نکالنے میں ناکام رہا تو آگینے سے کہا اور جب تک آگینے شال چھڑانے میں لگی رہی وہ اسے ہی دیکھتا رہا۔

اس وقت اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بہت پہلے سے اس لڑکی کو جانتا ہو۔ مگر کب، کہاں، کیسے؟ وہ نہیں جانتا تھا اور پھر زرجان اور آگینے کا جتنی دفعہ آمناسامنا ہوا وہ اپنے اندر پیدا ہونے والے احساس کو دبا کر آگینے پر غصہ ہو جاتا۔

جب آگینے نے اس سے مدد مانگی تو وہ تھوڑا نرم دل ہوا اور فرحت بیگم کو لے کر ہو سپٹل پہنچا۔ وہ فرحت بیگم کو دیکھ کر چونکا تھا۔ عجیب بات تھی اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اس چہرے کو پہلے بھی دیکھ چکا ہو۔ پھر زیاد

شاہ نے اسکی شادی کے بعد آگینے کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ آگینے زبیر احمد اور فرحت آنٹی کی بیٹی وہ لڑکی جس نے کہا تھا کہ وہ بہت "سٹرانگ" ہے وہ اور کوئی نہیں آگینے تھی۔ جب وہ جمیل شیخ کے پاس تھا تو اکثر اسے آگینے کا خیال آتا اور ساتھ میں وہ اسکے کہے گئے لفظوں پر عمل بھی کرتا۔ اتنے زخموں کے بعد بھی وہ اسٹرانگ رہا تبھی تو وہ زندہ تھا۔ اسکی یادداشت میں صرف آگینے کا چہرہ واضح تھا، زبیر احمد اور فرحت بیگم کے چہرے دھندلے ہو گئے اس لیے وہ فرحت بیگم کو نہ پہچان سکا۔ پھر اسے آگینے کر بیتے حالات کا علم ہوا تو وہ خود بخود نرم پڑ گیا۔ وہ اس لڑکی کو دنیا کی ہر خوشی دینا چاہتا تھا تاکہ وہ اپنے غم بھول سکے۔۔۔

"آپ ابھی تک سوئے نہیں۔۔۔ کچھ چاہیے تھا؟" آگینے نے رٹا رٹایا سوال دہرایا۔

"روئی ملے گی!" زرجان آگینے کی آواز سن کر ماضی سے باہر نکل آیا۔

"وہ کیوں" آگینے کے چہرے پر تجسس تھا۔ بھلا اس وقت روئی سے زرجان کو کیا کام ہو سکتا ہے۔

"اپنے کانوں میں ڈالنے کے لیے۔۔۔۔ میں اتنے دنوں سے تمہارا یہ" اور کچھ چاہیے "سن کر پک چکا ہوں" زرجان کی بات سن کر وہ سر جھکا گئی۔

"نماز پڑھ لی تم نے؟" آگینے غیر متوقع سوال پر حیران ہوئی۔

"ساری رات عبادت کر کے تھکتی نہیں ہو؟" زرجان نے نماز کی طرح پہنے دوپٹے میں مقید اسکے چہرے کو دیکھا اور بچوں کی سی معصومیت لیے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔۔ اپنے رب کی عبادت کرنے سے کون تھکتا ہے؟ بلکہ مجھے تو سکون حاصل ہوتا ہے۔ تھکان تو دنیاوی کام دیتے ہیں اور پھر انسان شکوہ کرنے لگتا ہے کہ اسکے پاس سکون نہیں ہے۔ جو انسان سارا وقت دنیاوی

کاموں میں مصروف رہے اور آپ اللہ گویا دنہ کرے کے لیے اس کے پاس وقت نہ ہو تو پھر سکون کیسے حاصل ہوگا؟ سکون حاصل کرنے کے لیے بھی "بے سکون" ہونا پڑتا ہے "اگر زرجان نے ایسا زکر چھیڑ دیا تھا تو آگینے اب اسے ماحسوس انداز میں سمجھانے لگی تھی۔ ایسا نہیں کہ وہ عبادت سے بہت دور رہتا آگینگ نے اکثر اسے نماز کے لیے جاتے دیکھا تھا۔ مگر جب وقت ملتا وہ تب

سند کا رخ کرتا ورنہ اپنے کاموں میں مصروف رہتا اور نماز کہی پیچھے رہ جاتی۔

"سکون حاصل کرنے کے لیے بے سکون ہونا پڑتا ہے۔۔۔۔۔۔ مطلب؟" وہ حیران ہوا اور ساتھ میں آگینے کے بیڈ پر بیٹھنے کے لیے جگہ بھی بنا کر اشارے سے بیٹھنے کا کہا۔

"مطلب جب ہم کامیابی کی طرف بڑھنے کی صدا (اذان) پر لبیک کہتے ہوئے اپنے اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں اور اپنے تمام ضروری

زرجان نے ایک نظر اسے دیکھا جو جو ہاتھ گود میں دھرے ان پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔ وہ بھی تو ہمیشہ سکون کی تلاش میں رہتا تھا۔۔۔۔۔ جو سکون اس سے روٹھ چکا تھا۔ اکثر زبان پر ایک ہی شکوہ ہوتا پوری دنیا کو سکون حاصل ہے سوائے اسکے! وہ نماز بھی پڑھتا تھا مگر کبھی کبھی۔۔۔۔۔ پھر بھلا سکون کا رونا کیوں؟ جب وہ اپنے اس کی عبادت میں کوتاہی برت رہا تھا تو اسے کسی قسم کے شکوہ کا حق بھی حاصل نا تھا۔ اسے یاد نہیں کب

اسنے باقاعدگی پانچ وقت کی نماز ادا کی تھی، وہ گہرے ملاں میں گر گیا
----- کیا کبھی اسنے اپنی نیند سے بے سکون ہو کر سکون کی تلاش کی
تھی----- نہیں----- خود پر تاسف ہی تاسف ہونے لگا۔

"مجھے نیند آرہی ہے لائٹ آف کر دو" آگینے کی باتیں اسکے دل پر لگی تھیں اور
اسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ ان باتوں پر کیا رد عمل پیش کرے اور جب ایسا ہوتا
ہے تو وہ بات بدل دیتا تھا جیسے ابھی سونے کا بہانا بنا گیا حالانکہ آگینے کی
باتوں سے سوچ کے دروا ہو چکے تھے اور نیند اس سے کوسوں دور
تھی-----

زرجان درست بلینکٹ کو دوباری درست کرنے لگا۔ آگینے بیڈ سے اٹھی،
لائٹ آف کی اور صوفے پر آکر لیٹ گئی۔ اسے افسوس ہوا وہ ابھی بھی
زرجان کو سیدھا راستہ دیکھانے سے قاصر رہی تھی۔ جبکہ بیڈ پر سویا وجود
ابھی تک اسکی باتوں کے زیر اثر تھا۔-----

"سکون تلاش کرنے کے لیے" بے سکون "ہونا لازم ہے زرجان شاہ" وہ
اندھیرے میں چھت کو تکتے ہوئے خود سے مخاطب ہوا۔

*

*

نہ خواہش، نہ ہی جستجو، پس آئینہ میرے روبرو
تیرے واسطے میں کچھ نہیں، میرے واسطے بس تو ہی تو

وہ روم میں داخل ہوئی تو زرجان باکسنگ کرنے میں مصروف تھا۔ ابھی
اسکا بازو پوری طرح ٹھیک نہیں ہوا تھا۔

"یہ یہ کیا کر رہے ہیں آپ" وہ پریشانی سے اس کے قریب آگئی۔

"مچھلیاں پکڑ رہا ہوں" زرجان نے زور سے مکا سامنے لٹکتے punching bag
کو مارا۔ آگینے اس کے جواب پر اسے گھور کر رہے گئی۔ یہ شخص کبھی سیدھی
طرح بات نہیں کر سکتا تھا

"میرا مطلب ہے آپ کا بازو ابھی ٹھیک ہوا ہے اور پسلیوں کا زخم بھی اب بہتر ہونے لگا ہے اور آپ پھر سے ان زخموں کے ادھرٹنے والے کام کر رہے ہیں" اسے سمجھ نہیں آیا وہ اس "بھوت" کو کیسے سمجھائے کہ اسکے زخموں سے اٹھتا درد اب صرف اسے ہی نہیں آگینے کو بھی محسوس ہوتا تھا۔

"تو" پل بھر کو زرجان رکا۔ اسکے دونوں ہاتھ چہرے کے سامنے مکوں کی صورت میں تھم گئے۔

"تو جب آپ پوری طرح ٹھیک ہو جائیں پھر یہ اب کر لیجیے گا" اسکا اشارہ باکسنگ کی طرف تھا۔

"میں بچہ نہیں ہوں کہ زرا سی چوٹ لگنے پر بستر پکڑ لوں۔ اپنی وے! میری کوئی اچھی سے ڈریس نکال دو، مجھے اسٹوڈیو جانا ہے" وہ حکم صادر کرنے کے بعد پھر سے اپنے پسندیدہ مشغلے میں مصروف ہو گیا۔

زیادشاہ کہتے ہیں کہ انکا بیٹا تھوڑا "ٹیڑھا" اور آج آگینے بھی اس بات پر ایمان لے آئی بلکہ وہ زیادشاہ کو بتانا چاہتی تھی۔ انکا بیٹا تھوڑا نہیں بلکہ پورا کا پورا ٹیڑھا ہے!

اپنی سوچوں کو جھٹک کر وہ الماری کا پٹ واکیے زرجان کے لیے ڈریس نکالنے لگی۔

*

*

"آگینے! میری وائٹ شرٹ کہاں ہے؟" کاریڈور کی ریلنگ پر ہاتھ جمائے، نیچے جھانک کر چلایا۔

"یا اللہ یہ شخص مجھے پاگل کر دے گا" آگینے نے اپنا سر پکڑا۔ کچن میں آنے سے پہلے وہ زرجان کے لیے ڈریس نکال کر بیڈ پر رکھ آئی تھی۔ پتہ نہیں اب کون سی آفت آن پڑی تھی۔ بانوں کو بریانی دم پر رکھنے کا کہہ کر وہ روم میں آئی۔ پورے کمرے میں زرجان کے کپڑے بکھرے پڑے تھے۔ جس وائٹ شرٹ کا وہ پوچھ رہا تھا وہ صوفے پر پڑی تھی۔

"یہ روم کی کیا حالت بنا دی؟" وہ شاک کے عالم میں گویا ہوئی۔ زرجان کے اتنے ڈریسز تھے کہ اسے تین گھنٹے لگتے تھے اسکی الماری سیٹ کرنے میں مگر یہ شخص تین منٹ میں اسکی محنت پر پانی نہیں بلکہ کپڑے بکھیر دیتا تھا۔

"تمہیں کس نے کہا تھا میری الماری سے کپڑے ادھر ادھر کرو، حالانکہ میں نے تم سے ہزار دفعہ کہا ہے کہ میری چیزوں سے دس قدم کے فاصلے پر رہو" وہ اب بھی اپنی شرٹ کی تلاش میں تھا۔

اسے کہتے ہیں ناشکری وہ پچھلے ایک ماہ سے اسکی تیمداری میں لگی ہوئی تھی۔ دن رات اسکا خیال رکھتی اور جب وہ ٹھیک ہو گیا تو اسے یاد آگیا ہے کہ آگینے کو اسکی چیزوں سے دس قدم کے فاصلے پر رہنا ہے۔

"پچھلے ایک ماہ سے آپ کو یاد نہیں تھا میں آپ کی چیزیں ادھر ادھر رکھ رہی ہوں" وہ تپ کر بولی۔

"ایکچولی پچھلے ایک ماہ میں کافی بیمار تھا۔ آج ہی بہتر ہوا ہوں اسلیے اپنے چیزوں کو دیکھنے کا موقعہ بھی آج ملا ہے" کہنے کے ساتھ اسنے اپنا رخ ڈریسنگ روم کی طرف کیا۔

"پتہ نہیں کہا رکھ دی میری شرٹ!" وہ ڈریسنگ روم کے کپڑے بھی روم میں پھنکنے لگا۔

"بجائے اسکے کہ شکریہ کہتے آپ مجھے سنائے جا رہے ہیں" وہ بے یقین تھی اسکی محنت کا یہ صلہ دیا گیا تھا۔

"میں کیوں تمہیں شکریہ بولوں گا؟" آخر کار صوفے پر اسے وائٹ شرٹ نظر آرہی گئی۔ وہ اسے کیا بتاتی اسکی خدمت کا نتیجہ تھا تبھی وہ باہر جانے جانے قابل ہوا تھا۔ وہ یہ سب اسے جتنا نہیں سکتی تھی کیونکہ اگر بتا بھی دیا تو

سامنے کھڑا "بھوت" خود تو شرمندہ نہیں ہوگا آگینے کو ضرور شرمندہ کر دے گا۔ وہ کچھ بھی کہے بعد باہر جانے لگی۔

"کہاں جا رہی ہوں" وہ اسے جاتا دیکھ کر اچھنبے سے پوچھا گیا۔

"کچن میں" لٹھ مار کا سا انداز تھا۔

"یہ سب الماری میں رکھ دو پھر چلی جانا" اسنے نیلی آنکھوں سے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ سب تو آپ خود سمیٹ لیں گے نا۔۔۔ آپ نے مجھے تو اپنی چیزوں سے دس قدم کے فاصلے پر رہنے کا کہا ہے۔ اب دس قدم دور رہے کر تو میں آپ سے ڈریسز نہیں سمیٹ سکتی" آگینے نے کندھے اچکائے اور مڑ کر جانے لگی۔

جبکہ وہ اسکی بات سن کر بھونچکا رہے گیا۔ اسکی بازی اسی پر الٹ گئی تھی۔ آگینے کے چہرے پر دلفریب مسکراہٹ رقص کرنے لگی اب آئے گا مزہ۔۔۔۔۔ وہ دل ہی دل میں گنگنانے لگی۔

*

*

"زرنش کب سے تمہیں بلا رہی ہوں" صبحی بیگم اسکے روم میں داخل ہوئی۔ زرنش بلیو جینز پر وائٹ کلر کے بغیر آستینوں والے ڈریس میں فل میکپ کیے کہیں جانے کے لیے تیار تھی۔

"کس کی شادی پر جا رہی ہو؟" صبحی تیچھے چتونو سے اسے گھورنے لگی۔

"مام! کسی کی شادی نہیں ہے میں ملک کے معروف و مشہور ایکٹر دانیال مرزا کی برتھ ڈے پارٹی پر جا رہی ہوں" اسنے گہری لب اسٹک کو اور گہرا کیا۔

www.classicurdumaterial.com

ٹکتی تھی۔ اپنی جوان جہان بیٹی کی اس طرح کی روٹین دیکھ کر وہ فکر مند ہونے لگیں۔۔۔ مگر زرنش کو اس چیز کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ اپنا بیگ اٹھاتی روم سے باہر چلی گئی اور صبحی خالی آنکھوں سے خالی کمرے کو دیکھنے لگی۔

*

*

آسمان رات کی چادر اوڑھ چکا تھا اور ننھے ننھے سارے موتیوں کی صورت میں چمک رہے تھے۔ آگینے نے عشاء کی نماز پڑھی اور کال پر پھر کچھ دیر وانیہ ، صباء سے باتیں کیں۔ بارہ بجے بھی زرجان نہ آیا تو وہ بیڈ پر بیٹھ گئی۔ آج اسے رہ رہ کر شمرہ کا خیال آ رہا تھا۔ پتہ نہیں وہ کیسی ہوگی کس حال میں ہوگی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ چونک گئی۔ زرجان آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اندر داخل ہوا۔ چہرے پر تھکن اور آنکھیں نیند کی وجہ سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ وہ ہا بیڈ کی طرف آکر لیٹ گیا۔ جبکہ آگینے کچھ فاصلے پر بیٹھی اسے دیکھنے لگی۔ پھر اٹھی اور اسکے لیے کھانا لے آئی جسے وہ آرام سے کھانے بیٹھ گیا شاید بہت زیادہ تھک گیا تھا۔

"تمہیں پتہ تو تھا میں اتنے دن بعد اپنے پینڈنگ میں پڑے کام کرنے جا رہا ہوں اور لیٹ بھی ہو جاؤں گا (آگینے کو کہاں سے الہام ہوتا کہ وہ اسٹوڈیو اپنے ادھورے کام مکمل کرنے گیا ہے) کم از کم میرے لیے کوئی ڈریس نکال کر رکھ دیتی" کھانا کھا کر اسے کچھ ہوش آچکا تھا۔ تبھی آگینے پر چڑھ دوڑا۔ آگینے اسکی یہ بات سن کر تپ گئی۔ صبح ڈریس نکال کر دینے پر بھی وہ اپنی وائٹ شرٹ کے لیے ادھم مچایا کر گیا تھا۔ یہ شخص آخر ہے کیا۔۔۔! کھانے کے برتن اسنے میز پر رکھ کر یہی سوچا اور جواب دینے کے لیے پلٹی۔

"پتہ تو تھا مگر آپ نے خود ہی منع کیا تھا کہ میں آپ کی چیزوں کو ہاتھ نہ لگاؤ بلکہ دس قدم کے فاصلے پر رہوں۔ اس لیے میں نے ڈریس بھی نکالی" وہ بڑے معصومانہ انداز میں بولی۔ زرجان نے اسکی معصومیت دیکھ کر دانت پیسنے اس وقت وہ اتنا تھکا ہوا تھا کہ اب بولنے کی سکت بھی نہیں تھی۔ اپنے لیے کپڑے نکالنا بھی زرجان کے لیے پہاڑ سر کرنے کے برابر تھا۔ وہ

دوبارہ بیڈ پر ڈھیر ہو گیا۔ چند پل لگے تھے اسے نیند کی وادیوں میں گم ہونے کے لیے۔ آگینے نے اس پر کمبل ڈالا اور لائٹ آف کر کے بیڈ پر لیٹ گئی۔

*

*

وہ گہری نیند میں تھی جب اسے کوئی چیز اپنے اوپر سرسراتی محسوس ہوئی۔ آگینے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ صوفے پر کا کروچ دیکھ کر اسکی چیخ نکل گئی۔

"منہ بند کرو اپنا اتنی رات کو کیا تماشہ لگا رکھا ہے؟" اپنی نیند خراب ہونے پر زرجان چڑ گیا۔

"وہ۔ وہ صوفے پر کا کروچ تھا" وہ صوفے سے کئی قدم دور کھڑی ہو گئی۔

"میرے روم میں کا کروچ کبھی نہیں آیا، اب یہ بہانے بند کرو اور سو جاؤ"

زرجان نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا۔

آگینے نے پورے صوفے کا اچھی طرح پوسٹ مارٹم کیا، کا کروچ جن کی طرح غائب ہو چکا تھا۔ اسنے زور و شور سے اپنا کمبل جھاڑا۔

اب اگر آواز آئی نہ تو میں تمہارا گلابا دوں گا " زرجان نے خونخوار نظروں سے دیکھ کر کہا۔ آگینے کو جتنے وردیاد تھے پڑھ کر خود پر پھونکنے لگی (جیسے وہ کا کروچ نہیں بلکہ کوئی جن یا بھوت ہو اور ورد پڑھنے سے دور بھاگ جائے گا)

ابھی اسے لیٹے تھوڑی دیر ہوئی تھی جب زرجان کی بیڈ سے اٹھنے کی آواز آئی۔ کمبل زرا سا سرکا کر اس نے منہ باہر نکالا تو آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

زرجان عجیب و غریب ڈانس کرنے میں مصروف تھا۔ یا اللہ! اسے آسیب وغیرہ تو نہیں چڑھ گئے جو یہ اس طرح ناچ رہے ہی۔ وہ اپنے ہی اندازے لگا رہی تھی اور ساتھ میں رقصِ یار بھی ملاحظہ فرما رہی تھی۔

"اوہ مائی گاڈ! شاید میری شرٹ میں کا کروچ گھس گیا ہے" کہتے ہوئے زرجان نے واشروم کی طرف فل اسپیڈ لگا دی۔

"کا کروچ" کا نام لے کر وہ بے ساختہ ہنستی چلی گئی، خوبصورت اور مدھر ہنسی جس کی وجہ سے چہرے کا ایک ایک نقش سج گیا۔

وہ بھناتا ہوا واشروم سے باہر نکلا۔ اسے باہر دیکھ کر آگینے کی ہنسی کو بریک لگا اور وہ نظریں جھکا گئی۔ بغیر شرٹ کے زرجان کو ٹھنڈ محسوس ہوئی۔ دوسری شرٹ نکالنے کے لیے جیسے ہی زرجان نے الماری کے پٹ وا کیے سارے کپڑے اسکی قدم بوسی کرنے لگے۔ صبح وہ الماری میں سارے کپڑے ٹھونس کر گیا تھا۔ یہ سب اسی کا نتیجہ تھا۔ آگینے جو کب سے اپنی ہنسی کنٹرول کر رہی تھی اسکے قدموں میں لپٹے ڈریسز دیکھ کر دوبارہ ہنسی سے دھری ہو گئی۔ ہنستے ہوئے دھنک کے سارے رنگ اسکی دہک لگی آنکھوں میں اتر آئے۔ فسوں خیز ماحول نے بھی وہ رنگ چرا لیے۔ اسے ہنستا دیکھ کر

جب تیرے نین مسکراتے ہیں
زندگی کے رنج بھول جاتے ہیں
اک حسین آنکھ کے اشارے پر
قافلے راہ بھول جاتے ہیں۔۔۔

[illegible]

"من و تو" کے درمیان حائل فاصلے کم سے کم ہونے لگے تھے۔

*

کپ ہاتھ میں پکڑے جمیل شیخ آہستہ رومی سے اسکے قریب آیا۔

"زرجان شاہ!" اسنے مٹھی زرجان کے بال مٹھی میں جکڑ کر اسکا سر اوپر کیا۔ زرجان نے بے خوفی سے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

"ماننا پڑے گا تو زیاد کی اولاد ہے۔۔ اتنے سال ازیتوں میں رہنے کے باوجود بھی تو ابھی تک زندہ ہے۔ کبھی کبھی میرا دل کرتا ہے تیری پرورش میں کروں اور تو میرے لیے کام کرے۔ یہ گھبرو جوان زرجان شاہ میرا دایاں ہاتھ ہوگا۔ ویسے تجھ جیسے بیٹے کو دیکھ کر فخر ہوگا۔۔۔ مجھے نہیں زیاد شاہ کو۔۔ ہا ہا ہا۔۔ پر ہو سکتا ہے تب تک تو زندہ نہ رہے۔ چچ چچ چچ!" جمیل شیخ نے سولہ سالہ زرجان شاہ کو دیکھ کر کہا۔ سولہ سال کی عمر میں بھوک پیاس اور مار کے باوجود وہ اچھے قد کاٹھ کا مالتی بن چکا تھا۔

"اگر میں زندہ بچ گیا تو یاد رکھنا تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا" زرجان نڈر انداز میں بولا۔

"ایک یہی تیری اکڑ ہے جو تجھے بار بار قدموں تلے روند دیتی ہے۔ دل کرتا ہے تجھے زندہ زمین میں گاڑ دوں" جمیل شیخ نے اسکے بال چھوڑ کر ہاتھ میں پکڑا بھاپ اڑتا کپ اسکی پیٹھ اندیل دیا۔ ایک دلخراش چیخ زرجان کے لبوں سے آزاد ہوئی۔

نماز پڑھتی آگینے نماز چھوڑ کر زرجان کی طرف بھاگی۔

"زرجان۔۔۔ آپ ٹھیک تو ہیں؟" آگینے نے فکر مندی سے کہا۔ اتنی سردی میں بھی زرجان پسینہ سے شرابور تھا۔

"م۔ میں جب جب ان ازیتوں کو بھول کر نارمل لائف گزارنے کی کوشش کرتا ہوں وہ ازیتی پھر سے میری زندگی میں آکر قہر برپا کر دیتی ہیں۔ خدا تو اپنے بندوں سے بہت محبت کرتا ہے پھر یہ اذیتیں میرا نصیب کیوں ٹھہریں۔۔۔ کیا قصور تھا میرا؟" زرجان کا ٹوٹا لہجہ کسی قرب کی مانند آگینے کے دل میں اترا۔

"خدا اپنے محبوب بندوں کو ہی آزمائش میں ڈالتا ہے تاکہ وہ اس آزمائش سے گزر کر اللہ نے اور قریب ہو جاتے" بلکینے دھیمے لہجے میں بولی۔

"مجھے تمہارا یہ فلسفہ نہیں سننا" وہ بے مروت ہوا۔

"یہ فلسفہ نہیں ہے۔ انسان پر جس آزمائش آتی ہے کہ وہ انسان اپنے اللہ کو پل پل، لمحہ بہ لمحہ یاد رکھے۔ اسے اپنے رب کا شکر گزار ہونا چاہیے کیونکہ آزمائش کے بعد اسے زندگی کی سہولتیں بھی میسر آجاتی ہیں۔ جب رب تعالیٰ کسی انسان کو دولت و تندرستی دیتا ہے تو پھر اس وقت انسان یہ کیوں نہیں کہتا کہ۔۔۔۔۔ صرف میں ہی کیوں؟ مجھے ہی اتنی دولت اور تندرست صحت سے نوازہ گیا ہے۔ تب اسے یاد نہیں ہوتا کہ ہزاروں دولت کے درمیان صرف اسے دولت و صحت سے نوازہ گیا ہے۔ اس وقت تو وہ انسان اللہ پاک کا شکر ادا کرنا بھی بھول جاتا ہے۔ لیکن اگر چند لمحوں کی ازیت آجائے تو اسے ناشکری کرنے کے لیے رب یاد آجاتا ہے۔ اور آپ

— آپ بھی تو ان لوگوں میں ہیں جو ہمیشہ ناشکری کرتے ہیں۔ اگر زندگی میں چند سال آپ کے ازیت میں گزرے ہیں تو باقی کی زندگی بے انتہا پر سکون گزر رہی ہے۔ زندگی میں دولت و صحت و شہرت تو میسر آگئی۔ بجائے شکر ادا کرنے کے آپ ناشکری کہے جا رہے ہیں۔ ازیت کے چند سال یاد ہیں مگر پر سکون زندگی کا ہر گزرتا لمحہ نہیں یاد!

وہ شرمندہ ہوا۔ وہ اپنے ازیت کی سات سالہ زندگی کو اپنی باقی ماندہ زندگی پر فوقیت دیتا آیا تھا۔ ہمیشہ سے ناشکری کرتا آیا ہے۔ اتنی ازیت کے بعد بھی وہ معذور نہیں ہوا بلکہ صحیح سلامت رہا کبھی اس چیز کا شکر ادا کیا ہے؟ آزمائش کے بعد زندگی کی ہر چھوٹی سے چھوٹی سہولت میسر آگئی۔۔۔ کبھی اس کا شکر ادا کیا ہے؟ اگر مہنے میں ایک دفعہ اسے ماضی کا خواب آتا تو شکوے کرنے لگتا مگر کہنے کے باقی انتیس دن جو سکون کی نیند سوتا تھا وہ کیا ہے؟ سکون کیسے ملتا ہے، کہاں ملتا ہے وہ ہمیشہ اس چیز کا تعین کرتا رہا مگر کبھی اس راستے پر خشوع و خضوع سے نہیں چل سکا۔

"کیا آپ نے کبھی سکون حاصل کرنے کے لیے اللہ کی طرف سے دی گئیں کامیابی کی صدا پر دل سے لبیک کہا ہے۔ جب تک انسان اپنے رب کو یاد نہ کر لے تب تک وہ بے سکون رہتا ہے۔ اپنے رب سے محبت "من و تو" پر مشتمل کر دیں پھر دیکھیں آپ کو سکون کے ساتھ اور کیا کیا ملتا ہے۔ خاموش راتوں میں اپنے اللہ سے عبادت کے ذریعے بات کریں، بہت سکون ملے گا۔ اپنی راتوں کو اپنی عبادت سے روشن کریں، اس روشنی میں آپ کو سکون ہی سکون میسر ہوگا "آگینے نے فرط جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔ اسکا ایک ایک لفظ زرجان کے دل میں اترا۔

زرجان شاہ بھی اللہ سے "من و تو" جیسے محبت میں مبتلا ہو کر پہلی سیڑھی پر قدم رکھ ہو چکا تھا۔ اللہ کی طرف دے دی گئی صدا پر لبیک پر جو سکون ملتا ہے اسے آج میسر آیا تھا۔ سکون۔۔۔۔۔ وہ سکون جس کو وہ ترس گیا تھا۔ لیکن اب وہ سکون خود زرجان شاہ کو ڈھونڈے گا۔

*

*

"آخر کار اتنی محنت رنگ لے ہی آئی" حیدر خود سے مخاطب ہوتے ہوئے زمین پر پڑی پستول اٹھائی۔ اسکی بائیں ٹانگ کافی زخمی ہو چکی تھی۔ جبکہ ایک شخص نے لکڑی کے ڈنڈے سے اسکے سر کی پشت بھی زخمی کر دی تھی۔ اپنی پوری ٹیم کے ساتھ وہ جمیل شیخ کے کارندوں کو پکڑ چکا تھا۔ دونوں فریقین میں سے کافی سارے لوگ زخمی ہوئے تھے اور جمیل شیخ کے دو آدمی بھاگنے کی صورت میں مارے گئے تھے۔ حیدر اور اسکی پولیس ٹیم نے ہمت سے کام لیا اور جیت انکا مقدر ٹہری۔

صبح فجر کی اذانوں سے زرا پہلے اسنے جمیل شیخ کے اڈے پر چھاپا مارا تھا۔ زرجان پر جس شخص نے گولی چلائی تھی وہ حیدر کی کسٹڈی میں تھا۔ مار کھا کھا کر اسنے آخر کار سچ اگل دیا۔ کچھ دن لگے تھے حیدر کو منصوبہ بنانے میں کیونکہ بظاہر یہ اڈا گودام بنا ہوا تھا مگر اندر اس میں کئی غیر ملکی کام ہوتے تھے۔ شراب سے لے کر ہیروئن تک ہر چیز وافر مقدار میں تھی اور ان چیزوں کو پیک کرنے کے لیے چھوٹے چھوٹے ملکی اور غیر ملکی بچوں کو قید

کیا گیا تھا۔ پیک ہونے کے بعد یہ چیزیں غیر قانونی طریقے سے ملک کے دوسروں حصوں سے دیگر ممالک میں پہنچائی جاتی تھیں۔

کافی سارے بچے غیر حالت میں تھے۔ انہیں اسپتال پہنچایا گیا۔ جمیل شیخ کے کئی آدمے پکڑے جا چکے تھے جبکہ خود جمیل شیخ کسی اور ملک میں تھا۔ حیدر کو اتنی بڑی کامیابی پر بے انتہا خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ حیدر کی سارے ٹیم کو تقریباً تمام نیوز چینل میں سراہا گیا تھا۔

*

*

"واہ! میرے شیر تو نے تو کمال کر دیا" زرجان نے زور سے اس کے کندھے کو سرہانے کے انداز میں تھپکا تو حیدر کراہ کر رہ گیا۔

"مرجا میراثی!" وہ درد سے چلا کر بولا۔

"ویسے تو نے کام تو بہت اچھا کیا ہے مگر جمیل شیخ تو ابھی بھی باہر ہے" بجائے اسکے کہ زرجان اسکا شکر گزار ہوتا کیونکہ حیدر ہاں صرف حیدر ہی وہ تھا جس نے زرجان کے سب سے بڑے دشمن کو کنگال کر دیا۔ لاکھوں نہیں بلکہ جمیل شیخ کا کروڑوں کا سامان اب حکومت ضبط کر چکی تھی مگر زرجان تو ہمیشہ کی طرح ناشکر رہا ہے، وہ کیوں حیدر سے شکریہ کہے گا!

"بہت جلد اسے بھی جیل کی ہوا کی سیر کرواؤں گا" حیدر جمیل شیخ کا نام سن کر بمشکل سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"ابھی تو وہ ناروے ہے شاید یہاں آجائے تو دونوں مل کر خاطر داری کریں گے" زرجان نے روم کی کھڑکی پر پردے ڈالتے ہوئے کہا کیونکہ ٹھنڈ بہت ہو چکی تھی۔ حیدر شاہ ولایت تھا۔ جب تک اسکے زخم مکمل نہیں ٹھیک ہو جاتے تب تک زرجان اسے کہیں نہیں جانے دے سکتا تھا۔

"تمہیں کس نے کہا وہ ناروے ہے؟" حیرانگی سی حیرانگی۔

"اپنے دشمن کی خبر رکھنے سے انسان فائدے میں رہتا ہے، یہ بات میں نے خود سے اخذ کی ہے اور اس پر عمل کا نتیجہ ہے کہ مجھے اپنے سب سے پیارے دشمن کی خبر ہو چکی ہے" زرجان اسکی قریب آکر اس انداز میں بولا جیسے وہ اپنی سب سے پیاری شخصیت کا ذکر کر رہا ہو۔ ناچاہتے ہوئے بھی حیدر کو ہنسی آگئی۔ عائشہ شاہ حیدر کے لیے سوپ لے آئیں۔ جسے بچوں کی طرح نخرے کرنے کے بعد حیدر نے پیا۔

"کوئی میرے سنگ دل صنم کو ہی بلا لائے" آگینے جو زرجان کو زیاد شاہ کا بلاوا دینے آئی تھی۔ حیدر کا مدعا سن کر شرارت سے مسکرا اٹھی۔

"حیدر بھائی! آپ کا صنم تو آج کل بہت زیادہ مصروف ہے" وہ شرارت سے گویا ہوئی۔

"بے وفا لوگ" حیدر نے سرد آہ بھری۔ قندیل وقاص درانی اور نیلم درانی کے ساتھ ملایشیا گئی تھی۔ کل شام انکی واپسی تھی جبکہ حیدر کے والدین آج شام پہنچنے والے تھے۔

*

*

"وہ دو ٹکے کا لڑکا میری برسوں کی محنت پر پانی پھر گیا اور میں کچھ بھی نہیں کر سکا" جمیل شیخ آنے اضطراری انداز میں اپنے غصے پر قابو کیا۔ دوسروں ملکوں کے بجائے اپنے ملک پاکستان میں وہ اپنا غیر قانونی بہت عمدہ اور بڑے پیمانے پر کر رہا تھا اور پھر پاکستان کے بڑے سے بڑے پولیس آفیسر کا منہ وہ پیسوں سے بند کر دیتا تھا۔ اس لیے اسکا سب سے بڑا اڈا پاکستان میں تھا۔ ہر ملک سے آئی غیر قانونی چیز سب سے پہلے اسی اڈے پر جاتی۔

جمیل شیخ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ابھی کہ ابھی حیدر کے جسم کو گولیوں کی زدیں رکھ دے۔ اسکی سالوں کی محنت خاک میں مل گئی تھی۔ حیدر کے ساتھ اسکی کوئی نجی دشمنی نہیں تھی بہت وقت سے وہ لڑکا جمیل شیخ

"زرجان۔۔۔۔۔۔۔۔ زرجان۔۔۔۔۔۔۔۔ زرجان " وہ ہزیانی انداز میں چلایا اور ہاتھ میں پکڑا غلیظ مشروب زمین پر دے مارا۔

"زرجان شاہ صرف تمھاری وجہ سے تمھارے دوست نے میری برسوں کی محنت کو بے کار کر دیا۔ حیدر سے بدلہ لے کر مجھے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

لیکن زرجان شاہ تم۔۔۔۔۔۔۔۔ تمھا را خاتمے سے میں اپنے ہر نقصان کی بھرپائی کر سکتا ہوں۔ پھر یہ حیدر اور زیاد شاہ خود بہ خود میرے بدلے کی آگ میں جل جائیں گے۔۔۔۔۔۔۔۔ شو کے " جمیل شیخ نے بات مکمل کر کے کسی آدمی کو آواز دی۔ جو تیز رفتاری سے جمیل شیخ کے پاس آیا۔

"پاکستان چلنے کی تیاری کر" حکم صادر ہوا۔ وہ اپنے بہت ضروری کام سے پاکستان سے ناروے آیا تھا اور اسے پورا کیے بغیر وہ دوبارہ جا رہا تھا۔

عباس بخش کو فالج کا اٹیک ہوا تھا جسکی وجہ اسکی دونوں ٹانگوں نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ مہرین اور ثمرہ کا رورو کر برا حال ہو چکا تھا۔ شایان کافی سارا پیسہ عباس بخش پر خرچ کر چکا تھا۔ پیسہ؟ وہ پیسہ جس کے لیے وہ لوگ صبح غلط کا تعین کرنا بھول گئے وہی پیسہ انکے کوئی کام نہیں آیا، آہستہ آہستہ سارا پیسہ ختم ہو گیا۔

"شانی تیرے ابا کی دوائی ختم ہو گئی ہے۔ کل بھی تجھے کہا تھا دوائی ختم ہو گئی ہے اور آج بھی مگر تو ابھی تک نہیں لایا" مہرین نے کسی سوچ میں ڈوبے شایان سے کہا۔

"پیسے ختم ہو گئے ہیں، کہاں سے لاکر دوں دوائی، کس نے کہا تھا ابا کو اتنا نشہ کرنے کا، اب بوجھ بن کر رہ گیا ہے" لہجے میں نخوت اور حقارت تھی۔

"شانی کچھ تو لحاظ کروہ تیرا باپ ہے" مہرین اور عباس نے کتنا پیار دیا تھا
شایان کو اسکی ہرجائز و ناجائز خواہشات پورا کرتے آئے تھے۔ آج وہ بیٹا
حقارت لیے ماں باپ کو دیکھ رہا تھا۔

"اسی کا تو لحاظ ہے تبھی اتنا پیسہ خرچ کر ڈالا۔ کاش اسی دن مر گیا ہوتا تو
جان چھوٹ جاتی اور پیسہ بھی نا بچ جاتا" وی سامنے رکھی کرسی کو ٹھوکر مار
کر باہر چلا گیا۔

مکافاتِ عمل تھا یہ مہرین کو آج پتہ چلا تھا اسنے بیٹے کو انسان نہیں شیطان
بنا دیا تھا۔ جیسی پرورش کی تھی ویسی رنگ لارہی ہے، دوسروں کی زندگیوں
کو برباد کرنے والے لوگوں کی اپنی زندگی بھی ایک نہ ایک دن برباد ہو جاتی
ہے۔ جو جیسا کرتا ہے ویسا بھرتا ہے، کیس پر ظلم کرتے ہوئے انسان یہ
بھول جاتا ہے کہ وہ ساتویں آسمان پر اپنا عرش سجائے رب مہربان سب
کچھ دیکھ رہا ہے اور جب سب سے بڑا منصف انصاف کرتا ہے تو ظالم بھی
اپنے کیے گئے اعمال پر رونے لگتا ہے۔ آج مہرین بھی رو رہی تھی۔ کیا
کر دیا تھا اسنے پیسوں کی لالچ میں کس کس کو فریب نا دیا تھا۔ جیسی لالچی

فطرت کی وہ تھی اسنے عباس کو بھی اپنے نقش قدم پر چلایا اور بیٹے کو تو شروع سے یہی سبق پڑھایا تھا۔ وہ جو بہت ظالم بن کر بیٹھی ہوتی آج مظلوم بن گئی تھی خدا کی بے آواز لاٹھی اسکی پیٹھ پر لگی تھی۔ صحن میں مہرین ماتم کناں تھی جبکہ روم کے اندر ایک بوسیدہ سی لکڑی کی چارپائی پر عباس بے آواز آنسو بہا رہا تھا۔۔۔۔ وہ آنسو جو "ندامت" کے احساس پر نکلتے ہیں۔

*

*

حیدر کے والدین اور چھوٹا بھائی پاکستان آچکے تھے۔ شگفتہ وقار (حیدر کی والدہ) کئی سال اپنے بیٹے سے دور رہی۔ اب وہ حیدر کے ساتھ اپنے ہی وطن میں رہنا چاہتی تھیں۔ وقار درانی بھی اپنا بزنس پاکستان میں سیٹل کرنے کی کوشش میں تھے۔ وہ لوگ پہلے شاہ والا گئے تھے تاکہ زیاد شاہ سے مل کر اسکا شکریہ ادا کر سکیں جس نے حیدر کو زرجان سے کم نہیں سمجھا۔ ہمیشہ حیدر کا خیال رکھتے آئے تھے۔

اس وقت وہ درانی ہاؤس میں لاونج میں رکھے صوفے پر دراز تھا۔ سنگل صوفے پر اسکا پچیس سالہ بھائی علی بیٹھا چینل سرچنگ میں مصروف تھا جبکہ خود حیدر کتنے سال کا ہو چکا تھا۔۔۔۔ حیدر نے نظریں چھت پر ٹکائیں۔۔۔۔ پورے انتیس سال کا۔۔۔۔ شکر تھا وہ زرجان سے بڑا تھا ایک یہی چیز تھی جس پر وہ زرجان سے فوقیت لے گیا تھا۔ صوفے پر نیم دراز ہی اسے خود پر فخر محسوس ہوا۔

"میں بور ہو رہا ہوں" علی نے اکتا کر کہا۔

"تو میں کیا کروں"

"بھائی آپ ڈانس کریں" وہ چبا کر بولا۔ اسے پاکستان میں راستوں کا علم نہیں تھا۔ ورنہ اسکا ارادہ زرجان کے اسٹوڈیو جانے کا تھا۔ حیدر سے کئی بار کہنے کے بعد بھی حیدر اسکے ساتھ چلنے پر آمادہ نہیں ہوا۔ بلکہ اپنے زخمی پاؤں اور سر پر ہاتھ رکھ کر کراہنے لگا بلکہ بہانے بنانے لگا۔

"چھوٹے ابھی تو میرے ٹانگ زخمی ورنہ میں بہت ہی حسین -----"

"

"مجرا کرتا ہوں" قندیل نے اسکا جملا اچک لیا۔

"ہائے میرا محبوب آیا ہے۔ میں خوشی سے مجرا بھی کر سکتا ہوں" وہ قندیل کی آواز سن کر اٹھ بیٹھا۔ سر پر پٹی، ٹانگ پر پلسٹر قندیل کو کچھ ہوا۔ وہ حیدر کو ایسی حالت میں نہیں دیکھ سکتی۔ نا محسوس انداز میں اسکی آنکھوں میں نمی در آئی۔

"اسی لیے کہتی ہوں ایسی نوکری چھوڑ دوں" نیلم وقاص درانی کے ساتھ اسکے قریب آئی اور کہا۔

"پتہ نہیں میرے بچوں کو کس کی نظر لگی ہے پہلے زرجان اور اب حیدر"
نیلم کو اپنی آنکھوں آئی نمی صاف کی۔

"چچی میں بالکل ٹھیک ہوں۔ یہ معمولی زخم تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے" وہ
ہشاش نظر آ رہا تھا۔

"ینگ مین مجھے فخر ہے تم پر" وقاص درانی فخریہ انداز میں بولے۔

"شگفتہ اور وقار بھائی کہاں ہیں؟" نیلم نے استفسار کیا۔

"ارے بھئی ہم بھی آپ کے انتظار میں ہیں۔ مہمان تو میں ہیں مگر
استقبال تمہارا کیا جا رہا ہے" وقار درانی اپنے چھوٹے بھائی کے گلے
ملتے ہوئے بولے۔

"وقار بھائی! آپ کہاں سے مہمان ہوئے یہ گھر جتنا میرا ہے اتنا آپ کا بھی ہے" وقاص درانی مصنوعی ناراض ہوئے۔ دونوں بھائی اپنی باتوں میں لگ گئے۔ نیلم اور شگفتہ بھی ارد گرد سے بیگانہ ہو گئیں۔

بتاؤ ناں میرے محبوب!
مجھے اس حال میں دیکھ کر
تمہیں کچھ تو ہوا ہوگا؟
اپنے دل پر ہاتھ تم نے رکھا ہوگا؟
میرے زخم سے اٹھتے درد کو
تم نے بھی محسوس کیا ہوگا؟
بتاؤ ناں میرے محبوب!
تمہاری آنکھیں زرا سی
نم تو ہوئی ہوں گی؟
ہم سے بچھڑنے کی
تڑپ محسوس تو کی ہوگی؟

بتاؤ نہ میرے محبوب!

(از خود)

حیدر لنگڑاتے ہوئے قندیل کے قریب گیا اور گنگنایا۔

قندیل نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔

بن کہے ہی وہ اپنے محبوب کا حال جان چکا تھا۔

*

*

زرنش کی سرگرمیوں سے صبحی کو ہول اٹھنے لگے تھے۔

وہ جیسے تیسے زرنش کو روکنا چاہتی تھیں۔ پہلے تو کوئی دانیال مرزا نامی شخص

قندیل کو اپنے خوابوں کا شہزادہ لگتا تھا مگر کچھ دنوں سے اسکے منہ سے

انڈسٹری کے پاپولر فلمی ہیروں کا ذکر سننے کو مل رہا تھا۔ وہ شخص کچھ ٹھیک

نا تھا۔ لیکن زرنش کچھ سمجھ ہی نہیں رہی تھی۔ نعیم نے بنی کئی بار اسے

سمجھایا تھا۔ مگر وہ اپنی باپ کی عزت کب کرتی تھی؟ بلکہ صبحی نے اسے

یہ سب سکھایا ہی کہاں تھا۔

"نیلیم اپنی بہن کا خیال رکھنا بھول گئی ہو تم!" فون کان سے لگائے وہ روتے ہوئے بولیں۔ کبھی کبھی اولاد غلط راستوں پر چل کر ماں باپ کو سیدھے راستے پر لے آتی ہے تب ان میں عقل آتی ہے کہ ساری زندگی وہ غلط راستے کے مسافر رہے ہیں۔۔

"نہیں صبحی ایسا کچھ نہیں اصل میں وقار بھائی اور شگفتہ بھابھی کافی سالوں بعد یہاں آئے ہیں تو لوگوں کا ملنے ملانے کے سلسلے میں آنا جانا لگا رہتا ہے" نیم نے تفصیلاً بتایا۔

"لیکن ان سب میں تمہیں اپنی بڑی بہن کا بھی خیال رکھنا چاہیے" وہ رندھی ہوئی آواز میں کہنے لگیں۔

"کیا ہوا ہے صبحی خیریت تو ہے ناں؟" نیلیم بھی اسکی روہانسی آواز سن کر پریشان ہو گئی۔

"ہاں زرنش کی وجہ سے بہت پریشان ہوں پتہ نہیں اس لڑکی کے سر پر کون سا بھوت سوار ہے۔ نیلم! تم زرجان سے بات کرو۔ شاید وہ زرنش کے لیے راضی ہو جائے۔ بے سے اسکی پہلی بیوی موجود رہے۔ مگر وہ زرنش کو پسند تو کرتا ہے نا۔ شاید اسی کے ریجکشن کا نتیجہ ہے کہ زرنش سراب کے پیچھے بھاگنے لگی ہے" صبحی کی بات سن کر نیلم حق حق رہے گئی۔ لیکن صبحی نے اسے راضی کر کے ہی دم لیا۔

چاہتی تو نیلم بھی یہی تھی کہ اسکی بھانجی اسکے بہو بن جائے مگر ایسا نہ ہو سکا مگر اب یہ کیسے ممکن ہے۔ اب تو آگینے بھی زرجان کی زندگی میں شامل ہے۔ نیلم سوچ سوچ کر پریشان ہو گئی مگر زرنش کے لیے وہ بہت حساس تھی۔ قندیل سے بھی زیادہ اسنے زرنش کو محبت و پیار دیا تھا اب زرنش کو وہ غلط راستے پر چلتا نہیں دیکھ سکتی۔

*

*

"خوبصورت" دوشیزاؤں "کیا کھانا پسند کرو گی؟" وانیہ نے دل فریب انداز میں اپنایا۔

"بریانی می می صباء کی سوئی تو بریانی پر اٹکی رہتی تھی، خیر وانیہ خود بریانی کی شیدائی تھی۔ وانیہ نے باری باری سب سے آرڈر لیا۔

"اب کوئی بتائے گا بھی آخر یہ ٹریٹ کس خوشی میں ہے؟" چونکہ قندیل کو کال کر کے ارجنٹ بلایا گیا تھا اس لیے وہ اصل بات سے ناواقف تھی۔

"یہ جو ہماری وانی ہے نا، جو منگنی شدہ ہونے سے رہ گئی تھی" صبا گھما پھرا کر بات کرنی لگی تو وانیہ نے ایک دھماکا اسے جڑا۔

"اف!" وہ کراہ کر رہے گئی۔

"سیدھا سیدھا نہیں بتا سکتی جلد ہی میری شادی ہونے والی ہے، جبکہ منگنی کی ایک چھوٹی سی رسم بھی بہت جلد ہوگی" آخر میں وہ شرمائی۔

"ارے واہ! کب ہے شادی" قندیل خوش ہوئی۔

"ایک سال بعد! " صباء نے جلا دینے والا قہقہہ لگایا۔

" مسٹر عبید، یہ ساری فائلز آپ ایک دفعہ پھر چیک کر۔۔۔۔۔ " عفان مرزا جو اپنے منیجر سے بات کر رہا تھا۔ ایک لڑکی کے ہنسنے پر اسکی طرف متوجہ ہوا۔ اور۔۔۔۔۔ اور یہ وہی تھی جسے وہ ڈھونڈ رہا تھا۔

" مسٹر عبید ہم کل ٹنگ میں ساری باتیں کلیئر کریں گے " مسٹر عبید او کے سر کہتے کر مصافحہ کرتے ہوئے۔ چلے گئے کیونکہ عفان نے اسے آفس سے یہاں بلایا تھا۔ جبکہ خود عفان کا آفس جانے کا موڈ نہیں تھا۔ اسی لیے اپنے منیجر کو ریسٹورنٹ میں بلا لیا۔ مگر اب اسے لگ رہا تھا آج آفس نہ جا کر اس نے بہت اچھا کام کیا ہے۔ وہ محویت سے صبا کو دیکھنے لگا۔

" ویسے مجھے نہیں لگتا اس جنم میں تمہاری شادی ہوگی۔ تم تو منگنی شدہ بھی اتنی مشکل سے ہو رہی ہو " ایک دفعہ پھر صبا کی زبان پر کھجلی ہوئی۔

"تم میرے ہاتھوں فوت ہو جاؤ گی" وانیہ قدرے برہم ہوئی۔ آگینے اور قندیل دونوں کی نوک جھونک میں کھانا انجوائے کر رہی تھیں۔ زیادشاہ نے سیکورٹی کے ساتھ چاروں کو باہر بھیجا تھا۔ اسلیے آگینے کافی حد تک متمتعین تھی۔

"شکر ہے تجھے بھی فرصت ملی" حیدر نے زرجان کو دور سے دیکھ کر بلند آواز میں کہا۔ ریل بلیو کلر کے تھری پیس سوٹ میں وہ بہت ہینڈسم لگ رہا تھا۔ حیدر کی ٹانگ سے پلسٹر ہٹ چکا تھا اور اب وہ کافی بہتر تھا۔ علی اب بھی بور بور سا تھا۔

اوہ مائی گاڈ! یہ چڑیلیں بھی یہاں ہیں" حیدر نے چاروں کی طرف اشارہ کیا۔ حیدر اتنی زور سے چلایا تھا کہ وہ چاروں اسکی آواز سن کر اسکی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"اور تم جیسے شیطانوں کو بھی آنے کے لیے یہی جگہ ملی تھی" قندیل کہاں
چپ رہتی۔ حیدر کے کہنے پر ویٹر نے تین اور کرسیوں کا افافہ کیا۔

"ماشاء اللہ کیا خوبصورت جوڑی ہے۔ اللہ نظر بد سے بچائے"
قندیل نے بے ساختہ زرجان اور آگینے کو دیکھ کر کہا۔ آگینے اس وقت ڈارک
اور لائٹ بلیو کلر کے کمبینیشن کے ڈریس میں بہت پیاری لگ رہی تھی جبکہ
زرجان بھی ریل بلیو تھری پیس سوٹ میں تھا۔ اٹھنے والی کئی نگاہوں نے
دونوں کو سراہا۔

"بھائی بھابھی کو شاپنگ کرنی ہے" وہ جو قندیل کے کہنے پر ہائی ہیل پہن کر
نکلی تھی اور اب سب کے ساتھ بڑی مشکل سے چل رہی تھی۔ قندیل کا
جملہ سن کر گرتے گرتے بچی۔

"تم لوگوں کی شاپنگ کبھی ختم ہوگی بھی یا نہیں" زرجان نے اکتا کر کہا۔

"ہماری تو ہو گئی ہے مگر بھابھی کی رہتی ہے اب آپ آگئے ہیں تو آپ کروا دیں۔ وانیہ کی منگنی ہونے والی ہے نا تو بھابھی کے پاس منگنی میں پہننے لائق کوئی بھی ڈریس نہیں ہے (خالص جھوٹ)" اونگی بونگی وضاحت دے کر قندیل نے وانیہ کو تائید طلب نظروں سے دیکھا اور وانیہ نے زور و شور سے اثبات میں سر ہلایا۔

"اور حیدر مجھے بھی شاپنگ کرنی ہے" توپ کا دہانہ حیدر کی طرف ہوا۔

"یار کیا مصیبت ہے" حیدر تپ گیا۔

"مصیبت نہیں آپ کی بیوی ہیں" علی نے ٹکڑا لگایا تو سب کے چہروں پر مسکراہٹ آگئی۔

"واہاٹ تم نے مجھے مصیبت کہا؟" قندیل نے خون آشام نظروں سے حیدر کو گھورا۔

"اف" حیدر چڑ گیا۔

*

*

میں سوچ رہی ہوں جانِ جاں
کسی پیار کی دُھن کو چھیروں میں
کوئی ساز بجاؤں اُلفت کا
کسی عشق کے گیت کو گاؤں میں
تجھے سچ مچ اب تو بتلاؤں
ہے آخر کیا تُو جانِ جاں
میرے ہر مصرعے کا بول ہے تو
آواز کا میری جادو ہے
اب اور کہوں کیسے جاناں
تُو میرا کیا کچھ لگتا ہے...

شفق آلود شام میں نیلے بادل پوری خوبصورتی سے دمک رہے تھے۔ افق میں نارنجی مائل بادل دور کہیں چھپنے لگے۔ سردیوں کی شایں اپنا حسن نکھارنے لگیں۔

زرجان کی ریگرا ایک بہت بڑے مال کے سامنے آکر رکی لیکن مسئلہ یہ تھا کار پارکنگ بہت دور تھی۔ اسے مال میں پیدل جانا پڑے گا۔ یہ سوچ کر ہی سردی میں اسے پسینے چھوٹنے لگے۔ کتنا منع کیا تھا اسنے قندیل کو کہ ہائی ہیل پہننا اسکے لیے باعث خطرہ ہے مگر وہ قندیل ہی کیا جو مان جائے، میچنگ کے چکر میں پہنا دی اسے بلیو ہیل۔

"اگر میں چلتے چلتے گر گئی تو۔۔۔ اف! آئندہ کبھی ایسی غلطی نہیں کروں گی" وہ سوچنے کے ساتھ آرام آرام سے چل رہی تھی۔

"ہائے! اسے! میں مر گئی" اسکی ناک لال ہو چکی تھی۔ مخصوص خوشبو اسکے نتھنوں سے ٹکرائی۔ مگر خوشبو لگانے والا ضرور اسکا قتل کر ڈالے گا۔ ایک

آنکھ کھول کر اسنے زرجان کو دیکھا جو چبا جانے والے انداز میں اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"کیا تم بتانا پسند کر گی یہ کس قسم کی کیٹ واک کر رہی تھیں۔ اگر میں مڑ کر نا دیکھتا تو تم اس سوئمنگ پول میں گر کر برف بن چکی ہوتی" وہ قدرے درشتی سے کہہ رہا تھا۔ آگینے نے ایک نظر سوئمنگ پول کو دیکھا۔ سردیاں ہونے کی وجہ سے شاید یہاں کوئی نہیں تھا۔ بھلا اس جگہ سوئمنگ پول بنانے کے کیا ضرورت تھی۔ اب بندہ مال میں جا کر شاپنگ کرے گا یا سوئمنگ بول میں ڈبکیاں لگائے گا۔ زرجان بغور اسکے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا۔

"کیا تمہیں پھینک دوں" زرجان نے اس انداز میں پوچھا جیسے وہ کوئی چیز پھینکنے کا کہہ رہا ہو۔

"کہاں" وہ حیران ہوئی۔

"سوئمنگ پول میں۔ بڑے غور سے جو دیکھ رہی ہو مجھے لگا دو چار ڈبکیاں لگانے کے ارادے نہ ہوں" زرجان کی بات سن کر وہ سوئمنگ پول سے چھ قدم دور ہوئی مبادہ زرجان کہیں اپنے کہے پر عمل نہ کر دے۔

موبائل پر کچھ ٹائپ کرتے ہوئے وہ دوبارہ چلنے لگا اور آگینے بمشکل خود کو سنبھال کر آگے بڑھی۔

"کیا مال کے باہر کھڑے رہنے کے ارادے ہیں۔ کچھ خریدنا بھی ہے یا نہیں۔ اگر ایسے ہی ناٹک کرنے ہیں تو میں تمہیں یہاں چھوڑ کر چلا جاؤ گا" آگینے کے ایک دفعہ پھر رکنے پر وہ جھلایا۔ انتہائی بدتمیز یہ شخص وہ صرف سوچ کر رہے گئی۔

"مجھ سے چلا نہیں جا رہا" آگینے نے وضاحت دی۔

"ہائی ہیل پہنی ہے ناں اس لیے" زرجان کے آبرو آچکا کر دیکھنے پر اسنے مزید وضاحت دی۔

"جب پہن کر چلنا نہیں آتا تو پہنی کیوں؟" انداز چبا جانے والا۔

اللہ اللہ! یہ شخص کبھی پیار سے بات نہیں کر سکتا

"قندیل کے اصرار پر پہن لی" وہ سر جھکا کر منمنائی۔

"چلو" زرجان نے اپنا ہاتھ آگے کیا جسے جھجھک کر آگینے نے تھام لیا۔ جب وہ مال میں داخل ہوئے تو کئی لوگوں سے حسد و رشک سے اس کپل کو دیکھا۔

مضبوط حصار اگر اسی طرح زندگی کے سفر میں ساتھ دیں تو نہ سفر مشکل لگتا ہے نہ راستے دشوار اور نہ ہی گرنے کا ڈر ہوتا ہے بلکہ ق سے قدم ملا کر چلنے

سے راتے آسانی سے کٹ جاتے ہیں اور منزلوں کو پانا آسان ہو جاتا ہے۔
مگر دوں آنکھیں تھیں جو آگینے کو دیکھ چکی تھیں اور اب اسکا پیچھا کر رہی
تھیں۔

*

*

سردیوں کی بارش ہر طرف اپنی آمد کے نقش چھوڑ رہی تھی۔ زمین پر پہلی
پھوار کے ساتھ ہی مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو چاروں طرف پھیل
گئی۔ سرسبز گھاس اور پھولوں پر چمکتے ننھے ننھے قطرے زمین کے حسن کو
نکھارنے رہے تھے۔ ساون کی رم جھم دل و جان میں نئے رنگ عطا کر رہی
تھی۔ آگینے کو اندر تک خوبصورتی کا احساس ہونے لگا۔ وہ چبوترے کے پلر
سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ عشق پیچاں کے سرخ پھول بارش کی وجہ سے
نم ہو چکے تھے۔ آگینے خوبصورتی کے اس منظر میں کھونے لگی۔ سکون جو
اس وقت رگ و جاں میں اتر رہا تھا۔ اللہ عزوجل کا تخلیق کردہ ہر منظر
انسان کو حیرانگی میں ڈال دیتا ہے، وہ بھی قدرت کی اس حسین شام کو
حیرانگی سے دیکھ رہی تھی۔ ہاتھ میں پکڑا کافی کا کپ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

کچھ فاصلے پر قندیل اور حیدر ہمیشہ کی طرح لڑنے میں مصروف تھے جبکہ زرجان اپنے میوزک انسٹرومنٹس کے درمیان بیٹھا، سر اوپر کیے چبوترے کے درمیان لٹکے حسین جھومر کو مسلسل ایک ہی زاویے میں تکتے جا رہا تھا۔

"زرجان" حیدر کھڑا ہوا اور زرجان کے ساتھ دوسری چئیر پر آ بیٹھا۔

"زرجان شاہ زندہ ہو؟" دوسری طرف ہنوز خاموشی چھائی رہی۔

"اوئے مراٹی مر مرا تو نہیں گیا؟" حیدر نے اسکا کندھا ہلایا۔

"اچھا ہے مر گیا ویسے بھی تیری ایسی زندگی کا کیا فائدہ جس میں تو اپنے معصوم دوست پر ظلم و ستم ڈھاتا رہتا تھا۔ اللہ بخشے تجھے ورنہ جیسے تیرے اعمال تھے مجھے نہیں لگتا تیری بخشش۔۔۔۔۔"

[illegible]

"زہرنا کھلا دوں تمہیں" زرجان نے حیدر کو گھورا اور گٹار اٹھا لیا۔ دونوں کی نوک جھونک سے قندیل اور آگینے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔

دل دیتا ہے رو رو دہائی
کسی سے کوئی پیار نا کرے
بڑی مہنگی پڑے گی یہ جدائی
کسی سے کوئی پیار نا کرے
دل دیتا ہے رو رو دہائی

حیدر نے زرجان کا دوسرا گٹار اٹھا کر بے سری آواز کے تمام رکارڈ توڑ ڈالے
اسکی پیار بھری نظریں قندیل پر مرکوز تھیں۔

"چچ، چچ، چچ! حیدر درانی اتنی درد بھری آواز سن کر مجھے رونا آگیا" قندیل
نے اسکی بے سری آواز کا مذاق اڑایا۔

"اوئے مراشی ایک گانا سنا دے" حیدر نے قندیل کو کچا چبا جانے والے
انداز میں گھورا۔ مگر وہ خاطر میں نہ لائی۔ مجبوراً حیدر نے اپنا رخ زرجان کی
جانب کیا۔

"میری آوازیں تمھاری آواز جتنا درد نہیں" زرجان نے بھی اسکی بھونڈی
آواز پر نقطہ چینی کی۔

"میرا مزاق اڑانے میں تم دونوں بہن بھائی نے پی ایچ ڈی کر رکھی ہے"
حیدر کا انداز تا سف بھرا تھا۔ "بھابھی آپ تو کبھی میری سائیڈ لے لیا کریں
"حیدر نے آگینے کو درمیان میں گھسیٹا۔

"م۔ میں کیا بولوں" آگینے بو کھلا ہٹ کا شکار ہوئی۔

"ہائے بھابھی! آپ بھی میری طرح معصوم ہیں۔ اف! ہم معصوم لوگ
کیسے ان دونوں بہن بھائی کی چالاکیوں سے بچ پائیں گے" حیدر نے درد بھری
دہائی دی۔ جواباً قندیل نے اسے دھپ رسید کی۔

"بھائی پلیز اتنے حسین موسم میں ایک گانا تو بنتا ہے" قندیل نے منت
سماجت کی۔

"رہنے دو قندیل اب یہ امیر آدمی ہمارے لیے کیونکر گانا گانے لگے گا۔ ہم
اسکے فین تھوڑی ہیں" استغفار۔۔۔۔۔ حیدر کی رنجیدگی!

"تم تو چپ رہو" قندیل نے حیدر کو ڈپٹا۔ "بھائی پلیز ایک بار" بابھی "کے لیے سانگ گائیں نا" قندیل نے منہ بسورا۔

"او کے او کے اب یہ رونے والا منہ نا بناؤ" زرجان نے قندیل کے سر پر چپت لگائیں۔ وہ دلفریبی کے سے انداز میں آگینے کو دیکھنے لگا۔ آگینے کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئیں۔ اسنے فوراً ٹھنڈی کافی پینا شروع کر دی۔ زرجان اسکی بوکھلاہٹ دیکھ کر مسکرایا۔ اسنے گٹار پر دھن بجانا شروع کی، فضا میں خوبصورت سحر پیدا ہوا اور اسکے ساتھ بارش کی بارش کی جل تھل دھن کو مزید نکھار گئی۔ زرجان کی آواز سماعتوں سے ٹکراتے ہی آگینے ٹکٹکی باندھے اسے دیکھنے لگی۔ بے ساختہ اور بغیر سوچے سمجھے!

یہ سفر ہے کہ کٹتا نہیں
تنہا تنہا گزرتا نہیں
عشق ممنوع ہے پھر بھی یہ دل

عشق کرنے سے ڈرتا نہیں
ان خیالوں میں کھویا رہوں
پھر امیدوں سے جڑتا چلوں
کاش اس دل کی ایک نہ سنوں
عشق ممنوع

عشق ممنوع

پھول کلیوں سا یہ من کھلا
تم سے مل کے میں خود سے ملا
یوں لگے ہے کے نیا ہے سفر
ہاں پرانا ہے پر سلسلہ

میرا ارماں ہو میرا جنوں
چل پڑوں تو میں پھر نہ رُکوں
تیرے پہلو میں آئے سکون
عشق ممنوع

عشق ممنوع

بوند میں ایک سمندر سا ہے
بادلوں میں کسی گھر سا ہے
عشق بن مانگے مل جائے تو
کہیں روٹھے مقدر سا ہے
فرض کو اپنی چپ ہی رہوں
دل جو کہتا ہے بس وہ کروں
عشق کا راستہ نہ چنوں

عشق ممنوع

عشق ممنوع

آگینے ٹکٹکی باندھے اسے دیکھے جا رہی تھی۔ کیا تھا وہ شخص۔ اسنے تو کبھی
بھی اسے دعاؤں میں نامانگا تھا۔ کوئی بن مانگی دعا تھی جو قبولیت کا درجہ
اختیار کر گئی۔ اسنے محبت تو اللہ سے کی تھی اپنے اصل "من و تو" کی محبت

کے عوض اسے ایک اور "من و تو" کی محبت سے نوازہ گیا تھا۔ زرجان شاہ کی صورت میں! وہ عرش پر رہنے والا رب زمین پر رہنے والی اپنی پیاری مخلوق کے لیے ہمیشہ درست فیصلہ کرتا ہے۔ اسکے چاروں طرف اپنے اللہ کی عطا کردہ انمول نعمتیں تھیں اور وہ جتنا شکر ادا کرتی وہ مہربان اسے دوگنا زیادہ عطا کرتا ہے کیونکہ شکر گزار لوگوں سے اللہ بہت محبت کرتا ہے۔

جیسا جل تھل کرتا موسم باہر تھا ویسا موسم آگینے شاہ کے اندر تھا۔ خوشی کا موسم۔۔۔۔۔ ہر طرف رقص کرتی خوشی جس کی جل تھل میں وہ پورپور بھیگ رہی تھی۔ "من و تو" کے دونوں سائے قدم سے قدم ملانے لگے تھے اور منزل پر محبت باہیں پسارے کھڑی انکے انتظار میں تھی۔

پتہ نہیں کیوں اسکی آنکھیں نم ہوئیں۔ یہ شخص تو اسکی زندگی کی سب سے بڑی نعمت تھی۔ تو کیا وہ زرجان کو اسی طرح غلط راہوں کا مسافر بنا رہنے دے سکتی تھی۔ اسنے پلکیں اٹھائیں تو قندیل اور حیدر، زرجان کے سانگ گانے پر تالیاں بجا رہے تھے۔ آگینے نے لب بھینچ لیے وہ اس شخص کو

ہمیشہ سنگربنا نہیں دیکھ سکتی۔ آنکھوں میں نمی آئی تو وہ چبوترے سے باہر
نکل کر روم میں چلی گئی۔

"لگتا ہے بھابھی شرمائیں" قندیل نے اپنا تجزیہ بیان کیا لیکن زرجان شاہ
آگینے کی آنکھوں میں در آئی نمی دیکھ چکا تھا۔

*

*

"کیا سچ میں؟" آگینے نے بے یقینی سے پوچھا۔

"ہاں بابا بالکل سچ۔" صباء کی آوازیں شرمیلی سے کھنک تھی۔ "اور تم
جلدی پہنچنے کی تیاری کرو"

"ٹھیک ہے" آگینے نے انتہا خوشی تھی۔ یہ اسکے چہرے سے بھی صاف
نظر آ رہا تھا۔

"کیا ہوا آبی" اسکا خوشی سے دمکتا چہرہ دیکھ کر عائشہ شاہ بھی پوچھ بیٹھیں۔

"عائشہ امی صبا کے لیے بہت ہی اچھے اور پڑھے لکھے گھرانے سے رشتہ آیا ہے۔ مہوش آنٹی بھی بہت خوش تھیں اور صبا تو ہواؤ میں اڑ رہی تھی "آگینے نے شریر انداز میں بتایا۔

"ماشاء اللہ! اللہ پاک بچی کے نصیب اچھے کرے "آگینے نے بھی دل میں آمین کہا۔

"عائشہ امی! میں شام میں صبا کے گھر جاؤں۔ وہ مجھے بلا رہی تھی "آگینے انکی گود میں سر رکھ دیا۔ عائشہ شاہ کو آگینے پر ٹوٹ کر پیار آیا۔

"کیوں نہیں بلکہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی "عائشہ شاہ نے پیار سے اس کے سر میں ہاتھ پھیرا۔ "لیکن تم ایک دفعہ "اپنے شوہر" بھی پوچھ لوں۔ ورنہ یہ نا ہو تم اسے یہاں نالو اور وہ ہنگامہ برپا کر دے "عائشہ شاہ نے

چھیڑا تو وہ شرم و حیا سے سرخ ہو گئی۔ اثبات میں سر ہلا کر وہ روم میں آگئی۔
تیسری دفعہ کال ملانے پر رسیو (receive) کر لی گئی۔

" Hello ? Who are you? "

آگینے کی سماعتوں سے ایک انگریز لڑکی کا جملہ ٹکرایا۔ آگینے نے اسکے لہجے سے
اندازا لگایا تھا کہ کال اٹھانی والی لڑکی انگریز ہے۔

" یہ سوال تو مجھے پوچھنا چاہیے۔ کون ہو تم؟ " آگینے کو غصہ آنے لگا زرجان
کا موبائل اسکے پاس کیا کر رہا تھا۔

" I m anjlana and u ? "

انگریز لڑکی نے اپنا تعارف کروایا

" I m Ms: Zarjan Shah "

آگینے نے پر زور انداز میں کہا۔

زرجان جو ابھی اسٹوڈیو میں داخل ہوا تھا انجلینا کو اپنے موبائل میں کسی سے بات کرتا دیکھ کر رک گیا۔ اور نظروں سے کون ہے کا اشارہ کیا۔

"Your angry waif"

انجلینا نے بھی موبائل کے دوسری طرف سے ابھرتی آوازیں غصے کی آمیزش محسوس کر لی تھی۔ تبھی اسنے زرجان کو اسکا فون تھما دیا جبکہ اسکے چہرے پر معنی خیز مسکان تھی۔

"ہیلو آگینے کیا کوئی کام تھا؟" انجلینا سے موبائل لے کر وہ آگینے کی جانب متوجہ ہوا۔

"وہ انگریز کون تھی" غصہ جو آگینے کی ناک پر ٹھہرا تھا۔

"وہ بھی برٹش سنگر ہے" زرجان کو اسکا نیا انداز کھلکھلانے پر مجبور کر گیا۔

"سنگر ہے تو اپنے کام سے کام رکھے تمہارا موبائل اٹھانے کی کیا ضرورت تھی" اسے جلن ہو رہی تھی۔

"یار! میں میرا اور انجلینا کا موبائل سیم ہے بدل گیا تھا، اسلیے اسنے اپنا موبائل سمجھ کر تمہاری کال ریسو کر لی۔ مجھے بھی دوبارہ اسٹوڈیو آنا پڑا تاکہ انجلینا سے اپنا موبائل لے سکوں" زرجان نے پوری وضاحت دی۔

"او اچھا" آگینے کو اپنے غصے پر شرمندگی ہوئی اور ان دونوں کے درمیان پھر سے خاموشی چھا گئی۔

"تم بتاؤ کیا کوئی ضروری کام تھا؟" زرجان نے اسے کال کرنے کا یاد دلایا۔

"وہ۔ یہ پوچھنا تھا میں صباء کے گھر جاؤں۔۔۔ عائشے امی کے ساتھ"

"ٹھیک ہے" زرجان نے جیسے ہی اسے جانے کا کہا اسکے چہرے پر خوشی چھا گئی۔ اور دوسری طرف انجلینا اب بھی زرجان پر ہنس رہی تھی۔ وہ زرجان کی لڑاکا وائف سے ملنا ضرور چاہتی تھی۔

*

*

"بھائی ی ی" قندیل جو لان میں بیٹھی پینٹنگ بنا رہی تھی، زرجان کے اسکا کندھے ہلانے پر گر بڑا گئی اور پینٹنگ پر ایک لمبی بدنما لکیر بن گئی جسے دیکھ کر قندیل زرجان پر چلا اٹھی۔

"اف بھائی! آپ نے میری پوری پینٹنگ خراب کر دی" افسردہ لہجے میں کہتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

"کوئی بات نہیں ایسی ایک اور پینٹنگ بنا لینا اور مجھے پتہ ہے تم دوسری پینٹنگ اس سے بھی زیادہ خوبصورت بناؤ گی" زرجان نے مسکرا کر اسکی ناک دبائی۔ آگینے اور عائشے تو صباء کے گھر چلی گئی ہوں گی اس لیے وہ درانی ہاؤس چلا آیا۔ قندیل زرجان کے چہرے پر چھایا سکون دیکھ کر

پر سکون ہو گئی۔ اسکا بھائی زندگی کو مکمل طور پر محسوس کر کر چنے لگا تھا اور یہ سب اسکی بھابھی کا کمال تھا۔ بے ساختہ اسے آگینے پر ڈھیروں پیار آگیا۔

"مام کہاں ہے؟" زرجان اور قندیل لاونج میں آگئے۔

"پتہ نہیں۔۔۔۔۔ مام" قندیل نے لاونج سے ہی نیلم کو پکارنا شروع کر دیا۔

"پتہ نہیں اس لڑکی کو کب عقل آئے گی" نیلم قندیل کے چلانے پر بڑبڑاتے ہوئے لاونج میں داخل ہوئی اور زرجان کو دیکھ کر انکا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ کافی دیر تک قندیل اور زرجان کی نوک جھونک چلتی رہی اور نیلم وقفے وقفے سے قندیل کو بھی ڈانٹ دیتی مگر قندیل درانی کے کان پر جوں تک نا رینگ سکی۔

"زرجان بیٹا! تم نے اپنی زندگی کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے۔ پتہ نہیں وہ لڑکی کیسی ہے، کہاں پلی بڑھی ہے، اسکا کردار کیسا ہے۔ میں ایسے ہی

اپنے بیٹے کی زندگی خراب ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔ اس لیے اب تمہیں اپنے لیے کوئی نہ کوئی فیصلہ کرنا پڑے گا اور زرنش تمہارے لیے بہترین لڑکی ثابت ہوگی " زرجان کو فیصلہ کا انتخاب کر دوسری طرف نیلم نے خود ہی اسکی زندگی کا فیصلہ سنا دیا۔ نیلم کی بات سن کر زرجان کے ساتھ قندیل بھی ششدر رہے گئی۔ اسنے اپنی ماں پر نظر ڈالی وہ جانتی تھی یہ سب صبحی خالہ کی پڑھائی پٹی ہے۔ کیا کیا جائے صبحی خالہ کا جو ہمیشہ نیلم کے زہن میں غلط خناس بھر دیتی تھی۔

"مام یہ کیا کہہ رہی ہیں؟ میرے خیال میں عائشے آنٹی اور زیادہ انکل نے بھائی کے لیے جو لڑکی منتخب کی ہے وہ آپ کی لاڈلی سے کئی گنا زیادہ بہتر ہے بلا آخر قندیل بول اٹھی۔

"جو بھی کہہ رہی ہوں صحیح کہہ رہی ہوں اور ہزار دفعہ کہا ہے جب بڑے بول رہے ہوں تو درمیان میں مت بولا کرو " نیلم نے قدرے سختی سے قندیل کو دیکھا۔

"زرجان میرا بیٹا ہے اسکی زندگی کے فیصلے صرف زیادشاہ ہی نہیں کر سکتا، مجھے بھی حق حاصل ہے کی اپنے اکلوتے بیٹے کے بارے میں اچھا یا برا سوچ سکوں۔ زرنش اسے پسند کرتی ہے، کیا تم لوگوں نے اسکی حالت نہیں دیکھی۔ دوسروں کی بھانجی (اشارہ عائشہ شاہ کی طرف) عیش و عشرت کی زندگی بسر کرے جبکہ میری بھانجی کو اسکی خوشیاں تک نامیلیں۔ میں یہ سب نہیں دیکھ سکتی! زرجان کیا تم میری واحد خواہش کا پاس نہیں رکھ سکتے۔ کیا تمہاری ماں کا تم پر اتنا ساق بھی نہیں؟

"مام! زرنش کو مجھ سے بہتر شخص مل جائے گا جبکہ میں اب شادی شدہ ہوں۔ ایک لڑکی کو چھوڑ کر دوسری کو اپنانے جیسا عمل مجھ سے نہیں ہو سکتا" زرجان کا لہجہ دو ٹوک تھا۔

"تو تم اپنے باپ کے فیصلوں کا بھرم رکھنا چاہتے ہو۔

ساری زندگی تمھیں زیادشاہ نے اپنے پاس رکھا۔ ایک ماں سے پوچھوں جب اسے یہ کہا جائے کہ اسکا بیٹا لاپتہ ہو گیا ہے تو اس ماں ہر کیا گزرتی ہے۔۔۔ لیکن زیادشاہ نے اسکا الزام بھی مجھ پر لگا دیا اور مجھے سے قطع تعلق کر لیا۔ اس وقت مجھ پر کیا بیتی ہوگی اسکا کسی کو علم نہیں۔ یہ سب زیادشاہ کی بچھائی شطرنج تھی۔ مجھ سے آزاد ہونے کے لیے اس نے تمھیں کڈنیپ کروایا کیونکہ اسے عائشہ شاہ کی اداؤں نے اپنا اسیر کر لیا تھا۔ عائشہ شاہ کو پانے کے لیے مجھے چھوڑنا ضروری تھا۔ تبھی تمھیں مجھ سے اتنا دور کر دیا کہ میں چاہ کر بھی تم تک نہیں پہنچ سکی جبکہ دنیا والوں کی نظروں میں تمھاری کڈنیپنگ کی افواہ پھیلا دی اور اب اگر تم میرے پاس ہو بھی تو بھی اپنے باپ اور عائشہ شاہ کے بتائے گئے راستوں پر چلتے ہوں۔ زرجان کیا تمھاری خوشیوں میں شامل ہونے کا حق صرف زیاد اور عائشہ کو ہے نیلم کو نہیں؟ "نیلم کے نم لہجے میں دکھ اور افسردگی کی تاثیر سمٹ آئی۔

قندیل آج سمجھ پائی تھی کہ نیلم عائشہ شاہ اور زیادشاہ سے اتنی نفرت کیوں کرتی ہے۔ وہ صرف اس لیے عائشہ شاہ سے نفرت نہیں کرتی تھیں کہ

عائشہ شاہ نے زیادشاہ سے شادی کر لی بلکہ انکی بے انتہا نفرت کی وجہ یہ تھی کہ انہیں غلط فہمی تھی کہ زیادشاہ نے زرجان کو کڈنیپ کروا کر نیلم سے دور کیا اور پھر نیلم سی قطع تعلق کر کے عائشہ شاہ سے شادی کر لی۔

"وہ جاہل، گنوار عائشہ شاہ جو کبھی ماں نہیں بن سکتی تھی۔ زیادشاہ نے میرا بیٹا مجھ سے چھین کر اسے دے دیا۔ کیا گزرتی ہوگی جب میں رواتوں کو تمہارے لیے تڑپتی تھی زرجان اور وہاں عائشہ شاہ کی خالی کوکھ بھر دی گئی۔ مجھے نفرت ہے زیاد اور عائشہ سے اور اس لڑکی سے بھی جو عائشہ شاہ کی بھانجی ہے۔۔۔ میں نہیں چاہتی کہ میرا بیٹا اب ان دونوں کے کہی باتوں پر عمل کرے۔ میں اپنے بیٹے اور بھانجی کی خوشیوں میں شریک ہونا چاہتی ہوں۔ کم از کم مجھے زندگی میں اپنی طرف کی ایک خوشی تو دے دو زرجان"

نیلم اپنے خوب رویے کی خوشیوں میں شریک ہونے کے لیے ترس گئی تھی۔

زرجان نے انکی طرف دیکھ کر لب بھینچ لیے۔ سچ میں کیا اسکی ماں کا کوئی حق نہیں تھا کہ وہ اپنے بیٹے کے لیے چند خوشیوں کا فیصلہ کر سکے۔ زرجان کا وہاں بیٹھنا محال ہوا تو وہ درانی ہاؤس سے باہر نکل آیا۔

*

*

"مسٹر ہمدانی آپ نے تو کہا تھا کہ یہاں پارٹی ہے پر میں یہاں پچھلے تیس منٹ سے بیٹھی ہوں اور میرا علاوہ کوئی بھی نہیں آیا؟" زرنش نے سب سے سجائے لاونج کا تنقیدی نگاہ سے جائزہ لیا۔ اسے بھی مسٹر ہمدانی نے پارٹی میں شریک ہونے کی دعوت دی جسے زرنش نے مسکرا کر قبول کر لی۔ حالانکہ دانیال مرزا سے اسے مسٹر ہمدانی سے دوستی کرنے سے منع کیا تھا۔ زرنش دانیال کو اپر کلاس شخص سمجھتی تھی مگر وہ تو کافی دقیانوسی نکلا۔ میڈیا جیسی فیلڈ میں رہ کر اسے اپنی شریک حیات باجیا چاہیے تھی جو ملانی ٹائپ پانچ وقت کی نمازیں ہو اور گھر کے کام بھی بخوشی کرتی پھرے۔ کم از کم زرنش ایسے کام نہیں کر سکتی اس لیے اسے دانیال سے زیادہ ہمدانی بہتر لگا۔ مگر اب مسٹر ہمدانی کے بلانے پر وہ پچھلے تیس منٹ سے دوسرے لوگوں کے انتظار میں بیٹھی تھی جو سرے سے غائب تھے۔

"اوہ! مس زرنش ایکچولی میں آپ کو یہ بتانا بھول گیا کہ پارٹی میں نے کینسل کر دی ہے لیکن اب اگر آپ آہی گئی ہیں تو پارٹی کا انتظام کیے دیتے ہیں" ہمدانی وہ مسکراتے ہوئے مشروب گلاس میں انڈیلنے لگا۔

"واٹ؟ یہ بات آپ مجھے تیس منٹ پہلے بھی بتا سکتے تھے" زرنش غصے سے کھڑی ہو گئی۔ لال کلر کے سلولیس فرائڈ جو زمین پر آ رہا تھا، لال ڈارک لپسٹک، بالوں کو جوڑے کا جوڑا بنائے اور ہلکے میکپ میں وہ ویسٹرن بیوٹی لگ رہی تھی۔ ہمدانی نے گہرائی نگاہوں سے اس کے سراپے کا ایکسرا کیا۔

"ارے مس زرنش اس میں غصہ ہونے والی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے کہا نا آپ کے لیے پارٹی کا انتظام میں کر دیتا ہوں" ہمدانی کھڑا ہوا، خباثت سے مسکرایا اور لڑکھڑاتے کے سے انداز میں زرنش کی طرف بڑھنے لگا۔

وہ اس حویلی میں اکیلی ہے اور تو اور یہ حویلی بھی شہر سے کافی دور ہے۔ یہ سوچ کر ہی زرنش گھبراہٹ کا شکار ہو گئی۔ ہمدانی کی نگاہوں میں شیطانیت دیکھ کر اسکی روح فنا ہونے لگی۔ سراب کے پیچھے بھاگتے بھاگتے وہ اتنا بھاگ آئے تھی کہ اب واپس مڑنے کے لیے بھی کافی عرصہ درکار تھا۔ دولت کی ہوس نے اسے غلط راہوں کا مسافر بنا دیا تھا اور نتیجے کے طور پر وہ ایک بھڑیے کے شکنجے میں آگئی جو اسکے گوشت کی بو کو سونگھ کر اسکے چیتھڑے چیتھڑے کرنا چاہتا تھا۔

*

*

وہ کب سے سنسان سڑک پر چل رہا تھا۔ اسکے پیچھے اسکے دو بادھی گارڈ بھی تھے۔ نیلم نے آج جو بھی کہا وہ سارا غلط نہیں تھا گو کہ وہ سچائی سے ناواقف تھی اور غلط فہمی کا شکار تھی۔ لیکن کہیں نہ کہیں اسکی بات درست بھی تھی کیا۔ کیا زرجان کی خوشیوں میں شامل ہونے کا حق اسے نہیں تھا؟

"ہیلو دانیال خیریت تو ہے ناں؟" ایک وقت میں دانیال کی 12 مسڈ کال
ریکھ کر زرجان چونک گیا۔ انڈسٹری میں ہونے کی بنا پر زرجان دانیال کو بھی
جانتا تھا۔

"زرجان تمہاری کزن زرنش وہ کب سے ہمدانی کے گھر گئی ہے۔ میں ابھی
اسکے گھر گیا تھا۔ لیکن وہاں ہمدانی نہیں ہے اور نا ہی زرنش جبکہ آج زرنش
نے کہا تھا کہ اسکے گھر پارٹی ہے جبکہ ہمدانی کے گھر مجھے کوئی بھی پارٹی کے
آثار نظر نہیں آئے۔ نوکروں سے معلوم کرنے پر پتہ چلا ہے کہ پارٹی حویلی
میں ہے اور میرے پوچھنے پر کوئی نوکر بھی مجھے حویلی کا صحیح پتہ نہیں دے رہا
"دانیال نے قدرے پریشانی سے بتایا۔

"واٹ" زرجان ہمدانی جیسے گھٹیا انسان کو جانتا تھا۔ خراب شہرت
حاصل کرنے میں وہ شخص اول نمبر پر تھا۔ یہ زرنش کیوں اسکی پارٹی میں
چلی گئی۔ زرجان کو بے تحاشا زرنش پر غصہ آ رہا تھا۔ اسنے دانیال کی ہیلو
ہیلو نظر انداز کر کے کے موبائل جیب میں ڈالا اور شہر کے باہر بنی ہمدانی کی

حویلی جانے کے لیے اپنی ریگر کی طرف آگیا۔ ایک گارڈ نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی جبکہ دوسرا پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

*

*

"کھوں۔۔۔۔کھوں۔۔۔۔کھاں۔۔۔۔کھاں"

"ثمرہ دیکھ تیرا باپ کیا کہہ رہا ہے" سرپر دوپٹہ باندھے بیٹھی مہرین نے ثمرہ کو آواز دی۔ شایان کچھ دنوں سے گھر نہیں آیا تھا۔ گھر میں کھانے پینے کا سامان بھی ختم ہو چکا تھا اور پیسہ نا ہونے کے باعث عباس بخش کی طبیعت اتنی بگڑ چکی تھی کہ وہ بولنے سے بھی قاصر ہو چکے تھے۔ فرحت بیگم سے چھینا گیا فلیٹ شایان بیچ کر سارے پیسے لے گیا تھا۔ مہرین کو اب اپنی لالچی فطرت سے نفرت ہو رہی تھی۔ لیکن اب اسکا کوئی فائدہ نا تھا۔ مکافات عمل سامنے آرہے تھے جنہیں دیکھنا اور برداشت کرنا لازمی تھا۔

"آگیا میرا شانی لال۔۔۔ کہاں تھا اتنے دن؟" شایان کو گھر میں داخل ہوتا دیکھ کر مہرین اٹھ کھڑی ہوئی اور نرم آنکھوں سے شکوہ کیا۔

"اماں کام تھا بہت اس لیے نہیں آسکا۔۔۔ یار شوکا تو یہاں بیٹھ میں اپنا سامان لے کر آتا ہوں" شایان نے شوکے کو بیٹھنے کا کہا اور خود اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"بھائی پانی لاؤں" ثمرہ شانی کی آواز سن کر عباس بخش کے کمرے سے باہر نکل آئی مگر چارپائی پر اجنبی شخص کو بیٹھا دیکھ کر ڈر گئی۔

"ہاں ثمرہ شوکے کو پانی پلا دے" شایان نے کمرے سے ہانک لگائی۔
دو کمروں کے چھوٹے سے گھر میں آواز کچن سے کمرے تک بلا کسی حاجت کی پہنچ جاتی تھی۔ ثمرہ کچن سے پانی لے آئی اور ڈرتے ڈرتے شوکے کو پانی پکڑایا۔
شوکے کی غلیظ نظریں ثمرہ پر ٹکی ہوئی تھیں۔

"جا ثمرہ اپنے باپ کے پاس جا کر بیٹھ" مہرین نے شوکے کی نظریں پڑھ لیں تھیں اس لیے خوف زدہ ہو کر ثمرہ کو منظر سے غائب کرنا چاہا۔ وہ کیوں

بھول گئی تھی اگر وہ دوسروں کی بیٹیوں کے ساتھ برا کر سکتی تھی اسکی اپنی بیٹی کے ساتھ بھی برا ہو سکتا تھا۔ شاید اس وقت اسے خود پر بہت غرور تھا اور اب وہ غرور خاک ہو چکا ہے۔

"دیکھ شوکا یہ سونے کی چین اور کچھ پیسے رکھ لے باقی میں بعد میں دے دوں گا۔ شیخ بھی اس وقت کنگال ہوا پھر رہا ہے اسکا سارا سرمایہ اڈے پر تھا اور اڈے پر پولیس والوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ جیسے ہی شیخ کے حالات سہی ہوں گے وہ مجھے میری رقم دے گا اور تب میں تجھے باقی کے پیسے بھی دے دوں گا" شایان نے ایک پتلی سی چین اور کچھ رقم شو کے کو دی۔

چین دیکھ کر مہرین کے زہن میں ایک جھماکا سا ہوا یہ چین تو فرحت کی تھی اور اسکے مرنے کے بعد مہرین نے اسکے گلے سے نکال کر خود رکھ لی تھی۔

مہرین کے لیے ندامت کا وقت تھا۔ ایک بے گناہ شخص کو وہ موت کی گھاٹ اتار چکی تھی اور اسکی امانت بجائے اسکی بیٹی کو دینے کہ۔۔۔۔۔

اسنے خود رکھ لی۔۔۔۔۔ اور کل جو محشر میں حساب کتاب ہوگا تو مہرین جیسی گنہگار بندی کو کیوں کر بخشا جائے گا۔ ندامت کے آنسو اسکے چہرے پر آگئے

اور وہ سر پکڑ کر زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ شایان نے ناگواری سے مہرین کو دیکھا۔

"ارے یار تو تو میرا جگر ہے۔ شیخ کے حالات سے تو میں بھی واقف ہوں اور تیرے حالات بھی مجھ سے چھپے ہوئے نہیں۔ دیکھ تو میرا جگری دوست ہے اور یہ بھی جانتا ہے میں کتنا شریف آدمی ہوں۔ مجھے پیسے نہیں چاہیے بس تجھ سے رشتہ داری بنانا چاہتا ہوں" شو کے نے شایان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر لجاجت و چاپلوسی سے کہا۔

"کیا مطلب؟" شایان نے اسکی بات غور سے نہیں سنی تھی شاید!

"اے یار! تیرا جیجا بننا چاہتا ہوں" خباثت سے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے شوکا مہرین کو زہر لگا۔

"میں کبھی اس آوارہ اور گھٹیا شخص سے اپنی بیٹی کی شادی نہیں کروں گی"
مہرین کھڑے ہو کر چلائی اسکے سامنے ایک فلم سی چلنے لگی۔

"میں کبھی اس آوارہ اور گھٹیا شخص سے اپنی بیٹی کی شادی نہیں کروں گی"
"فرحت بیگم کے الفاظ اسے یاد آگئے یہی الفاظ تو تھے جب وہ آکینے کا رشتہ
نہیں دینا چاہتی تھی۔ وقت نے اسے فرحت کی جگہ پر لا کھڑا کیا تھا کہ تو بھی
دیکھ ایک ماں کی تکلیف کیسی ہوتی جب اپنی پاکیزہ بیٹی کے لیے ایک بدکردار
شخص کو چنا جا رہا ہوں۔

مہرین کی روح تک کانپ گئی مکافات عمل تو شروع ہوا تھا ابھی تو اور
بہت سے حساب باقی تھے۔۔۔

"اماں تو چپ کر، میرا یار لاکھوں میں ایک ہے۔ چل شوخے رشتہ داری کی
خوشی میں تیرا منہ میٹھا کروا تا ہوں" شایان اپنے سر سے شو کے جیسے آفت
کے ٹلنے پر خوش تھا اور خوشی خوشی ثمرہ کا بیاہ شو کے سے کرنے پر راضی
ہو گیا۔ شو کا خباثت سے آنکھوں میں شیطانیت لیے مسکرا نے لگا۔ تبھی

جمیل شیخ کی کال آنے پر دونوں چلے گئے۔ پیچھے رہ گئی مہرین تو وہ اس وقت اپنے گناہوں اور غلطیوں کی معافی گڑگڑا کر مانگنے لگی۔

*

*

"مام پلیز! صبحی آنٹی کی باتوں پر دھیان دینا چھوڑ دیں" زرجان کے جانے کے بعد قندیل نے تاسف بھرے انداز میں کہا۔ اسے اپنی ماں سے یہ امید نہیں تھی۔ اسے لگا تھا وہ آگینے کو قبول کر چکی ہیں مگر وہ غلط تھی صبحی کے ہوتے ہوئے ایسا ہونا ناممکن تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ اس میں صبحی کو درمیان میں لانے کی کوئی ضرورت نہیں" مہرین قندیل پر برہم ہوئی۔

"میرا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی بہن کی باتوں پر عمل کرنا چھوڑ دیں۔ آپ نے ہمیشہ اپنی زندگی صبحی خالہ کے کہہ پر عمل کر کے گزار دی ہے۔ زندگی کے کچھ فیصلے آپ خود بھی کرنا سیکھ لیں۔ وہ لوگ جو آپ کی زندگی میں مداخلت کر کے اپنی بات منواتے ہیں وہ غلط بھی ہو سکتے ہیں۔ صبحی خالہ نے ہمیشہ آپ کو غلط راہ دیکھائی ہے اگر زندگی میں آپ کے ساتھ برا ہوا ہے

تو اس میں زیاد انکل یا عائشے آنٹی کا قصور نہیں بلکہ آپکا اور آپکی بہن کا قصور ہے اور رہی بات کہ آپ کے بیٹے کی خوشیوں میں شامل ہونے کا حق آپ کو نہیں ملا تو یہ بھی آپ کی خود ساختہ سوچ ہے۔ ورنہ بھائی نے تو اپنی ہر خوشی میں آپ کو شریک کیا ہے "

"اپنی بکو اس بند کرو۔ میں صبحی کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سن سکتی۔ اور زندگی میں میرے ساتھ برائی کرنے والے دو لوگ زیاد اور عائشے ہیں۔ مجھ سے میرا بیٹا چھین لیا اولاد ہوتے ہوئے بھی میں اولاد کے لیے ترستی رہی اور وہ بانجھ ہوتے ہوئے بھی میری اولاد سے اپنی ممتا کو تسکین دیتی رہی۔ مجھ سے پوچھو جب میں عائشے شاہ کو دیکھتی ہوں تو مجھ پر کیا بیتتی ہے "نیلیم نے سرخ آنکھوں سے قندیل کو دیکھا۔ نیلیم کی مضروب و مخدوش حالت دیکھ کر قندیل کو ان پر ترس آیا۔

"مام زندگی کے چند پہلوؤں ایسے بھی ہیں جن سے آپ ناواقف ہیں۔ میں نے آپ کو ان پہلوؤں سے آگاہ اس لیے نہیں کیا کیونکہ بھائی نے مجھے منع کیا تھا "قندیل انکے قریب گئی۔

"کون سا ایسا پہلو ہے جو مجھ سے مخفی ہے " نیلم نے قندیل کے دلاسہ دینے کے لیے بڑھتے ہاتھ جھٹک دیئے۔

"بھائی کی کڈنپنگ زیاد انکل نے نہیں کروائی۔ صبحی آنٹی نے ہی آپکے زہن میں یہ بات ڈالی ہے کہ زرجان کی کڈنپنگ زیاد شاہ نے کراوائی۔ مام آپ خود سوچیں کوئی شخص کیوں اپنے بیٹے کی کڈنپنگ کرائے گا؟"

"کیونکہ وہ مجھ سے اکتا چکا تھا اور عائشے کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ بچپن کا پیار جو یاد آگیا تھا۔ میں اسکی آنکھوں میں کنکر کی طرح کھٹکتی تھی " نیلم حقارت سے گویا ہوئی۔ صبحی نے نیلم کو عائشے اور زیاد سے پوری طرح بدظن کیا ہوا تھا۔

"مام آپ نے ہمیشہ صبحی خالہ کو اپنی ماں کا درجہ دے کر انکی بات پر عمل کیا ہے مگر انہوں نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ ہمیشہ غلط راستہ دیکھایا اور اپنوں سے بدظن کر دیا۔ آپ کو صرف یہ نظر آتا ہے کہ زرجان بھائی کی پرورش آپ کے بجائے عائشے آنٹی نے کی ہے۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ زندگی کے سات سال بھائی نے کس ازیت میں گزارے۔ آپ کو کیا لگتا ہے زیاد انکل نے بھائی کو آپ سے چھپایا ہے۔۔۔ نہیں مام انہیں "جمیل شیخ" نامی ایک شخص نے کڈنیپ کیا تھا۔ زیاد انکل کی نجی دشمنی کا بدلہ لینے کے لیے انہوں نے زیاد شاہ کے بیٹے یعنی بھائی کو تیکلف دے کر نکالا۔ وہ شخص ہر وقت بھائی کو ایک نئی ازیت دیتا تھا۔ کئی کئی دن تک بھائی کو پیسا سا رکھنے کے بعد انہیں غلیظ مائع پلایا جاتا۔ ٹھنڈی انہوں کھڑا کیا جاتا اور گرم ریت پر رسیوں سے باندھ کر لٹا دیا جاتا تھا اور کبھی کبھی گرم بھاپ اڑاتی چائے انکی جسم پر اندیلی جاتی۔ سات سال سات سال بھائی نے زخموں سے لپٹی بوسیدہ زندگی گزاری وہ زندگی جو گر کوئی شخص سوچ لے تو اسے ابکائی آجائے۔ زخموں سے لتھڑا وجود بھلا کوئی شخص کیسے دیکھ سکتا

ہے۔ مام کیا آپ کسی ایسے انسان کے پاس بیٹھ سکتی ہیں جس کے زخموں کی بو سہنا ناقابل برداشت ہو اور زخموں میں بس کیڑے پیدا ہونے کی کسر باقی رہ گئی ہو؟ "قندیل نے خود پر ضبط کیا۔ ورنہ اپنے بھائی کی حالت تو وہ بھی یکھ چکی تھی۔ جب وہ نیلم سے چھپ چھپ کر شاہ ولا جاتی اور شاہ ولا کا اکلوتا چشم و چراغ زندگی و موت کی ازیت میں بلاتا تو وہ یہ منظر دیکھ کر تڑپ اٹھتی۔

"قندیل یہ یہ کیا کہہ رہی ہو "نیلم بے یقینی سے بولی۔

"سچ!۔۔۔۔ بتائیں نامام ایسے شخص کو دیکھنا بھی آپ کا محال ہے جبکہ عائشے آنٹی آپ کے بیٹے کے زخموں سے لتھڑے وجود کو ہر روز صاف کرتی۔ دن رات کا خیال کیے بغیر انہوں نے بھائی کا خیال رکھا۔ انکی صحت کے لیے ہر وقت دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے رکھتیں۔۔۔ مام بھائی دس سال آپ کے ساتھ رہے مگر صبحی آنٹی کے کہنے پر آپ ماڈل تو بن گئی مگر کبھی اپنے بیٹے یا شوہر پر توجہ نہیں دی۔ دس سالہ زرجان کو آپ نے نوکروں کے رحم

و کرم پر چھوڑا ہوا تھا۔ صرف آپ کی غلطی کی وجہ سے وہ شاہ ولا سے باہر نکلے۔ اگر آپ انکا خیال رکھتیں تو آج آپ ایسا نہ کہے رہی ہوتیں۔ مجھے لگتا ہے بھائی ہر آپ سے زیادہ عائشے آنٹی کا حق ہے اور انہوں نے بھائی کی زندگی کے لیے آگینے جیسی لڑکی کو چن کر بہترین فیصلہ کیا ہے۔۔۔ کیونکہ آپ کی بھانجی کو آپکے بیٹے سے نہیں بلکہ اسکی دولت و شہرت سے غرض تھا۔ بھائی کو گولی لگنے کے بعد زرنش خود ہی بھائی سے دور ہو گئی کیونکہ وہ کسی معذور شخص کے پلے نہیں بندھ سکتی تھی اور بھائی کی دولت بھی ایک نا ایک دن معذوری کی وجہ سے ختم ہو جانی تھی اس لیے وہ خود بہ خود پیچھے ہٹ گئی "قندیل نے آئینہ دیکھایا اور نیلم حق دق رہنے کے بعد کرب سے آنکھیں میچ لیں۔ سچ میں زندگی کی ان سچائیوں اور پہلوؤں سے وہ ہمیشہ ناواقف رہی۔

وہ ماں تھی وہ کیوں اپنے بیٹے کے درد کو نہیں سمجھ پائی۔ ہاں یہ سب اسی کی غلطی کا نتیجہ تھا۔ وہ ہمیشہ خود کو مظلوم ٹھہراتی آئی تھی مگر آج معلوم ہوا تھا کہ ظالم تو وہ خود تھیں۔ زیاد شاہ اور عائشے شاہ کا تو کو بیج قصور نہیں تھا۔ باب

زندگی کی کتاب آج کھولی گئی تو سراسر غلطی نیلم کی نکلی۔ پیار کرنے والا شوہر ، شہزادوں جیسا بیٹا اور بے انتہا دولت اسکے پاس تھی مگر وہ شہرت کو حاصل کرنے کے لیے ان سب کو پیچھے چھوڑ دیا۔ شہرت کے بدلے اسکا خوشحال گھرانہ بکھر گیا اور وہ اسکا قصور کسی اور کو دیتی آئی تھی۔

جب زرجان ، زیاد شاہ کو ملا تو صبحی نے ہی اسکے کان میں یہ بات اندیلی تھی کہ یہ سب زیاد شاہ کا کیا دھرا تھا۔ زرجان کو زیاد شاہ نے ہی کڈنیپ کروایا۔ زرجان کے زیاد شاہ کو ملنے کے بعد بھی وہ پاکستان نا آسکی لیکن جب زرجان بیس سال کا ہوا تو وہ زرجان کی زندگی میں آگئیں اور اپنے لخت جگر کو دیکھ کر اسکی ممتا جاگ اٹھی۔ اسکا گھبرو جوان بیٹا عائشے شاہ کو ماں کہہ یہ اسکی ممتا کو گورانا تھا۔ تب اسنے صبحی کی پڑھائی پٹیوں پر عمل کرتے ہوئے زرجان کو عائشے اور زیاد سے دور کرنا چاہا۔ یہاں تک کہ نیلم نے زرجان سے یہ تک کہہ دیا تھا کہ زیاد نے عائشے کی وجہ سے نیلم کو چھوڑا۔ تب زرجان خاموش ہو جاتا۔ کیونکہ وہ نیلم کو سچائی بتا کر شرمندہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اگر زیادشاہ نے نیلم کو چھوڑا تو یہ صرف نیلم کی غلطی تھی کیونکہ وہ شہرت کے پیچھے اندھا دھند بھاگتی لاپرواہ عورت تھی۔ صبحی نے ہی نیلم کو شوہر میں جانے کا راستہ دیکھایا۔ زیادشاہ کو شوہر سے سخت نفرت تھی لیکن صبحی کے کہنے پر کہ زیادشاہ اسکی شہرت کو نہیں دیکھ سکتا اسلیے وہ نیلم کو شوہر سے منع کرتا ہے۔ جب صبحی کے منہ سے ایسی باتیں وہ سنتی تو زیادشاہ کو تکلیف دینے کے لئے وہ ماڈلنگ میں پیش پیش رہتی یہاں تک کہ وہ زرجان کو بھی شوہر میں لے آئی اور وہ سنگربن گیا۔ حالانکہ وہ جانتی تھی کہ زیادشاہ زرجان کو بزنس سوچنا چاہتے ہیں مگر نیلم کی انا کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اسکا بیٹا ہمیشہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتا رہے۔ زرجان نے کتنی خاموشی سے اسکی بات کا مان رکھا اور وہ شوہر میں آگیا۔ اور ابھی بھی وہ کہتی تھیں کہ اسکا بیٹا صرف عائشے اور زیادشاہ کے فیصلوں پر عمل کرتا تھا تو یہ سراسر غلط تھا۔ زیاد اور عائشے کی طرح وہ نیلم کی بھی ہر بات کا پاس رکھتا تھا۔ بد لے میں نیلم نے زرجان کو کیا دیا؟ کچھ بھی نہیں؟ ہمیشہ اپنے بیٹے سے گلا شکوہ کرتی آئی ہے اور زرجان ہمیشہ اسے خوش کرنے کی کوشش کرتا رہتا۔

ہائے۔۔۔۔۔ یہ آگاہی کے عذاب کی گٹھڑی کا بوجھ اٹھانا بھی کتنا مشکل ہوتا ہے اور تب تو اور بھی مشکل ہوتا ہے جب آپ کو معلوم ہو کہ آپ نے نا صرف خود کو بلکہ دوسروں کو برباد کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ تب تو یہ عذاب سہنا مشکل سے مشکل تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ نیلم بے سدھ ہو کر صوفے پر ڈھے گئی۔

"مام بھلے ہی زندگی میں آپ سے بہت غلطیاں ہوئیں ہیں پر اللہ پاک نے آپ کو ہمیشہ اپنی رحمت کے سائے میں رکھا۔ مام آپ کے پاس ابھی جو کچھ ہے وہ تقدیر میں ایسے ملنا لکھا تھا۔ آپ خدا کے دیے پر راضی ہو جائیں خدا آپ سے راضی ہو جائے گا۔ زیاد انکل اور عائشے آنٹی بہت اچھے ہیں اور آگینے بھا بھی زرنش سے کئی گنا زیادہ بہتر ہیں اور بھائی کو ڈیزرو کرتی ہیں۔ پلیز مام! بھائی بہت خوش ہیں وہ ابھی تو زندگی کو محسوس کرنے لگے ہیں۔ آپ ان سے خوشیاں اس طرح ناچھینیں۔ زرنش کو کوئی بہتر شخص مل جائے گا۔ مگر پلیز بھا بھی کو بھائی کی زندگی سے مت نکالیں "قندیل نیلم کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئی اور اسکا ہاتھ پکڑ کر دھیرے دھیرے کہنے لگے۔

زندگی کا تجزیہ کرنے کے بعد اسے معلوم ہوا تھا کہ عائشہ شاہ نیلم سے زیادہ بہتر ماں ثابت ہوئی تھی۔ زرجان پر پیدا کرنے والی ماں سے زیادہ پرورش کرنے والی ماں کا حق تھا۔ وہ قندیل کو دیکھ کر غم آنکھوں سے مسکرائی۔

زندگی میں کئی غلطیوں کے بعد بھی رب مہربان نے اسے بہت سی نعمتوں سے نوازہ تھا۔ قندیل اور وقاص درانی یہ دو لوگ اسکے جینے کی وجہ بنے لیکن پھر بھی وہ اپنے رب سے شکوہ کناں رہی۔ اپنے رب کا شکر ادا کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ وہ مسکرائی اور بے ساختہ قندیل کے پیشانی پر پیار کیا۔ اسکی بیٹی اسے غلط راستے سے سہی راہ پر لے آئی تھی خدا کا شکر ادا کرنا لازمی تھا۔

*

*

"م۔ مجھے چھونے کی کوشش مت کرنا" زرنش ڈر کر چند قدم پیچھے ہوئی۔

"زرنش ڈانگ کم آن۔۔۔۔ میں نے یہاں تمہیں انجوائے کرنے کے لیے بلایا ہے۔ کتنی حسین ہو تم ویسٹرن بیوٹی۔۔۔۔ زرا میرے دل بہلانے کا

سامان پیدا کرو۔۔۔۔۔ اپنے حسن سے میری تشنگی کو سیراب کرو۔۔۔"

ہمدانی نے جس انداز میں کہا۔ زرنش کا دل کیا زیں پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ وہ دروازے کی طرف جانے لگی تو ہمدانی نے اسے پکڑ لیا۔ اس سے پہلے کے ہمدانی کچھ کرتا زور سے دروازہ بجا اور چند منٹ بعد دروازہ کھل گیا۔ زرجان طیش کے عالم میں آگے بڑھا اور ہمدانی پر جھپٹ پڑا۔ زرنش اس کے لیے قندیل جیسی تھی اور اس کے خاندان کی لڑکی کو کوئی غلط نگاہ سے دیکھے یہ اسے گوارہ نہیں۔ تھوڑی دیر میں ہمدانی کی حالت قابل رحم تھی۔ زرجان کے بعد اس کے گارڈز نے بھی ہمدانی کی خاطر تواضع کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

وہ زرنش کو لے کر ریگرا کی طرف آگیا۔ اس کے اعصاب تنے ہوئے تھے۔ غصے سے چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔ سیٹ پر بیٹھ کر اسنے فل اسپید سے ریگرا چالائی۔

"زرجان۔۔۔۔۔ مجھے بچانے کا شکریہ "زرنش نے سر جھکائے شرمندگی سے کہا۔ اسکا گھر آچکا تو زرجان نے کار روک دی۔

"زرنش تم میرے لیے قندیل جیسی ہو میں ہمیشہ سے تمہاری عزت کرتا آیا ہوں۔ بس میری اتنی سے التجا مان لو سراب کے پیچھے بھاگنا چھوڑ دو۔ زندگی گزارنے کے لیے دولت یا شہرت لازمی نہیں بلکہ ایک اچھے انسان کا ہونا لازمی ہے۔ مام اب بھی چاہتی ہیں کہ میں تم سے شادی کر لوں۔ مگر میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ میری زندگی میں آگینے کے علاوہ کسی لڑکی کا شامل ہونا ناممکن ہے۔ مجھے امید ہے تمہارے لیے بھی خدا نے ایک پرفیکٹ انسان بنایا ہوگا جلد یا دیر وہ تمہیں مل جائے گا۔۔۔۔۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا تب تک تم سراب کی دنیا سے نکل آؤ؟ "زرنش جو باہر نکلنے کے لیے ڈور کھول رہی تھی زرجان کی بات سن کر رک گئی۔

"زرجان۔ شاید اس واقعے کے بعد میں کبھی سراب کے پیچھے نابھاگوں مگر میں
بری لڑکی نہیں ہوں۔ اچھی زندگی کی چاہ تو ہر لڑکی کو ہوتی ہے" بے ساختہ
آنسو اسکی گالوں پر لڑھک آئے۔

"زرنش مجھے پتہ ہے تم بری لڑکی نہیں ہو اور رہی بات اچھی زندگی کی چاہ کی
تو وہ چاہ تم کر سکتی ہو مگر اس چاہ کو حاصل کرنے کے لیے غلط راستوں پر
چلنے سے تمہیں نقصان ہو سکتا ہے آج کی ہی مثال لے لو" زرجان نے
اسے سمجھایا۔

"تھینکس زرجان تم بہت اچھے دوست ہو" وہ سمجھ چکی تھی تبھی زرجان کا
شکری کرتے ہوئے ڈور کھولا۔

"تم اپنی بیوی کو کب لاؤ گے۔ میں نے ابھی تک تمہیں شادی کی دعوت
نہیں دی" زرجان جو کارسٹارٹ کرنے لگا تھا زرنش کی بات پر مسکرایا۔

"بیوی کو لے تو آؤ مگر وہ ابھی تک یہ سمجھتی ہے کہ تم اس سے تھپڑ کا بدلہ لینا چاہتی ہوں" زرجان شریر ہوا جبکہ زرنش کھکھلائی۔ آگینے ابھی تک ریسٹورنٹ کی بات اور پھر زرنش کی دھمکی نہیں بھولی تھی۔ آگینے صبا سے زرنش کی دھمکی کا ذکر کر رہی تھی تبھی زرجان نے سن لیا تھا۔

"ایکچولی وہ تھپڑ ابھی بھی ادھا رہے۔ جب دعوت پر آؤ گے تو میں ادھا واپس کر لے لوں گی" وہ شرارت سے گویا ہوئی تو زرجان نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کار اسٹارٹ کر دی۔

*

*

اسکی آنکھوں میں محبت کا ستارہ ہوگا
ایک دن آئے گا جب وہ شخص ہمارا ہوگا

سنہری دھوپ ہر طرف اپنے پر پھیلا رہی تھی۔ کافی کا کپ ہاتھ میں لیے وہ کھڑکی کے پاس کھڑی صبح النور کا منظر دیکھ رہی تھی۔ بارشوں کی آمد سے اب دھوپ دن میں لکا چھپی کا کھیل کھیل رہی تھی۔ تھوڑے وقت کے

لیے ہی اپنے پر پھیلاتی اور پھر بادلوں کی آڑ میں چھپ جاتی۔ آج صبح اسنے فرحت بیگم کو خواب میں دیکھا تھا۔ سفید لباس میں انکا چہرہ نورانی روشنی لیے ہوئے آگینے کی آنکھیں چندھیا گیا۔ وہ بے خودی سے اپنی ماں کو دیکھتی رہی۔ فرحت بیگم مسکرا کر اسکے قریب آئی اور اسکی پیشانی پر بوسہ دیا یک لخت اسکی رگ رگ میں سکون اتر آیا اور پٹ سے اسکی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ کب سے فرحت بیگم کو ہی سوچے جا رہی تھی۔ تبھی موبائل کی بپ نے اسکی توجہ اپنے جانب کی۔

"اوکے اوکے میں ابھی پہنچ جاتی ہوں۔ لڑکی تم سے تو صبر ہی نہیں ہو رہا۔۔۔ پاگل" فون کان سے لگائے وہ باتوں میں مصروف ہو گئی۔ حیدر کے گھر والوں کے شور مچانے پر قندیل اور حیدر کی شادی طے پائی گئی تھی۔ مہندی، مایوں تمام رسمیں ہو چکی تھیں۔ قندیل درانی اپنی شادی کی شاپنگ کرنے میں پیش پیش رہی۔ پہلی دلہن تھی جو اپنی شادی کی تیاریاں اتنی پر زور، پر شور سے کر رہی تھی۔ آج پورے درانی ہاؤس کو سجایا جا رہا تھا وہ بھی قندیل کی پسند سے۔ آج بھی قندیل کو اپنی شاپنگ میں کمی

محسوس ہو رہی تھی تبھی فون کھڑکا کر آگینے کو جلد از جلد پہنچنے کا کہا تاکہ آگینے
دلہن کے ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کو خرید کر مکمل کر لے۔۔ صباء اور وانیہ کا
ڈیرہ آجکل درانی ہاؤس میں تھا کیونکہ قندیل انہیں جانے نہیں دے رہی
تھی۔

وانیہ کی دعائیں کام آگئیں اور اسکی بھی چھوٹی سے تقریب میں منگنی ہو گئی
جبکہ شادی ایک سال بعد طے پائی تھی۔۔ اسے کرے ایک سال بعد شادی ہو
جائے ورنہ جس طرح وانیہ کے سسرال والوں نے منگنی کو کھینچ کھانچ کر ایک
سال تک کیا تھی۔۔۔۔ شادی کے لیے ایسا نہ کریں۔۔۔۔ آگینے کو یہ سوچ
کر ہنسی آگئی۔ صباء کے لیے آفان مرزا کا پروپزل قبول کر لیا گیا تھا۔ وہ بھی
آج کل شرمائی لجائی پھر رہی تھی۔

فون رکھ کر وہ مڑی۔ زرجان ابھی بھی نیند کی وادیوں میں گم تھا۔ رات وہ
سب کافی دیر سے آئے تھے۔ نیلم کا رویہ عائشے اور زیادہ شاہ کے ساتھ بہتر
ہو چکا تھا وہ اس کا یا پلٹ رویے پر حیران تھی اور پھر انہوں نے جس انداز

میں سب کو آگینے کا "میری بہو" سے تعارف کروایا تب تو وہ حیرانگی کے سمندر میں کئی غوطے لگا آئی۔ اسے پہلے کے وہ حیرانگی کے سمندر میں ڈوب جاتی قندیل نے اسے سنبھالا اور بتایا نیلم کے بدلنے میں اسکا بڑا ہاتھ ہے بمعہ فرضی کالر جھاڑنے کے ساتھ۔۔۔ یہاں تک کے زرنش بھی آگینے سے خوشدلی سے ملی تھی۔ سب کچھ ٹھیک ہو چکا تھا۔ وہ بے انتہا خوش تھی۔

"کاش اسکا دشمن جاں بھی کچھ مہربان ہو جائے" یہ سوچ کر اسنے ٹھنڈی آہ بھری۔

وہ دشمن جاں کو دیکھ کر مسکرائی۔ اسے جلدی قندیل کے پاس جانا تھا یہ یاد آتے ہی وہ تیاری کرنے لگی۔ بالوں کا کچر پتہ نہیں اسنے کہاں رکھ دیا۔ کھلے بالوں کو پشت پر ڈال کر وہ پورے کمرے میں کیچر تلاش کرنے لگی۔ زرجان کی رائٹنگ ٹیبل جہاں اسکا لیپ ٹاپ اور آفس کی کچھ فائلز پڑی تھیں (حیرانگی کی بات تھی زرجان آجکل سنگنگ سے زیادہ بزنس پردھیان دے رہا تھا اور زیادہ انکل اسے بزنس میں انٹرسٹ دیکھ کر پھولے نہیں سمارہے

تھے۔) اسنے کچیر کی تلاش کے لیے ٹیبل کی دراز کھولی۔ چیزیں ادھر سے ادھر کرنے پر کچر تو نا ملا مگر اسے اپنا بریسلٹ ضرور مل گیا۔ وہ بریسلٹ ہاتھ میں لیے حیرانگی سے دیکھ رہی تھی۔

"دوسروں کی چیزوں کو بغیر پوچھے اٹھانا چوری کے زمرے میں آتا ہے" زرجان اٹھا اور بریسلٹ آگینے سے لے لیا۔

"یہ دوسروں کی نہیں میری چیز ہے" آگینے نے بریسلٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"اتنے یقین کے ساتھ کیسے کہہ سکتی ہوں یہ بریسلٹ تمہارا ہے؟ کیا کوئی ثبوت ہے؟" زرجان نے اس کے یقین کو ڈمگانا چاہا۔ آگینے نے اسے دیکھ کر آنکھیں سکیڑیں۔

"کیا اس پر تمہارا نام لکھا ہے؟" وہ ایک دفعہ پھر گویا ہوا۔

"نہیں مگر مجھے پورا یقین ہے یہ میرا بریسلٹ ہے" وہ یقین پر زور دے کر بولی۔

"یہ تمہارا نہیں ہے اور تمہیں میں نے کتنی دفعہ کہا ہے میری چیزوں سے دس قدم کے فاصلے پر رہو نگر تمہیں کچھ سمجھ نہیں آتا" مصنوعی غصے سے کہتے ہوئے اس نے بریسلٹ اپنی دراز میں رکھا۔ آگینے اسکے پل پل بدلتے روپ کو دیکھ کر حیران ہوئی۔ "یہ ضروری نہیں کہ تمہارا بریسلٹ ہو ایسے بہت سے بریسلٹ ہوتے ہیں۔ یہ بریسلٹ کسی بہت "اہم انسان" کا ہے" زرجان نے اہم انسان پر زور دیا۔ نامحسوس انداز میں آگینے نے اپنی پلکوں کے باڑ کو توڑ کر آتے آنسوؤں کو پلکیں جھپک جھپک کر پیچھے دھکیلا۔

"آئی ایم سوری! مجھے لگا یہ میرا بریسلٹ ہے" وہ سر جھکا گئی۔

"گڈ۔۔۔۔۔ اور یہ جملہ میں آخری بار کہہ رہا ہوں میری۔ چیزوں۔۔۔ سے۔ دس۔ قدم۔ دور۔ رہنا" زرجان نے ہر ٹہر کر واضح لفظوں میں کہا۔

"جی سمجھ گئی" وہ دس قدم دور ہو گئی۔ کھڑکی کے قریب جہاں سورج بادلوں کی اوٹ سے نکل کر اس پر اپنی شعاعوں کا سنہرا رنگ چڑھانے لگا اور سر جھکائے آگینے نے خفگی سے کہا۔ زرجان کے چہرے پر شیر سی مسکراہٹ تھی اگر آگینے سر جھکائے نا کھڑی ہوتی تو زرجان کے چہرے پر چھائی شرارت دیکھ کر حیران رہ جاتی۔ وہ مسکراتے ہوئے اپنے لیے ڈریس دیکھنے لگا۔ دیوار گیر الماری میں ایک طرف آگینے کے کپڑے اور اسکا سامان تھا اوپر ہی اوپر اسے ڈھیر سارے نوٹ رکھے نظر آئے۔

"تم نے ان پیسوں سے کچھ نہیں لیا" وہ پیسے ہاتھ میں لیے پوچھ رہا تھا۔ آگینے نے جھکا سر اٹھایا اور سر کو دائیں بائیں جنبش دے کر نفی میں ہلایا۔

"کیوں" زرجان کے لہجے میں بے پناہ خفگی تھی۔

"میں نہیں چاہتی ان پیسوں کی وجہ سے مجھے روز محشر حساب دینے سے پریشانی ہو" سوال گندم اور جواب چنا آیا تھا۔

"واہاٹ" زرجان نے ناراضگی سے اسے دیکھا۔ آگینے اس کے ناراض چہرے پر نظر ڈالی۔ وہ زرجان کو خفا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مگر یہ پیسے اس کے لیے باعث عذاب تھے۔ دنیا میں بھلے یہ پیسے اسے عشرت و سکون دیتے لیکن روز محشر ان پیسوں کی وجہ سے وہ پیسے اس کے لیے کسی بڑے عذاب سے کم نہیں ہوں گے۔

"یہ پیسے بھلے آپ نے محنت سے کمائے ہیں مگر آپ نے روزی کمانے کا جو راستہ چنا ہے وہ بہت غلط ہے اس راستے پر چلنے سے خدا نے منع کیا ہے۔ یہ پیسے بھلے دنیا میں ہمارے لیے سکون کا باعث ہوں گے مگر روز محشر ان پیسوں کی وجہ سے ہمیں تکلیف اٹھانی پڑے اور روز محشر ملنے والی سزا سے مجھے خوف آتا ہے" آگینے جو یہ بات پہلے بھی زرجان کو سمجھا چکی تھی ایک دفعہ پھر سمجھانے لگی۔

"تو پھر مجھے کیا کرنا چاہیے" وہ چند قدم فاصلے پر کھڑی آگینے کو دیکھ کر بولا۔ سورج کی شعاعیں اسکے چہرے پر آتیں اور چلی جاتیں۔ وہ جانتا تھا آگینے اسکی سنگنگ کی فیلڈ سے خوش نہیں گو کہ وہ اس فیلڈ کو نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ سنگنگ اسکا جنون تھا اگر وہ یہ کام چھوڑ بھی دے تب بھی سنگنگ سے پیچھا چھڑانا مشکل تھا۔ لیکن یہ کام اسلام میں منع تھا۔ زیادہ شاہ اور عائشے تو پہلے سے بھی اس کام سے خوش نہیں تھے اور اب آگینے۔۔۔۔۔ زندگی جینے کے لیے حلال روزی ضروری تھی اور اسکے پاس اسکے باپ کا بزنس تھا۔ جسے سنبھال کر وہ حلال روزی کما سکتا تھا۔ ایک درست راستے کے ہوتے ہوئے وہ غلط راستے پر نہیں چل سکتا تھا اور پھر اسے سکون کی بھی تلاش تھی اور سکون حاصل کرنے کے لیے اسے غلط راستوں کو چھوڑنا ہوگا تبھی وہ بزنس پر زیادہ دھیان دے رہا تھا۔ زیادہ سے زیادہ وقت بزنس کو دے کر وہ سنگنگ نہیں کر پائے گا اسکے لیے یہ بہتر طریقہ تھا۔

"جب اللہ پاک نے حلال روزی کمانے کے اتنے سارے راستے بنائے ہیں تو ان میں سے ایک راستہ آپ بھی چن لیں۔ پھر آپ خود دیکھیں آپ جس فیلڈ میں ہیں وہاں جس طرح دولت و شہرت عام ہے اسی طرح بے حیائی بھی عام ہے۔ ایک تو روزی کمانے کا راستہ غلط اوپر سے اس راستے پر چل کر انسان ناچاہتے ہوئے بھی بے حیائی کی دلدل کی وجہ سے گہنگار ہوتا رہتا ہے اس لیے ایسے راستے کو چھوڑ دینا چاہیے جس سے دنیا تو آسان ہو جائے مگر دین بہت پیچھے اور مشکل تر ہو جائے۔ انسان جب اپنے دین کے بتائے ہوئے راستے پر چلتا ہے تو دنیا خود بہ خود اسکی غلام ہو جاتی ہے۔ حلال راستے پر چلنا تھوڑا مشکل سہی مگر اس راستے پر منزل ہماری راہ تک رہی ہوتی ہے۔ منزل کو پالینے والا انسان بھی بہت خوش نصیب ہوتا ہے اور اسکی زندگی میں سکون سا آ جاتا ہے" آگینے نے اپنی بات مکمل کر کے آنکھوں کے آگے ہاتھ لا کر آنکھیں میچ لیں۔ سورج کی سنہری کرنہیں اسکے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ زرجان نے بے ساختہ اسے دیکھا گو کہ اسے زندگی گزارنے کے لیے صحیح راستے پر بہت سے لوگوں کا ہاتھ تھا اسکے ڈیڈ، عائشے امی،

قندیل، حیدر اور یہ لڑکی سب جو اسکا سخت رویہ سہہ کر بھی اسکے حق میں دعائیں کرتی رہی۔ زرجان شاہ کو اس لڑکی سے محبت نہیں عشق تھا۔۔۔

عشق بے پناہ عشق

بے تحاشا عشق

جس کا اظہار اب لازم تھا۔۔۔۔

زرجان آہستہ آہستہ دس قدم چل کر اسکے قریب آیا۔ "من و تو" کے درمیان در آیا دس قدم کا فاصلہ زرجان شاہ نے طے کر لیا تھا۔ اسکی نظریں آگینے کے صبح چہرے پر تھیں۔ اسنے ہاتھ بڑھا کر آگینے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور احترام سے اسکی پیشانی پر لب رکھ دیئے۔

"ہمیشہ خوش رہو" زرجان نے اسے دعا دی اور پھر اسکے ہاتھ پر لب رکھ کر دئے۔ آگینے نے بے یقینی سے آنکھیں کھولیں۔ محبت؟
بھلا اتنی پاکیز محبت کہاں ملتی ہے۔۔۔

اسنے تو کبھی نہیں سوچا تھا یہ شخص بغیر اظہار کے اپنی محبت بیان کر ڈالے
گا۔۔۔۔۔

اتنی عزت اور احترام سے کہ
آگینے کو زرجان شاہ کی محبت سے بے انتہا محبت محسوس ہوئی۔۔۔۔۔
جس طرح انسان کسی مقدس چیز کا احترام کرتا ہے۔۔۔۔۔
آج زرجان شاہ نے احترام کا وہ مقام دیا تھا اسے۔۔۔۔۔
وادی دل میں کھڑی محبت ایسے بیان پر خوشی سے محور قص تھی۔۔۔۔۔
"من و تو" کے دونوں سائے قدم سے قدم ملا کر چلتے ہوئے محبت تک پہنچ
گئے تھے۔۔۔۔۔

اور وہ محبت انہیں مل گئی تھی احترام۔۔۔۔۔ عقیدت۔۔۔۔۔ اور
عزت کے ساتھ۔۔۔۔۔

آج آگینے زرجان شاہ کو بہت کچھ مل گیا تھا۔۔۔ وہ جو لفظوں میں بیان نا
ہو سکے۔۔۔

خوشی کے آنسو اسکی دہک لگی آنکھوں سے نکل آئے۔

اور زرجان نے اس پاگل لڑکی کے قیمتی آنسو اپنی پوروں پر چن
لیے۔۔۔۔۔

میں بھی خاک ہوں تیری راہ کی، میری تشنگی تیرا عشق ہے
مجھے گوندھ کر اُسی عشق میں تُو سنوار دے میرے گوزہ گر

*

*

اماں میں مرجاؤں گی۔ لیکن بھائی کی بات کبھی نہیں مانوں گی "ثمرہ رونے
لگی۔ شایان نے شو کے اور ثمرہ کے رشتے کی تاریخ تک طے کر دی تھی۔

"نہ میری دھی رانی! اللہ سب ٹھیک کر دے گا" مشکل وقت میں مہرین کو
بھی خدا یاد آگیا تھا۔ کتنی غافل تھی وہ ظالم بن بیٹھی یہ سوچے بغیر کہ خدا
سب دیکھ رہا ہے جیسا وہ دوسروں کے ساتھ کر رہی ہے ویسا اسکے ساتھ
بھی ہو سکتا ہے۔ مہرین کی آنکھوں سے ندامت کی آنسو جاری ہو گئے۔
شایان جو شیطان اسنے بنایا تھا۔ جیسی کھیتی بوئی تھی ویسی اگنی تھی اور وہی
کھیتی کاٹنی تھی۔

"دیکھ عباس ہماری پرورش کیسی تھی۔ شانی نے اپنی بہن کا سودا کر ڈالا۔
جب میں نے اسے عورت کی عزت کرنا ہی نہیں سکھائی تو وہ کیوں اپنی بہن
اور ماں کی عزت کرے گا، وہ دونوں بھی تو عورتوں کے زمرے میں آتی ہیں
"مہرین عباس بخش کی چارپائی سے لگی بیٹھی تھی۔ اسے اپنے غلطیوں کے
احساس نے نے آدھ موا کر دیا تھا۔ وقت نے اپنی چال بدل لی تھی جو کل
ظالم تھا آج مظلوم بن گیا تھا۔ اسے فرحت پر کیے ظلم یاد آنے لگے آگینے کا
رونا گڑ گڑانا یاد آنے لگا۔

بد نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جنہیں توبہ کا وقت نہیں ملتا۔ لیکن مہرین کو
وقت مل گیا تھا۔ اپنی غلطیوں اور گناہوں پر ندامت سے آنسو بہانے کے
ساتھ توبہ کرنے کا۔۔۔ مہرین پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ وہ رب تو بڑا
مہربان ہے۔ گنہگار کے توبہ کرنے پر اسے اپنی رحمت کے سائے میں
لیٹ دیتا ہے۔ رب مہربان بھی اپنے بندے سے "من و تو" کی محبت کرتا
ہے۔۔۔۔ اپنے بندے کے ندامت میں بہائے انمول آنسوؤں کو ضائع

نہیں ہونے دیتا۔ مہرین ندامت سے زمین پر سجدہ ریز ہو گئی۔ بعض اوقات عبادتیں نہیں ندامتیں قبول ہوتی ہیں جو بندے کو صرف اور صرف اپنے رب کا کر دیتی ہیں پھر اسے دنیا کی چاہ نہیں رہتی۔

مہرین اپنی زندگی میں کی گئی نیکیاں یاد کرنے لگی۔۔۔ مگر یہ کیا۔۔۔ اسکی زندگی میں کہیں بھی بھولے سے ایک نیکی نہیں تھی جسکی بنا پر اپنے رب سے وہ کچھ مانگ سکے۔ وہ تو بد نصیب تھی۔ اور اپنی بد نصیبی کا احساس اب ہوا تھا۔ دھاڑیں مارتے ہوئے وہ سجدے میں رونے لگی۔ عباس بخش بھی بے آواز آنسو بہانے لگے۔

*

*

پنک، ڈل گولڈن اور ہلکے انگوری کلر کے ڈریس میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ شاپنگ کرتے ہوئے زرجان نے ہی اسے پسند کر کے دلایا تھا۔ نگوں سے مزین ڈریس بمشکل آگینے سے سنبھالا جا رہا تھا۔ صباء نے اسکا ہلکا ہلکا میکپ کر دیا تھا۔ لیکن اسکی جیولری دیر سے آئی تھی اب قندیل کے روم میں کھڑی وہ عائشہ شاہ کی لائی جیولری پہن رہی تھی۔ صبح کا منظر یاد

"شکر ہے صبا تم آگئی یہ ہار تو پہنا دو" بھر بھر کر چوڑیاں پہننے کے بعد وہ
بمشکل ہار پہن رہی تھی تبھی دروازہ کھلا اور کوئی اندر آیا۔ آگینے چونکہ سائیڈ پر
ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی تھی اسکے آنے والے کو دیکھے بغیر صباء ہی
سمجھ بیٹھی گویا جہاں آگینے ہو وہی صرف صباء ہی آسکتی ہے کوئی اور نہیں
کوئی اور ہوا تو -----

زرجان اس کے قریب آیا اور گلے میں پہنے ہار کا ہک بند کیا۔

"تھینک" جیسے ہی اسنے تھینکس کہنے کے لیے سر اٹھایا شیشے میں زرجان کے عکس کو دیکھ کر گرٹڑا گئی اور گبراہٹ میں کھڑی ہو گئی۔

"آ_آ_پ" وہ گل و گلنار بنی بمشکل بول پائی۔ زرجان نے بے خودی سے اسکے چہرے پر چھائے رنگوں کو دیکھا۔

"جی میں۔۔۔۔ سنا ہے کچھ لوگ ہم سے چھپتے پھر رہے ہیں" وہ آگینے کا رفوچکر ہونا دیکھ چکا تھا۔ آگینے نے زبان دانتوں تلے دبالی۔ وہ کیوں بھول جاتی ہے یہ شخص اپنے ارد گرد ہر چیز سے واقف ہوتا ہے ہر بے نیازی کی ایکٹنگ کرتا رہتا ہے۔

"ن۔ن۔ نہیں، ایسی کوئی بات نہیں، وہ میں یہ جیولری پہنے کے لیے یہاں جلدی آگئی کیونکہ جیولری پہنے میں بہت ٹائم لگتا ہے" دلیل ایسے دی گئی جیسے آگینے ہل چلانے میں ٹائم لگنے کا کہہ رہی ہو۔

"ہوں" زرجان نے نظروں کے ذریعے اسے دل میں اتارا۔ پھر ڈریسنگ پر
رکھے جھمکے اسکے کانوں میں ڈال دیئے۔ آگینے کی زرجان کو اتنا قریب پا کر
سانس رکنے لگی۔

تو کیسا لگتا ہے
جب بن مانگے محبوب مل جائے
تمام تر چاہتوں کے ساتھ
شاید۔۔۔۔۔

تب انسان خوشی کی ہر حد کو محسوس کر لیتا ہے
وہ بے بے انتہا خوش تھے۔۔۔
بے انتہا۔۔۔۔۔ اتنا خوش کے اسکی کوئی حد نہ تھی۔۔۔۔۔

زرجان اسکی جھکی پلکوں کو بغور دیکھنے لگا۔ پھر اسنے اپنی جیب سے بریسلٹ
نکالا۔۔۔ اور آگینے کی کلائی میں پہنا دیا۔۔۔۔۔

ڈھیر ساری چوڑیوں کے درمیاں نازک سا بریسلٹ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔۔۔

"جانِ زر" زرجان نے دلکشی سے یہ دو لفظ ادا کیے۔ آگینے نے مارے شرم کے اپنا چہرہ ہاتھوں سے چھپا لیا۔ زرجان نے اسکی یہ حرکت دیکھ کر بے ساختہ قہقہہ لگایا۔

"چلو نیچے۔۔۔ مجھے لگتا ہے اگر میں نے کچھ اور زیادہ اظہار کر دیا تو تم بے ہوش ہو جاؤ گی" زرجان اس چند قدم دور ہوا، چہرے پر مسکراہٹ سجائے وہ آگینے کو دیکھنے لگا جو ابھی تک چہرہ چھپائے کھڑی تھی۔ اسے اپنے محبوب کی یہ ادا بہت بھلی لگی تھی۔

"آگینے نے انگلیاں ہٹا کر زرجان کو دیکھا۔ جو مسکراتے ہوئے سینے پر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ دھیرے دھیرے اسنے اپنے ہاتھ نیچے کیے۔ خوشی اور حیا

کے ملے جلے تاثرات اسکے چہرے کو حسین بنا گئے۔ وہ آگینے کا ہاتھ پکڑے
نیچے آگیا۔

*

*

لان میں رنگ و بو کا سماں تھا۔ عائشے اور زیاد شاہ دونوں کو ایک ساتھ آتا
دیکھ کر خوش ہوئے۔ سامنے اسٹیج پر لال عروسی جوڑے میں قندیل پریوں
کو بھی مات دے رہی تھی۔ اسکی نیلی آنکھوں میں خوشی کا سمندر تھا۔ جبکہ
آف وائٹ کا دار شیروانی میں دلہا صاحب بھی کسی سے کم نہیں لگ رہے
تھے۔

"حیدر کم از کم آج تو میری تعریف کر دو" دلہن بنی بیٹھی قندیل کی زبان اب
بھی پٹر پٹر چل رہی تھی۔

"یارِ من آج تم بے انتہا خوبصورت لگ رہی ہو" حیدر نے دل سے اسکی
تعریف کی۔

"تم نے کبھی صحیح طریقے سے میری تعریف نہیں کی!" دلہن کی شکوہ کی گھڑی سے ایک اور شکوہ برآمد ہوا۔

"یہ صحیح طریقے والی تعریف کون سی ہوتی ہے" وہ تپ گیا۔

"مجھے نہیں پتہ بس میرے اچھی والی تعریف کرو ورنہ میں یہاں سے چلی جاؤ گی پھر بیٹھے رہنا اکیلے" شکر تھا حیدر نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا ورنہ قندیل درانی یہ کام بھی کر گزرتی۔

"بیٹھی رہو آرام سے ورنہ جیل میں ڈال دوں گا قسم سے تم سے زیادہ اچھے تو مجرم ہوتے ہیں جو کم از کم میرے بات تو مان لیتے ہیں" حیدر نے اسکا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر سختی سے کہا۔ قندیل نے منہ پھلا کر اسے دیکھا۔

خوبصورت چہرے پر ناراضگی کے تاثرات قندیل کو اور حسین بنا گئے۔ پھر حیدر کی نظریں اسکی مہندی اور چوڑیوں سے سجے ہاتھوں پر ٹہر گئیں۔

"قندیل" اسنے ناراض بیٹھی قندیل کو پکارا۔

"ہوں" وہ اب بھی ہنوز ناراض بیٹھی تھی۔

"جب تمہارا نام میرے نام سے جڑا تھا مجھے اس دن سے تم سے محبت ہے، بے تحاشا، بے انتہا" وہ اسکی طرف دیکھ کر دلفریبی سے بولا۔ حیا کی لالی قندیل کے چہرے کو سرخ کر گئی۔

تبھی وانیہ، صبا، آبلگینے اور زرجان اسٹیج پر آئے۔ حیدر اور زرجان کی نوک جھونک سب نے انجوائے کی۔ قندیل کو رخصت ہو کر حیدر کر روم تک ہی جانا تھا۔ جب حیدر کے والدین یہاں نہیں تھے تو وہ درانی ہاؤس کے بجائے اپنی فلیٹ میں رہتا تھا۔ تاکہ لوگ بچپن کے نکاح ہر باتیں نا بنائیں۔ اسلیے وہ فلیٹ میں رہنے کو ترجیح دیتا۔ لیکن والدین کے آنے پر وہ بی اپنے روم میں شفٹ ہو گیا۔

"قندیل تھوڑا سا تو رو لو" صباء نے رخصتی کے وقت کچھ دیر پہلے اسے
ٹھوکا لگایا۔

"اف کیسے روؤں میں کون سا سات سمندر پار جا رہی ہوں اس گھر میں
رخصت ہو کر رہنا ہے۔۔۔ کیا کروں رونا بھی نہیں آ رہا۔ لوگ کیا کہیں
گے۔۔ کیسی دلہن ہے اپنی رخصتی کے وقت نہیں روئی" قندیل خود بھی
پریشان تھی کہ اسے رونا کیوں نہیں آ رہا۔

"اللہ اللہ" آگینے اسکا جملہ سن کر بے ساختہ بول گئی۔

"حیدر بھائی مجھے آپ پر کافی ترس آتا ہے" آگینے نے قدرے آہستگی سے
کہا۔

"ہاں بھا بھئی مجھے بھی خود پر کافی ترس آتا ہے" وہ بھی اپنے لیے اداس تھا بلکہ رو دینے کو تھا۔ پہلی شادی تھی جہاں دلہن کے بجائے دلہے کو رونا آرہا تھا۔

"حیدر تمہیں دیکھ کر ایسا لگ رہا ہے جیسے تمہاری رخصتی ہو رہی ہو" زرجان کی کہنے کی دیر تھی یہ بات سنتے ہی سب کے چہروں پر مسکراہٹ آگئی۔

"مرجا میراثی! ایک تو ہی میرا یار تھا اور تو نے تسلی کے دو بول بھی نہیں بولے" وہ زرجان کو گھورنے لگا۔ سب لوگ اسٹیج پر جھرمٹ بنا رہے تھے۔ دلہن صاحبہ بڑے تپاک سے سب سے مل رہی تھیں۔

"حیدر" قندیل کی آنکھوں میں آنسوؤں آنے لگے یہ دیکھ کر حیدر پگھل گیا۔

"جی میری جان" وہ محبت سے اس کے چہرے کو دیکھنے لگا۔

"تم نے میری تعریف ابھی تک نہیں کی"

"وہ جو کچھ دیر پہلے کی تھی"

"اے سی پی وہ اظہارِ محبت تھا۔ تعریف نہیں۔ تم نے ابھی تک میری تعریف نہیں کی یہی سوچ کر بڑی مشکل سے آنکھوں میں آنسو آئے ہیں"

"استغفر اللہ" حیدر اسکے مگر مجھی آنسو بہانے پر استغفار پڑھنے لگا اور پھر رخصتی کا شور اٹھا جو کہ کب سے اٹھ رہا تھا ابھی اصلی والا اٹھا تھا اور حیدر نے شکر ادا کیا تھا۔ حسین رات درانی ہاؤس میں ہنستے کھلکھلاتے چہروں اور لڑتے جھگڑے دلہا دلہن کو دیکھ کر مسکرا دی۔۔

دُکھتے سر پر ہاتھ رکھ کر زرجان نے بمشکل آنکھیں کھولیں۔ ہوش میں آنے لگا تو سماعتوں سے آگینے کی آواز ٹکرائی۔ اپنے چہرے پر گرم سیال محسوس کر کے اسکے ذہن کی مشرطناہیں یکجا ہوئیں۔ آگینے روتے ہوئے اسکا نام لے رہی تھی۔ اپنی ساری تکلیف بھول کر وہ سیدھا ہو بیٹھا۔ آگینے اسکے سینے

سے لگ کر شدت سے رونے لگی۔ اگر زرجان کو کچھ ہو جاتا تو یہ سوچ کر
اسکی روح کانپ گئی اور رونے میں شدت آگئی۔

تقریباً تین بجے وہ درانی ہاؤس سے نکلے تھے۔ زیاد اور عائشے مہوش آئی اور
اسکے فادر، صباء اور جنید کے ساتھ نکلے تھے جبکہ زرجان آگینے کے ساتھ
ریگرا میں تھا۔ گارڈ کو اسنے چھٹی دی ہوئی تھی تبھی خود ڈرائیو کر رہا تھا۔ تین
بجنے کی وجہ سے سڑکیں کافی سنسان تھیں۔ لیکن بیچ سڑک پر کچھ لوگوں نے
اس پر حملہ کیا کافی دیر تک کو وہ خود مقابلہ کرتا رہا مگر وہ لوگ بہت زیادہ تھے
اور سر کے پیچھے کسی نے وار کیا جس کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گیا اور اب
آنکھ کھلنے پر وہ ایک شوروم میں قید تھا۔ زرجان نے ارد گرد دیکھا بہت
ساری گاڑیاں کھڑی تھیں۔ مگر شوروم بند تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟" زرجان کے پوچھنے پر آگینے نے اثبات میں سر ہلایا۔

جیسے ہی بڑا دروازہ کھلا زرجان نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھا سورج کی روشنی سے اسکی آنکھیں بند ہو گئیں۔ مگر یہ روشنی بہت کم وقت میں ڈھل جاتی شاید عصر کا وقت ہو رہا تھا۔ چند لوگ اندر داخل ہوئے۔

"زرجان شاہ میری لعل، جگر کے گوشے کیسا ہے تو۔ ٹی وی میں دیکھتے دیکھتے تھک چکا تھا سوچا تجھے ریل میں دیکھ لوں" جمیل شیخ اسکے قریب آنے لگا۔

"جمیل شیخ کہا تھا نا مجھے زندہ مت چھوڑنا اگر زندگی رہا تو تجھے ضرور مار دوں گا" زرجان لہو رنگ آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے کھڑا ہوا۔ سر میں درد کی ٹیس سے اٹھی۔ آبلینے کھڑی ہو کر زرجان کے پیچھے چھپ گئی۔

"یار تب تو بچہ تھا مجھے تب تجھ پر بہت ترس آتا تھا مگر پھر جو تو نے میرے ساتھ کیا اور میرے لوگوں کی جو حالت کی ہے۔ مجھے افسوس ہوتا ہے کاش میں اس دن تجھ پر رحم نہ کھاتا۔ چچ، چچ، چچ، ماضی کی غلطی میرے سامنے سر اٹھا کر کھڑی ہے۔ پر اب تجھے مارنے میں بہت مزہ آئے گا۔ میرے

کارندوں نے کہا ہے کہ تو تو دس لوگوں پر بھاری ہے۔ واہ میرے شیر تو نے ثابت کر دیا کہ تو نے سات سال میرے جیسے انسان کے ساتھ گزارے ہیں۔ ویسے اگر تم میرے ساتھ کام کرو تو میں تجھے بخش دوں گا، تجھ جیسا بے خوف اور نڈر بندہ میرے لیے بہت قیمتی سرمایہ ثابت ہوگا " جمیل شیخ کرسی پر بیٹھ گیا اور سگار سلگانے لگا۔

"اپنی بکو اس بند کرو بے غیرت انسان اگر میرا بس چلے تو ابھی تجھ جیسے شخص کو زمین میں دفنا ڈالوں " زرجان نے طیش کے عالم میں کہا۔ اسے دیکھ کر زرجان کے سامنے اسکے ماضی کا ایک ایک دن فلم کی طرح چلنے لگا۔

"باپ کی طرح اکڑ ہے تجھ میں بھی۔۔۔۔۔ میری قید میں ہو کر مجھ پر ہی رعب ڈال رہے ہو " وہ کھڑا ہوا۔

تجھے پتہ ہے تیرا باپ تجھے پاگلوں کی طرح ڈھونڈ رہا ہے۔ حق ہا۔۔۔۔۔ کاش! میں بھی زیادشاہ کو تڑپتے ہوئے دیکھ سکتا " جمیل شیخ نے سگار کا دھواں چھوڑا۔ اسنے زرجان کے پیچھے چھپی آگینے کو دلچسپی سے دیکھا۔

"اتنی حسین بیوی کہاں سے لائے ہو؟" وہ خباثت سے بولا۔

"میں تمہیں۔۔۔۔۔" زرجان نے غصے میں جمیل کا کالر پکڑا ارد گرد کھڑے جمیل شیخ کے آدمی اس پر جھپٹ پڑے۔

"اوائے شانی" کالر درست کر کے جمیل شیخ نے شایان کو پکارا۔

"جی شیخ" شایان سامنے آیا۔

"یار تیری چوائس تو لا جواب ہے۔ اگر تو اسکے پیچھے خوار ہو رہا تھا تو اس حسین پری کے کی خوار ہونا بنتا ہے" وہ ترچھی نگاہوں سے آگینے کو دیکھنے لگا۔

"شیخ خبردار جو میری بیوی پر گندی نگاہ ڈالی ورنہ تمہارا وہ وہ حشر کروں گا کہ تمہاری آنے والی سات نسلیں بھی تمہارا حال نہیں بھول پائیں گی"

زرجان دھاڑا اور خود کو چھڑوا کر آگینے کے سامنے کسی مضبوط حصار کی طرح کھڑا ہو گیا۔

*

*

"آپ سب نے مجھے بتایا کیوں نہیں" حیدر کو زرجان اور آگینے کی گمشدگی کی اطلاع جیسے ملی تھی وہ شاہ ولا چلا آیا جہاں سب لوگ پہلے سے موجود تھے۔

زیادشاہ خود زرجان کو ڈھونڈنے پولیس کے ساتھ نکلے ہوئے تھے۔

"ہم تمہیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتے تھے" نیلم بمشکل بول سکی۔

"چچی کم از کم مجھے رات میں ہی بتا دیتیں" حیدر کو سمجھ نہ آیا وہ کیا کہے اسکا جان سے پیارا دوست غائب تھا اور کسی نے اسے انفارم تک نہیں کیا۔

"بھابھی کہاں ہے" سب کے درمیان وہ آگینے کو نا دیکھ کر وہ پوچھ بیٹھا۔

"وہ بھی زرجان کے ساتھ تھی" عائشہ شاہ روتے ہوئے بولنے لگیں۔

"اوہ شٹ!" وہ تاسف بھری نظر سب پر ڈال کر دروازے کی طرف بھاگا۔ شایان کے گھر کا ایڈریس اسے مل چکا تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ شایان ہی آگینے کا کزن نکلا۔ وہ چند قابل پولیس آفیسرز کے ساتھ شایان کے گھر جانے لگا کیونکہ جمیل شیخ تک پہنچنے کا واحد راستہ شایان تھا۔

"تمھاری ہمت کیسے ہوئی یہاں آنے کی؟" مہرین نے دروازہ کھولا تو سامنے شوکا کھڑا بتیسی کی نمائش کر رہا تھا۔

"میرا سسرال ہے اپنی ہونے والی بیوی سے ملنے آیا ہوں" خباثت سے کہتے ہوئے وہ اندر داخل ہونے لگا۔

"نکل جاؤ میرے گھر سے" اس سے پہلے کے مہرین دروازہ بند کرتی شو کے
نے زور سے دروازہ اندر کی جانب دھکیلا، مہرین دور جا گری، اسکا سر
چارپائی کے سرے سے جا لگا۔ خون کی دھار نکلتی ہی اسکی آنکھوں کے
آگے اندھیرا چھا گیا۔

"اماں" ثمرہ مہرین کی آواز سن کر شایان کے کمرے سے باہر آئی، سامنے
شو کا کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کر ثمرہ کے اوسان خطا ہو گئے۔ ثمرہ نے ایک نظر
بے ہوش پڑی مہرین پر ڈالی اور پھر شایان کے کمرے میں خود کو بند کر دیا۔
عباس بخش جو شو کے کی اور مہرین کی لڑائی سن چکا تھا۔ مجبوری سے
رونے لگا۔

*

*

سب نے زرجان کو مار مار کر ادھ موا کر دیا۔ زرجان نے بھی انکی حت کچھی
ایسی کر دی تھی۔ لیکن وہ اب کا سامنا کرنے سے قاصر تھا۔ پسلیوں کے
نیچے لگے زخموں کے ٹانکے جیسے ادھڑے وہ کراہ کر زمین پر گر گیا۔ شایان

نے بہت زور سے اسکے پیٹ میں مکا مارنے کی کوشش کی تھی جو پسلیوں کے نیچے اسکے زخموں کو ادھیڑ گیا۔

"ہا۔ ہا۔ ہا" جمیل شیخ نے چھت پھاڑ قہقہہ لگایا۔ "بچارا ہیرو تھک گیا" وہ زرجان کو حقارت سے دیکھ کر بولا۔ "میں تجھے ابھی گولیوں سے موت کی نیند سلا سکتا ہوں مگر نہیں۔۔۔ کیونکہ میں تجھے پل پل تڑپتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔ جیسے میرا بھائی تڑپتا تھا۔ زیادہ شاہ کا بیٹا بھی ویسے تڑپے گا۔ شانی لے جا اپنا تحفہ" جمیل شیخ نے آگینے کی طرف دیکھ کر کہا۔

"شایان شیطانت سے مسکراتے ہوئے آگینے کی جانب بڑھا۔ وہ آگے بڑھ رہا تھا جب زرجان نے سیدھے ہاتھ سے اسے آگے بڑھنے سے روکا۔ شایان نے آگے بڑھنے کے لیے پاؤں کھینچے مگر زرجان کی گرفت مضبوط تھی۔ پسلیوں کے نیچے ادھرے ٹانگوں سے خون بہنے لگا۔ درد کی شدت سے وہ کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن وہ شایان کو آگینے کی طرف جانے سے روک رہا تھا۔

"شایان نے اسکے ہاتھ پر دوسرا پاؤں مارا اور اسکی انگلیوں کو اپنے بوٹوں
تے مسل دیا" اسکی چہرے پر زرجان کے لیے نفرت کی نفرت تھی۔ آگینے
اسے چھڑانے کے لیے چلائی اور بھاگ کر زرجان کے قریب آئی۔ شایان
اسے بالوں سے پکڑ کر کھڑا کیا۔

"نازک آگینے آخر کار آج میری قید میں آگئی" وہ سرتاپا آگینے کو دیکھ کر بولا۔

"لے جا شانی اسے پیچھے بنے بنگلے میں لے جا" آنکھ مار کر جمیل شیخ نے کہا تو
شایان کے ساتھ اسکے سب ساتھی قہقہہ لگانے لگے۔ زرجان کی آنکھوں
کے آگے اندھیرا چھانے لگا مگر وہ خود میں طاقت پیدا کرنے کی مکمل کوشش
کر رہا تھا۔ شایان آگینے کو کھینچتے ہوئے شوروم سے باہر لے آیا۔ آگینے
زرجان زرجان چلاتی رہے گئی۔ وہ اسے شوروم کے پیچھے بنے شیخ کے بنگلے
میں لے جانے لگا۔

*

*

"شو کے نے دروازہ زور زور سے بجایا مگر ثمرہ نے دروازہ نہیں کھولا اسنے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ دروازے کا شور ختم ہوا اسنے جیسے ہی اپنے کانوں سے ہاتھ ہٹایا شو کے کے چلانے کی آواز آئی اور ساتھ میں چند لوگوں کی بھی۔۔

چھوٹی سی درز سے اسنے جھانکا تو پولیس کے وردی میں ملبوس لوگ نظر آئے۔ اللہ کا شکر ادا کرتے اسنے دروازہ کھولا وہ لوگ شو کے کو پکڑ کر لے جا رہے تھے۔ مہرین چارپائی پر لیٹی تھی۔

"ڈرو نہیں بہن یہ خبیث اب کچھ نہیں کر سکتا" حیدر نے اسے دلا سے دیا جو ابھی بھی خوف سے شو کے کو دیکھے جا رہی تھی۔ یہ شخص ایک دفعہ آگینے کو بھی بچانے آیا تھا۔ ثمرہ اسے پہچان گئی۔ وہ لوگ شو کے کو لے کر جانے لگے

*

*

"کیسی ہونا زک آگینے شادی کے بعد کچھ زیادہ حسین ہو گئی ہوں" ایک طرف شایان کسی اور لڑکی کو شیطانی نظر سے دیکھ رہا تھا تو دوسری طرف اسکی بہن کے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا۔ مگر وہ شخص اپنی انسانیت کھو چکا تھا تبھی اسے اپنے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا۔

"شایان! بھائی آپ کو خدا کا واسطہ مجھے جانے دیں" آگینے نے ہاتھ جوڑے۔

"جانے دوں؟ ایسے کیسے جانے دوں۔ بڑی مشکلوں سے ہاتھ آئی ہوں بغیر قرض اتارے نہیں جانے دوں گا" وہ کمینگی سے کہتا ہوا آگے بڑھا اور آگینے کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی جانب کھینچ لیا۔ بہت خوار ہوا تھا وہ اسکے پیچھے آج ہر چیز کا بدلہ لے ڈالے گا۔ آگینے نے اسے پیچھے دھکیلا مگر ناکام رہی اسنے اس شخص کے غلیظ چہرے کو دیکھنے کے بجائے آنکھیں بند کر دیں۔

"یا اللہ! میری مدد فرما تجھ سے بڑا رحم و کریم اور کوئی نہیں۔ مولا مجھے زلت کی حرام موت مرنے نا دینا" وہ خود کو شایان سے چھڑانے کی کوشش کرنے کے ساتھ دعا بھی مانگ رہی تھی۔ اس سے پہلے کے شایان اپنے ارادوں میں کامیاب ہوتا۔ اللہ وسایا (جمیل شیخ کا پرانا آدمی جسے زرجان نے زیاد شاہ پر حملہ کیا تھا) نے شایان کو پکڑ کر آگینے سے دور کیا۔

"بھاگو بیٹی اسے میں روک لوں گا۔ دوبارہ شوروم مت جانا تمہارا شوہر ہوش میں آچکا ہے وہ ان لوگوں کو سنبھال لے گا مگر تمہارے وہاں جانے سے وہ دوبارہ کمزور پڑ سکتا ہے" اللہ وسایا نے آگینے کو باہر کی طرف جانے کا کہا اور بتایا وہ کوئی بھی لمحہ ضائع کیے بغیر نکلے سے باہر نکل آئی۔

"اللہ وسایا غدار آدمی" شایان چلایا اور بوڑھے اللہ وسایا کو پرے دھکیل دیا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے دور جا گرا۔ لیکن پھر شایان پر جھپٹا۔

"ساری زندگی جمیل کا کام ایمانداری سے کیا مگر ایک غلطی پر اسنے مجھے سزا دی اور میرے دونوں ہاتھوں کی دو دو انگلیاں کاٹ دیں۔ جمیل شیخ جیسے درندے کا مرجانا بہتر ہے۔ افسوس ہوتا ہے مجھے خود پر میں نے ایک درندے کا کام کرتے ہوئے ساری زندگی گزادی مگر اب میں کسی بھی معصوم کے ساتھ ظلم ہوتے نہیں دیکھ سکتا" اللہ وسایا نے شایان سے مقابلہ کرتے ہار نہیں مانی۔ مگر وہ بوڑھا شخص شایان کو زیادہ دیر روک نہیں سکتا تھا۔ شایان اسکا سر دیوار میں مار کر شوروم کی طرف آگیا۔ کیونکہ اسے یقین تھا بھلے اللہ وسایا نے اسے کہیں اور جانے کا کہا ہو مگر آگینے جیسی لڑکی جو ڈر و خوف میں مبتلا ہو وہ ضرور کسی اپنے کے پاس ہی جائے گی۔

*

*

بھاگتے بھاگتے وہ بہت دور نکل آئی تھی وہ جگہ کسی جنگل کی مانند تھی۔ وہ بغیر راستے کا تعین کیے بھاگ رہی تھی۔ اسے یقین تھا زرجان اسے ڈھونڈ لے گا۔ لیکن اگر شایان اسکے پیچھے ہوا تو۔۔۔۔۔

یہ سوچ کر وہ اور زیادہ تیز بھاگنے لگی۔ سورج غروب آفتاب کے طرف رواں دواں تھا۔ اسکے پاؤں شل ہو چکے تھے اسکے ہاتھ میں زرجان نے جو

بریسٹ پہنایا تھا اسنے اپنے ہاتھ سے کھول کر راستے میں پھینک دیا تاکہ جب زرجان اسے ڈھونڈنے آئے تو وہ اس راستے پر چلتے ہوئے آگینے کے وہاں ہونے کا یقین کر لے۔ آنکھوں میں در آئی نئی صاف کرتے ہوئے اسکا پاؤں پتھر سے ٹکرایا اور وہ زینی ڈھلان کی طرف لڑھکتی گئی۔ بازو چھلتے چلے گئے اور وہ درد سے صرف ایک ہی نام لے سکی۔۔۔۔۔ زرجان!

*

*

حیدر جیسے ہی شوروم تک پہنچا اسکے آرڈر کے مطابق چاروں طرف سے شوروم کو گھیر لیا گیا۔ جمیل شیخ انتہائی چالاک شخص تھا اپنے اڈے اس انداز میں بناتا تھا کہ انسان دیکھ کر بھی نہیں پہچان سکتا تھا کہ یہ کسی سمگلر کا اڈا ہوگا۔ بظاہر معمولی سا شوروم تھا مگر اندر کروڑوں کا سامان تھا۔

وہ اندر داخل ہوا تو زرجان شیخ کے کارندوں سے مار کھا رہا تھا یا مار رہا تھا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ جمیل شیخ پولیس دیکھ کر چونکا۔ یہ جگہ تو سب سے مخفی تھی پھر پولیس کیسے پہنچی۔ لیکن مار کھائے شوکا پر نظر پڑتے ہی اسکے اعصاب غصے سے تن گئے۔ حیدر تو شایان کے گھر شایان کو پکڑنے گیا تھا

آفیسرز نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جمیل شیخ کے کارندوں کو پکڑنے لگے۔

"کہاں بڑھے لکا چھپی کا کھیل بہت پسند ہے ناتجھے جیل میں کھیلے رہنا"

حیدر نے جمیل کو گریبان سے پکڑا۔

شایان دو آفسرز پر پستول سے گولی چلا کر شوروم سے باہر بھاگ گیا۔ شایان کو پکڑنے کے لیے ایک آفسیر نے پستول سے اسکی ٹانگ پر نشانہ لگایا جو غلطی سے اسکی پیٹھ پر جا لگا اور وہ آر کے بل گرا اسکا سر ایک بڑے پتھر سے ٹکراتے ہی پھٹ گیا۔ آخر کار زخموں کی تاب نہ لا کر وہ خالی ہاتھ اس دنیا سے چلا گیا۔ دنیا میں شیطان صفت انسانوں کا حال ایسا ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ برا۔۔۔۔۔۔۔

اللہ وسایا کے بتانے پر سب آگینے کو ڈھونڈ رہے تھے۔
اب سب آگینے کو ڈھونڈ رہے تھے۔ زرجان اپنے پسلیوں کے زخموں پر ہاتھ
رکھے آگینے کو ڈھونڈ رہا تھا۔

"آگینے" اسکی آواز چاروں طرف گونجی۔

"سریہ بریسلٹ" ایک آفیسر نے نازک سا بریسلٹ اسے پکڑایا۔

"وہ یہیں کہیں ہے" بریسلٹ لے کر زرجان آگینے کی تلاش میں آگے بھاگا
اور آفیسر پیچھے سر سر چلاتا رہ گیا۔

"آگینے" شام کے گہرے ہوتے سائے اسے خوف میں مبتلا کرنے لگے۔

"آگینے" وہ پوری قوت سے چلایا۔ اس کے پسلیوں سے درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں
۔ مرجھائے پتے اس کے پیروں میں چُمرُرا کر بے ہنگم شور پیدا کرنے لگے۔

شام کے سائے میں چرند پرند بھی شور کرتے ہوئے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔

"آگینے ے ے ے" وہ شدت ضبط سے چلایا۔ مگر وہاں سوائے شور کے کچھ نا تھا۔

ڈھلان کے قریب پہنچ کر وہ نیچے جھانکا یہاں س آگے جانے کا راستہ نیچے کی طرف تھا اسے آگینے کانگوں سے مزین دوپٹہ نظر آیا۔

"آگینے" چلاتے ہوئے وہ ڈھلان سے اترنے لگا۔ آگینے پر ڈھیر سارے سوکھے پتے آچکے تھے۔ وہ نیچے اترا۔ آگینے کا سر اپنی گود میں رکھ کر درخت سے گرے پتے ہٹانے لگا۔

"آگینے میری جان!" بے ساختہ وہ آگینے کے چہرے پر لب رکھنے لگا کبھی
اسکا سر چومتا تو کبھی پیشانی۔۔۔ شاید وہ مرجاتا گر جو اس لڑکی کو کچھ
ہو جاتا۔۔۔

جس طرح کسی جادوگر کی روح ایک طوطے میں قید تھی اسی طرح زرجان شاہ
کی جان بھی آگینے میں قید تھی۔ وہ اپنا درد بھول کر صرف اور صرف آگینے
کے درد کو محسوس کر رہا تھا۔

اے چشمِ درد آشنا

اک بوند برس

اک اشک چھلک

خاموش نظر

کوئی بات تو کر!

دل دکھتا ہے

تو میرے دل پر ہاتھ تو رکھ

میں تیرے ہاتھ پہ دل رکھ دوں
دل درد بھرا
جو اس کو چھوئے
یہ اُس سے ملے

اک لفظِ محبت بول زرا
میں سارے لفظ تجھے دے دوں
دل درد سراب کو آب سے بھر
تو میرے خواب پہ آنکھ تو دھر
میں تیری آنکھ میں خواب بھروں
خاموش محبت -----! بات تو کر؟؟
خاموش محبت -----!
بات تو کر -----!!!

دھلتی شام رات کی سیاہی میں پورپور ڈوبتے ہوئے اداسی سے سوکھے پیڑ
کے نیچے بیٹھے اپنی کل متاع ہاتھ میں لیے بیٹھے نیلی آنکھوں والوں کو شہزادی
کو دیکھتی رہ گئی۔ سوکھے پتے "من و تو" کے دونوں سایوں میں گرنے
لگے۔

*

*

ایک ماہ میں سب کچھ بدل گیا تھا۔ زرجان کے زخم تقریباً ٹھیک ہو چکے تھے
جبکہ آگینے کو زیادہ چوٹیں نہیں آئیں تھیں خوف کے زیر اثر اسے ہوش کافی
ٹائم بعد آیا تھا۔ زرجان جیل جا کر جمیل شیخ کی خاطر تواضع کر آیا تھا۔ جمیل
شیخ کو عمر قید کی سزا دی گئی تھی۔ اب اسکا جیل سے نکلنا ناممکن تھا۔
جمیل کے سارے اڈوں کو حیدر نے چھاپہ مار کر ضبط کر لیا تھا۔ زرجان
سنگنگ چھوڑ چکا تھا اور بزنس کر رہا تھا۔ زیاد شاہ اسکے اس عمل سے بہت
خوش تھے۔ لیکن جب اسے گانے کا دل کرتا تو وہ آگینے کے لیے ضرور گاتا
تھا۔ کلب وغیرہ میں جانا تو بہت پہلے چھوٹ چکا تھا۔

مہرین اور عباس کو شایان کے مرنے کا بہت دکھ تھا۔

زندگی میں کچھ لوگ اپنے ہاتھوں خود کو ناقابل برداشت خسارے میں ڈال دیتے ہیں۔ مہرین اور عباس شایان کو کھو کر اس خسارے میں مبتلا تھے۔ لیکن زندگی چلے جانے والوں کے بغیر جینا پڑتی ہے۔ آگینے سے وہ دونوں معافی مانگ چکے تھے۔ آگینے نے انہیں سچے دل سے معاف کر دیا کیونکہ وہ کدورت پالنے والی لڑکی نہیں تھی۔ ثمرہ کو حیدر کے والدین نے علی کے لیے مانگ لیا تھا۔ مہرین اور عباس بخش اتنے اچھے رشتے پر خدا کا شکر کرتے نہیں تھکتے تھے۔ زیاد شاہ عباس، مہرین اور ثمرہ کو شاہ والا لے آئے تھے۔ عباس کا علاج بہترین ڈاکٹروں کے زیر اثر ہو رہا تھا۔ اب وہ وھیل چیئر پر بیٹھ کر بولنے کے قابل ہو چکے تھے۔

زرنش کے لیے دانیال مرزا نے اپنا پرنسپل بھیجا تھا جسے سلیکٹ کر لیا گیا۔ کیونکہ وہ بھٹکی راہوں سے نکل چکی تھی سراب کے پیچھے بھاگنے سے اسے فقط رسوائی حاصل ہوئی۔ خیر اسے دانیال اور اسکے گھر والے بہت اچھے لگے گوکہ وہ لوگ تھوڑے مذہبی ٹائم تھے سب کے منع کرنے پر بھی دانیال شوبز میں آگیا لیکن وہ کچھ عرصے میں شوبز کی دنیا کو الوداع کرنے کا سوچ رہا

تھا۔ زرنش بھی خود کو ان لوگوں کے ماحول میں ڈھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اتفاق سے دانیال مرزا، آفان مرزا کا بڑا بھائی نکلا اس لیے اتفاقاً صبا اور زرنش دیورانی جیٹھانی بن چکی تھیں۔

*

*

لال عروسی جوڑے میں آگینے ہارٹ ایشو کا دل دھڑکا گئی۔ بلیک کلر کی شیروانی میں آج دولہے صاحب کے انداز بھی نرالے تھے۔ شادی کو ایک سال ہونے بعد زرجان کو اچانک اپنے ولیمے کا خیال آیا تھا بلکہ حیدر کے ولیمہ کا تذکرہ سن کر اسے یاد آیا تھا کہ اسکا ولیمہ ابھی تک نہیں ہوا۔ یہ سب لوگوں کے خیال تھے۔ وہ اپنی آگینے کی نئی زندگی کی شروعات ویسے کرنا چاہتا تھا جیسے لوگوں کی ہوتی ہے۔ شادی پر تو وہ کافی تپا ہوا تھا۔ لیکن اب وہ آگینے کو زندگی کی ہر خوشی دینا چاہتا تھا۔

حیدر اور زرجان کا ولیمہ ایک ساتھ رکھا گیا تھا۔ زرجان نے ہی اپنے ولیمہ کے لیے عروسی جوڑا اور شیرانی سلیکٹ کی تھی۔

اسکائی بلیو کلر کے کا مدار شرارے میں قندیل بقول حیدر چڑیلوں کو مات دے رہی تھی۔ تھری پیس سوٹ میں حیدر بھی کافی پینڈ سم لگ رہا تھا۔ زرجان نے انجلینا کو بھی انوائٹ کیا تھا وہ بھولی بھالی آگینے کو دیکھ کر حیران ہوئی اسکے خیال میں تو آگینے کوئی لڑاکا ٹائپ لڑکی تھی مگر وہ تو کافی معصوم تھی۔ وہ زرجان اور آگینے کو امریکہ آنے کی دعوت دے چکی تھی۔

نیلم اور عائشے میں اچھی والی دوستی ہو چکی تھی جو کہ قندیل نے کروائی تھی۔ نیلم صبحی سے کچھ نا کہہ سکی کیونکہ وہ اسکی بڑی بہن تھی لیکن اب صبحی کے کہے پر عمل نہیں کرتی تھی۔ وقار درانی، وقاص درانی، زیاد شاہ اپنے حلق اجاب کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ صباء کی فیملی اب پہنچی تھی۔ زرنش کو دیکھ کر صبا کو ہول اٹھتے تھے یہ پٹاخہ لڑکی جو اسکی جیٹھانی بھی بننے والی تھی وہ تو صباء جیسی معصوم لڑکی کو کچا چبا جائے گی۔ ہائے۔۔۔ وہ وانیہ سے اپنے اظہار خیال کرنے لگی۔

جبکہ قندیل اپنی معصوم دیوانی ثمرہ کو آج کل "چالاکیات" کے رٹے لگوا رہی تھی۔

حیدر کے والدین اسٹیج پر تھے۔ جبکہ نیلم اور وقاص درانی، صبوحی اور نعیم بیگ سے کچھ کہہ رہے تھے۔
اسٹیج پر بیٹھے دونوں جوڑوں کو دیکھ کر عائشہ نے انکی خوشحال زندگی کی دعا کر ڈالی۔

"میرے بہو بیٹے کو نظر لگائی جا رہی ہے؟" زیاد شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ نیلم نے اپنے غلط رویے کی معافی زیاد اور عائشہ شاہ سے مانگ لی تھی بدلے میں زیاد نے بھی اپنی غلطیوں کی معافی مانگ لی مانو معاف کرنے اور معافی مانگنے سے انکے سر سے منو بوجھ اتر گیا تھا۔

"ماں کبھی اپنی اولاد کو نظر نہیں لگاتی" عائشہ شاہ نے بھی انکے انداز میں کہا "آپ پھر مٹھائی کھانے لگے۔۔۔ ڈاکٹر نے منع کیا ہے مگر آپ کبھی کسی چیز سے پرہیز نہیں کرتے" عائشہ شاہ نے مٹھائی انکے ہاتھ سے لے لی

اور زیادہ شاہ مسکرا اٹھے۔ زندگی کی کینوس میں خوشیوں کے کئی رنگ بھرنے لگے تھے۔

*

*

"اسلام علیکم! جانِ زر" وہ پھولوں سے سجے کمرے میں داخل ہوا۔ گول بیڈ پر وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ وہ اسکے قریب بیٹھ گیا۔ آج نیلی آنکھوں میں اسکے لیے محبت ہی محبت تھی!

"کیا سلام کا جواب دینا گوارا نہیں!" اسکی شرارت کی رگ پھڑکی۔

"وعلیکم السلام" جواب اتنا دھیرے سے دیا گیا تھا اگر زرجان اسکی طرف پورا کا پورا متوجہ نہ ہوتا تو وہ بھی ناسن سکتا۔

زرجان نے اسکے مہندی لگا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور منہ دیکھائی میں اسکا بریسلٹ اسکی کلائی میں پہنا دیا۔

"اگر یو سر جھکائے بیٹھنا ہے تو صوفے پر جا کر بیٹھ جاؤ" زرجان کے کہنے پر اسنے حیرانگی سے سر اٹھایا۔

"سنو۔۔۔ مجھے تم سے عشق ہے" اسنے آہکینے کے ہاتھ لبوں سے لگائے۔ وہ عشقِ پیچاں کے سرخ پھولوں کی طرح گل پیرہن ہو گئی۔

وادی دل میں محبت سرخرو ہو چکی تھی۔ زرجان اسکا ہاتھ پکڑ کر چبوترے کی طرف آنے لگا۔ سیاہ آسمان چاندی جیسے ستاروں سے چمک رہا تھا جبکہ من و تو کے دونوں سائے دیکھنے کے لیے کب سے بادلوں میں چھپا چاند بادلوں کی اوٹ سے نکل آیا۔ ہر طرف خاموشی تھی۔۔۔۔۔ بولتی خاموشی! چبوترے سے زرجان کے میوزک انسٹرومنٹس ہٹا دیئے گئے تھے۔ چبوترے کے ارد گرد رکھے گئے تھے جبکہ جس روز سے وہ گزر کر آئی تھی اسکی دائیں بائیں بھی دیئے رکھے ہوئے تھے۔ محراب کی چھت سے لال کلر کے ملل کے پردے لٹک رہے تھے۔

"تم اس دن یہاں سے اس لیے چلی گئی تھی کیونکہ تم مجھے سنگنگ جیسی غلط راہ پر چلتا نہیں دیکھ سکتی ہانا" روش پر چلتے ہوئے زرجان نے صحیح اندازہ لگایا۔

"ہاں مگر اب تو آپ سنگنگ چھوڑ چکے ہیں" اثبات میں سر ہلاتے کہا گیا۔

"ہاں جانِ زر کے لیے ایک چھوٹی سے قربانی دی ہے قبول کیجیے" وہ آگے ہوا اور جیسے کوئی ملکہ کے آگے جھک کر تعظیم کرتا ہے زرجان بھی اسکے آگے جھکا اور پر سیڈھا کھڑا ہوا۔ اسکا ہاتھ پکڑا اور چلنے لگا۔ وہ دونوں چبوترے کے اندر داخل ہوئے مانوں جیسے وادی دل میں داخل ہوئے تھے پرتب وہ دونوں الگ تھے اور آج ایک تھے۔۔ ہواؤں نے رقص کیا دیئے بجھتے بجھتے پھر سے جل گئے۔ عشق پیچاں کے پھول ان پر گرنے لگے۔ وادی دل میں دونوں سایوں پر سنہری زرفشاں گرنے لگی۔ فضا میں محبتوں کے رنگ ملائے گئے۔ آبشار سترنگی پانیوں سے بہنے لگے۔ محبت جو قبولیت کا درجہ پا چکی تھی آج مسرور ہو گئی تھی۔

وہ اپنے پر پھیلا کر رونے سائے اپنی آغوش میں لے چکی تھی۔
محبت ازل سے ان دونوں کے لیے تھی۔۔۔۔۔
پاک محبت پر مہر لگا دی گئی تھی۔۔۔۔۔
وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے بنے تھے۔۔۔
من و تو کے دونوں سائے مل چکے تھے مگر اصل "من و تو" کی محبت کے بعد
ہی انہیں ایک اور من و تو کی محبت سے نوازہ گیا تھا۔
دونوں سائے شکر ادا کرنے لگے ایسی پاک محبت پر شکر کرنا لازم
تھا۔۔۔۔۔

"آگینے میں چاہتا ہوں ہماری نئی زندگی کی شروعات اللہ پاک کا شکر ادا کرنے
سے ہو" وہ خواہش جو آگینے کے دل میں زرجان نے لفظوں کا پیرا ہن پہنا
کر ادا کی۔

"اپنے اصل "من و تو" کا شکر ادا کرنا لازم تھا۔ وہ ساتویں آسمان پر اپنا
عرش سجائے رب مہربان انسان کی زندگی کے بہترین فیصلے کرتا ہے۔ تبھی

تو تم میرے ساتھ ہو۔۔۔۔۔ میرے پاس ہو۔۔۔۔۔ مقام شکر ہے
۔۔۔۔۔ شکر ادا کرنا لازم ہے "وہ کہنے کے ساتھ مسکرائی۔ یہ بات سن کر
محراب سے لٹکتے پردے جھومنے لگے۔ محراب کے درمیان لٹکتا جھومر ہلنے
لگا جسکے ہلنے پر ایک دھن پیدا ہوتی۔ جیسے وہ بھی یہ منظر دیکھ کر خوش ہو۔"
آگینے وزرجان "اپنے اصل "من و تو" کے حضور سجدہ شکر بجالانے میں
مصروف تھے۔ وسیع آسمان یہ منظر دیکھ کر مسکرانے لگا۔ تارے
جھلکانے لگے۔ ہوائیں خوشی جھومنے لگیں اور اپنے ساتھ اپنی زدیں آئی
ہر چیز کو جھومنے پر مجبور کر رہی تھیں۔

قصہ "من و تو"

پاک "محببتوں" کا

تمام شد۔۔۔۔۔!

"داستانِ زرجان و جانِ زر مکمل ہوئی"

سمیرا فیاض احمد

*

*

ناول اختتام کو پہنچا۔۔۔
اپنی قیمتی آراء ضرور دیں کیونکہ
یہ میری زندگی کی سب سے پہلی تحریر پہلی کوشش ہے۔۔۔
قلم کے ساتھ انصاف کر پائی ہوں یا نہیں یہ مجھے نہیں۔ معلوم مگر لفظوں کا
تانا بانا بننے میں میں نے بہت محنت کی ہے۔۔۔😊😊
انشاء اللہ اپنی یہ کوشش جاری رکھو گی۔۔۔
دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔۔۔
سمیرا فیاض احمد